حدیث پر عمل کیسے....؟

www.KitaboSunnat.com

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

یاسمین حمید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب .....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

حدیث پر عمل کیسے.....؟

یاسمین حمید

www.KitaboSunnat.com

ناشر

تحریکِ اسلامی پاکستان حلقہ خواتین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	حدیث پر عمل کیسے؟
تالیف	یاسمین حمید
ناشر	تحریکِ اسلامی پاکستان حلقہ خواتین
کمپوزنگ	حافظ مستغفر الرحمن (0321-4213089)
اشاعت اول	جون 2010ء
اشاعت دوم	جون 2011ء
اشاعت سوم	جون 2014ء
تعداد	دس ہزار
قیمت	200 روپے

ملنے کا پتہ:

- نور منزل مکان نمبر 222 سٹریٹ 52 سیکٹر G10/3 اسلام آباد (051-2293933)
- دفتر تحریک اسلامی۔ آر انیس 33 اٹاوہ سوسائٹی نزد گلشن معمار کراچی (021-36350100)
- ادارہ مطبوعات سلیمانی رحمن مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور (042-7232788)
- مشربہ علم وحکمت۔ اعوان ٹاؤن۔ ڈاکخانہ سٹاپ ملتان روڈ لاہور (042-7440335)
- مکان نمبر H-3 360۔ جوہر ٹاؤن۔ لاہور (042-5313600)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست

پیش لفظ محترم ڈاکٹر سہیل حسن صاحب	7
مقدمہ محترمہ ام عبدمنیب صاحبہ	9
ابتدائیہ مؤلفہ	11
دیباچہ طبع دوم مؤلفہ	16
ان ﷺ پہ لاکھوں سلام	18
دو خاص کلمات	19
تم سب راعی ہو!	33
ہم اپنے بچوں کو کیا سکھائیں؟	45
تم دنیا میں کیسے رہو؟	61
اونٹ باندھ اور توکل کر	77
بھلائی سے محروم کون؟	83
روزِ قیامت پردہ پوشی کس کی؟	95
خاموشی... باعثِ نجات	107
محبت والفت کا پیکر	115
تم اس وقت تک مومن نہیں.....	121
وہ ہم میں سے نہیں.....	129
مجلسیں امانت ہیں	137
مومن، مومن کا آئینہ	143

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- اصل دولت مند کون؟ 151
- دعا عبادت ہی ہے 161
- سادگی کا تعلق ایمان سے..... 175
- وَھن کیسے دور ہو؟ 195
- سیرت کے اوراق میں اپنی تلاش 223
- میں ایک نعت کہوں از نعیم صدیقی 235
- دلیلِ محبت از ابن عزیز 237
- ہدایت کا نور، رہنمائی کا چراغ از سلیمان 238

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

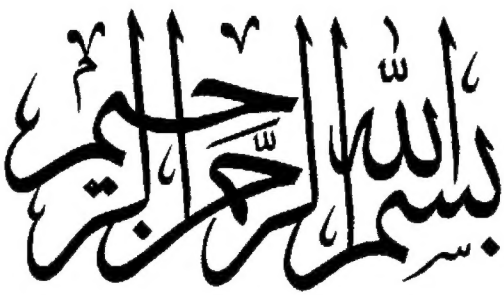

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتساب

اپنے ان جگر گوشوں کے نام کہ

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز ''جن'' کا

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ [سورۃ الفتح:۲۹]

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں تم جب انہیں دیکھو گے تو رکوع و سجود میں اور اللہ کے فضل اور رب کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ . اَمَّا بَعْد:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: نَضَّرَ اللّٰہُ اِمْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَیْئاً فَبَلَّغَہٗ کَمَا سَمِعَ ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعٰی لَہٗ مِنْ سَامِعٍ ۔[رواہ الترمذی وابن ماجہ] ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے ہم سے کچھ سنا اور پھر اسے پہنچایا جیسے اس نے سنا تھا، ہوسکتا ہے کہ جس کو پہنچایا جائے، وہ سننے والے سے زیادہ اس حدیث کو سمجھنے والا ہو۔''

ایک اور روایت میں ہے: فحفظھا ووعاھا وأداھا ۔یعنی اسے یاد کیا اور سمجھا اور اسے پہنچایا۔

یہ حدیث دراصل ہمیں حدیث نبوی کے بارے میں اس چیز کی نشاندہی کر رہی ہے جو حقیقت میں ہونی چاہیے، اس میں پہلی چیز حدیث کا سننا، دوسری چیز اس کا یاد رکھنا، تیسری چیز اس پر غور و فکر کرنا، اور چوتھی چیز اس کو دوسروں تک پہنچانا اور آخری چیز اس پر عمل کرنا ہے۔

محترمہ یاسمین حمید صاحبہ نے اس مجموعہ حدیث میں انہی مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ گلدستہ مرتب کیا ہے، جس میں عموماً چھوٹی چھوٹی احادیث جن کو یاد کرنا آسان ہو، جمع کی ہیں، مشکل الفاظ کی تشریح کے بعد نہایت دل نشیں انداز میں، آج کل کے سامعین اور سامعات کو مخاطب کرتے ہوئے ان احادیث کی وضاحت کی ہے، مختلف مکالموں اور حقیقی زندگی کے واقعات کے ذریعے اپنی بات مخاطب کے دل تک پہنچانے کی کوشش کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ان کی گفتگو میں یہ امور بالکل واضح طور پر نظر آتے ہیں:

۱۔ اطاعتِ الٰہی اور اطاعت رسول کا جذبہ بیدار کرنا اور زندگی کے ہر معاملے میں جب تک ان دونوں امور کو مدنظر نہ رکھا جائے اس وقت تک ان کا حق ادا نہیں ہوسکتا جب کہ یہ ہمارے ایمان کے اجزا میں شامل ہے۔

۲۔ عمل کی طرف راغب کرنا، ہمارے ہاں قیل وقال، گپ شپ اور بات چیت تو بہت ہے اور اپنی شخصیت کے اظہار یا رنگِ محفل کے لیے باتیں تو خوب کی جاتی ہیں اور اس میں قرآن وحدیث پر بھی ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، لیکن جب عمل کا معاملہ آتا ہے تو اچھے اچھوں کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ لہٰذا جب تک ہم لوگ عمل کی طرف نہیں آئیں گے اس وقت تک حدیث کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

۳۔ قرآن وحدیث کی تعلیمات میں عصر حاضر کے مسائل کا حل تلاش کرنا۔ یاسمین حمید کی تحریر میں یہ وصف نمایاں نظر آتا ہے کہ وہ ان تعلیمات میں ہمارے روزمرہ کے مسائل کو زیر بحث لاکر ان کا حل پیش کررہی ہیں، میری رائے میں آج کل کے دور میں دین کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ مخاطب کے ذہن کو پڑھا جائے اور اس کے مطابق ان کا حل ان تعلیمات کی روشنی میں پیش کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس خدمت کی بہترین جزا عطا فرمائے اور مذکورہ صدر حدیث کے مطابق انہیں وہ خوش خبری عطا کرے جس کی بشارت اس حدیث میں ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ ، وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ .

پروفیسر ڈاکٹر سہیل حسن
ادارہ تحقیقاتِ اسلامی بین الاقوامی اسلامک یونیورسٹی
اسلام آباد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْن

اَمَّا بعد!

حدیث رسول اکرم ﷺ کے اس مبارک قول اور فعل کا نام ہے جو آپ کی ذاتِ منزہ سے صادر ہوا۔ یہ وہ مبارک قول و فعل ہے جو شریعتِ مطہرہ کی تکمیل کا ضامن ہے۔ ربِّ کریم نے خود فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰه . (النساء)

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔''

ہر مسلمان اس بات کا مکلّف ہے کہ وہ رسولِ مکرم ﷺ کی حدیثِ مبارکہ کو حرزِ جاں بنائے۔ حبیبِ مکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ السابقون السابقون ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کے ہر قول کو بگوشِ ہوش سنا اور آپ کے ہر فعل کو بنظرِ غائر دیکھا۔ پھر اپنے اخلاص و وفا اور محبت و ایثار میں گُندھے ہوئے جذبات کے ساتھ ان سب احادیث پر عمل کیا اور انہیں اپنی آئندہ نسلوں تک منتقل بھی کیا۔

صحابہ کرام کی ان نسلوں نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد "بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً" کا حق ادا کرتے ہوئے اس سلسلے کو اگلی نسلوں تک مسلسل پہنچانے کی تاکید و تدبیر کی، حتّٰی کہ چودہ صدیوں کا سفر طے کرتے ہوئے ان مبارک الفاظ اور اعمال کا خوب صورت امتزاج الحمدللہ عصرِ حاضر کے افراد کی سعادت بنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام سے لے کر تا حال ہر دور میں لاکھوں محدثین اس ذخیرۂ قدسی کو بحفاظت اگلی نسلوں تک منتقل کرنے کے لیے محنتِ شاقہ کرتے رہے۔ ایک ایک حدیث کی تحصیل کے لیے ہزاروں میل لمبے سفر کیے۔ بغیر آب ودانہ کے صرف درختوں کے پتے کھا کھا کر، پیادہ پا چل کر، وہاں پہنچے جہاں یہ احتمال تھا کہ نبی محبوب ﷺ کی حدیثِ مبارکہ فلاں شخص کے پاس ہے۔

دنیا بھر کے کسی بھی خطے میں، کسی بھی مذہب اور قوم میں، کسی شخص کی محبت میں اس کے الفاظ کو من وعن سننے اور ان کو اپنے عمل کا حصہ بنانے کے لیے اتنے طویل اور جاں گسل سفر کرنے کا اعزاز صرف امتِ مسلمہ کے ان خوش نصیب لوگوں کا اختصاص ہے جنہیں محدثینِ کرام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ہماری بہن محترمہ یاسمین حمید نے انہی محدثین کرام کی کتب سے خوشہ چینی کرتے ہوئے چند گہر پارے اپنی زبان میں دوسروں تک پہنچانے اور سمجھانے کی ایک کوشش کی ہے، انہیں اللہ رب العزت نے میرے خیال کے مطابق حسنِ بیان بھی عطا کیا ہے اور حسنِ تفہیم بھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی اس کوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔

ان کے علم، عمل اور قلم کی اصابت اور استقامت کے لیے دعا گو:

اُمِ عبد منیب (سمیہ مسعود عبدہٗ)

لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ کا احسان اور کرم ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے لیے جس سے اسے غایت درجہ محبت ہے، رہنمائی کے دروازے کھولتا ہے "وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ" اور "اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى" کے مصداق راستہ دکھانے کی یہ ذمہ داری وہ بحسن وکمال ادا کر رہا ہے بلکہ یہ اسی مدبر الامر، مہربان رہنما کی منصوبہ بندی تھی کہ ۹ فروری ۲۰۰۶ء کو اسلام آباد میں "حدیث پر عمل" کے حوالہ سے ایک ہفتہ وار تربیتی کلاس کا آغاز کیا گیا۔ جس کا بنیادی محرک نبی کریم ﷺ کا ایک فرمان تھا۔ "میں تمہارے لیے دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب، دوسرے میری سنت جو شخص بھی انہیں مضبوطی سے تھامے گا وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔"

کلاس کی ابتداء ہی میں اس بات کو ذہن نشین کرایا گیا کہ صرف جماعتی زندگی اختیار کرنا اور صرف تنظیمی کاموں کی دوڑ دھوپ ہی گمراہی سے بچانے کا باعث نہیں بنتے۔ گمراہی سے اگر آپ واقعی بچنا چاہتے ہیں تو آپ میں سے ہر ہر فرد کتاب وسنت پر اپنے فکر وعمل کی گرفت مضبوط کرنے میں سنجیدگی سے توجہ دے۔ اسی بات پر اجتماعی فکر کی درستی اور جماعت کے صحیح منہج پر گامزن رہنے کا دارومدار بھی ہے۔

کلاس کا انداز یہ طے کیا گیا کہ ہم ہر ہفتے حضور ﷺ کی صرف ایک بات کو سنیں گے، اس پر غور کریں گے، اسے سمجھنے، اپنے دل میں بٹھانے اور اس کے مطابق اپنی پوری زندگی کو ڈھالنے کا شعوری طور پر برضاء ورغبت عہد کریں گے۔ ان شاء اللہ۔ حدیث کی اگلی کلاس تک پورے ایک ہفتے کے دورانیے میں اس حدیث پر عمل کی مسلسل مشق کی طرف متوجہ رہیں گے۔ گھر والوں کو بھی حدیث پر عمل کی مشق میں شریک کرنے کی کوشش کریں گے۔ پھر حدیث پاک پر عمل کے جن جن فوائد سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہماری جھولی بھرے گا اسے اگلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہفتے کی کلاس کی ابتداء میں تحدیثِ نعمت کے طور پر بیان کریں گے تا کہ کلاس میں شریک ہر بہن کے دل میں یہ حقیقت پوری طرح سے جاگزیں ہو جائے کہ میرے نبی محترم ﷺ کی ہر ہر بات ایک روشن چراغ ہے۔ایک قمقمے کی مانند ہے کہ جب میں نے اسے روشن کیا تو فکر و نظر کے کتنے ہی کیڑے مکوڑے اِدھر اُدھر غائب ہو گئے۔ میرے کتنے ہی اضافی غم ہوا ہو گئے، کتنے ہی پریشانیوں اور اندیشوں کے ہجوم چھٹ گئے، روز و شب کی بے شمار الجھی ہوئی گتھیاں سلجھ گئیں جس سے قلب کو سکوں ملا، دماغ کو اطمینان نصیب ہوا۔ گھبراہٹیں، بے چینیاں، سراسیمگی، سب دور ہو گئی۔فکر کو کیسا سلجھاؤ نصیب ہوا اور میری طبیعت کو کتنی سلامتی ملی۔الحمدللہ حمداً کثیرا۔میری روح کو بے ساختہ والہانہ پن نصیب ہوا اور وہ پکار اٹھی ''بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّی یا رسول اللّٰہ ،اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔''

آپ ﷺ کی ہر پکار سننے کے بعد لبیک و سعدیک کے راستہ پر دوڑتے ہوئے نبی کریم ﷺ سے والہانہ محبت اور وابستگی و شیفتگی کا وہ تعلق قائم کرنا کلاس کا ہدف ٹھہرایا گیا جس کا تذکرہ خود میرے حبیب ﷺ نے اس طرح سے کیا ہے ''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔'' (مسلم، کتاب الایمان)

ہم حدیثِ پاک کا فہم کیسے حاصل کریں؟ اس ضمن میں محترم مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے انہی الفاظ کا اطلاق کرتے ہوئے جو انہوں نے فہمِ قرآن کے سلسلہ میں ''مقدمہ تفہیم القرآن'' میں بیان کئے ہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ عاملِ حدیث کی نگاہ میں لغت، نحو، معانی و بیان کے کچھ نکات چھپے رہ جائیں مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ حدیث اپنی اصل روح کو اس قابلِ رشک انسان کے سامنے بے نقاب کرنے سے بخل برت جائے جو حدیث پر عمل میں پورے اخلاص کے ساتھ پیش پیش ہو، اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کا فہم بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دراصل حدیث پر عمل سے ہی نصیب ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر کلاس کی ابتداء میں "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" کا شعوری عزم تازہ کرنے کا اہتمام رہا۔ حضور ﷺ کی بات سننے کے بعد اب اس سے سرِ مُو تجاوز کی ہر گنجائش ختم، کوئی جواز، کوئی اختیار، کوئی رعایت، کوئی تاویل اب اطاعت کی راہوں میں حائل نہیں ہوگی۔ ان شاء اللہ۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ. [سورۃ الاحزاب:٣٦]

"کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو پھر اُسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔"

اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم کلاس میں شامل رہا۔ تقریباً ۱۵۰ خواتین وطالبات نے چالیس احادیث پر مشتمل اس تربیتی کلاس سے "حدیث پر عمل" کا جو پیمان باندھا، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عہد کو وفا کرنے کی تاحیات توفیق سے نوازتا رہے۔ [آمین]

بعد ازاں بہنوں کے اصرار پر کلاس کے اس لوازمے کو کتابی شکل میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا جو اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص مدد سے "حدیث پر عمل کیجیے" کے عنوان سے آپ کے ہاتھوں میں ہے اس دوران مضامین کا یہ سلسلہ "ماہنامہ عفت" میں "حدیث پر عمل" کے عنوان سے قسط وار شائع ہوتا رہا ہے۔

اس کتاب میں صرف اٹھارہ احادیث کو شامل کیا گیا ہے۔ حدیث کے انتخاب میں جس بات کو مدنظر رکھا گیا ہے وہ یہ کہ وہ احادیثِ پاک جن کے الفاظ بہت مختصر ہوں، آسانی سے زبان پر جاری ہو جائیں، لفظ لفظ یاد رکھنا آسان ہو، مگر جن میں بات بہت گہری ہو، ہمہ گیر و ہمہ پہلو ہو۔ جس کے اثرات پوری زندگی پر محیط ہوں۔ حدیثِ مبارکہ اگر زندگی کے سفر میں شریک رہے، شریکِ سفر ہی نہیں رہنمائے سفر کے طور پر رہے تو زندگی کو سہل بنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دے جو حیاۃ طیبہ کی شیرینی کا مزا دے، ایمان کی حلاوت سے دل کو فرحت بخشے۔

پھر خصوصیت کے ساتھ وہ احادیث منتخب کی گئیں جو بنیادی عقیدہ کی درستگی اور پختگی کا باعث بنیں، جو تمام تر اخلاقِ حسنہ کی بنیاد ہوں، جو پورے دین کی اساس ہوں، جنہیں سمجھ کر دل سے قبول کرلیں تو سیرت و کردار کے موتی جگمگانے لگیں، جو اگر شعوری طور پر مستحضر رہیں تو اخلاقِ کریمہ کی کونپلیں چٹکنے لگیں، جس پر عمل اگر طے کرلیں تو ہزار سجدوں سے آدمی کو نجات مل جائے جو پورے معاشرے میں بہار لائیں اور جن پر عمل اس دنیا میں بھی جنتِ خلد کا نظارہ "اِلَّا قِیْلًا سَلَامًا سَلَامًا" پیش کرتی ہوں۔

اعمالِ حسنہ تو عمارت کی مانند ہیں جس کی اساس عقیدہ و ایمان ہے۔ بالائی عمارت کا کوئی حصہ منہدم ہو بھی جائے تو اس کی تلافی بہرطور اتنی دشوار نہیں ہوتی البتہ بنیاد میں کوئی کمزوری، کوئی نقص اور جھول رہ جائے تو پوری عمارت ہی زمین پر آ جاتی ہے، اسی حقیقت کو پیشِ نظر رکھ کر ان احادیث کو شاملِ کتاب کیا گیا ہے جن کا تعلق بنیادی عقائد و ایمانیات سے ہے۔

تحریر کے کام کو آگے بڑھانے کے سلسلے میں جہاں تحریکی بہنوں کا مخلصانہ تقاضا محرک بنا وہاں اپنی قابلِ قدر بہن سمیہ ام عبدمنیب صاحبہ کی رہنمائی اور احادیث کی تخریج سے پروف پڑھنے کا عملی تعاون بھی ساتھ ساتھ رہا۔ نیز انہوں نے کتاب کا مقدمہ لکھ کر مشفقانہ ہمت افزائی بھی کی۔

پھر اللہ تعالیٰ ان عزیز بچیوں رفیدہ حسن اور امیمہ حسن (اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی کی فاضلات) کو بھی شادکام رکھے جنہوں نے احادیث کی تخریج کے سلسلہ میں بہت محنت کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔

میں بین الاقوامی اسلامک یونیورسٹی کے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے محقق پروفیسر ڈاکٹر سہیل حسن صاحب کی بھی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ کتاب پر پیش لفظ لکھ کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حوصلہ افزائی کا سامان کیا بلکہ دورانِ تحریر جہاں کہیں بھی مجھے احادیث کی اسناد کے حوالے کی ضرورت پڑی تو وہ بخوبی رہنمائی فرماتے رہے۔

اور آخر میں حق کی راہوں میں پشت پناہی کرنے والے رفیقِ سفر کے لیے دلی دعائیں ہیں جنہوں نے سکون کی ایسی چھاؤں میں رکھا جو حضوریٔ قلب، دلجمعی اور یکسوئی کا باعث بنی اور قدم قدم پر رہنمائی بھی دی۔

اپنی انتہائی کم علمی کے حقیقی اعتراف اور احساس کے ساتھ حدیثِ رسول ﷺ پر بات کرنے کی ہمت اور جسارت بھی تو حضورؐ ہی کے اس اذنِ عام سے پائی "بَلِّغُوْا عَنِّی وَلَوْ آیَةً." ایک خاص تمنا جو اس کتاب کی روحِ رواں رہی کہ اپنے آقاؐ کی دعائے مستجاب نصیب ہو جائے۔ "نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنِّی شَیْئاً فَبَلَّغَهُ کَمَا سَمِعَ." [سنن الترمذی]

''اللہ تعالیٰ اس آدمی کو تر و تازہ رکھے جو ہم سے کوئی بات سنے پھر اسے اسی طرح دوسروں تک پہنچا دے جس طرح اسے سنا تھا۔'' اور یہ ایک آرزو کہ روزِ قیامت اپنے حبیبؐ کی مجلس میں حاضری کا اذن مل جائے۔ [آمین]

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو ہم سب کے لیے حضورؐ سے گہری سچی محبت، آپ کی تعلیمات پر اعتماد و یقین اور عمل کے لیے جذبہ صادق کا باعث بناتے ہوئے شرفِ قبولیت بخشے اور ہم سب ہی کے لیے "مرافقة النبی ﷺ فی الجنة" کا باعث بنے۔ آمین!

یاسمین حمید

اسلام آباد

۱۷ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ

یکم جون 2010ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیباچہ طبعِ دوم

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ''حدیث پر عمل کیسے؟'' کی اشاعت اوّل کی گرم جوشی سے پذیرائی ہوئی ہے۔ اس سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ دیس محمد ﷺ کے غلاموں کا دیس ہے۔ غلامانِ محمد ﷺ بہر حال آپ ﷺ سے وفا کا رشتہ بذریعہ عمل جوڑنا بھی چاہتے ہیں۔

اپنی اس کوتاہی کے اعتراف کے ساتھ کہ زیرِ نظر کتاب کے پہلے ایڈیشن میں قرآنی آیات واحادیث مبارکہ کے متن پر اعراب کی کئی اغلاط درست ہونے سے رہ گئی تھیں، ہم ان تمام افراد کے شکر گزار ہیں جنہوں نے بذریعہ فون وتحریر ان مقامات کی نشان دہی کی۔ بالخصوص اپنی نہایت قابلِ احترام بہن معروف مصنفہ اُمِ عبید منیب صاحبہ کے بھی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے طبع دوم سے قبل کتاب کے پروف پڑھ کر تصحیح کی از خود پیشکش کی، جو الحمدللہ اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر خلوص تعاون پر انہیں بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین!

دعاؤں کی طالبہ

مولفہ

۱۵ مئی ۲۰۱۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

○ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

(آل عمران:۳۱)

''کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو پھر میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا''۔

○ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (الاحزاب:۵۶)

''کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا''۔

○ وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر:۷)

''اور جو کچھ رسول (ﷺ) تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دیں اس سے رک جاؤ''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان پہ لاکھوں سلام (ﷺ)

اُنؐ کی دہلیز چھو کر جو پتھر تھا، پل بھر میں پارس ہوا
اُنؐ کے ہاتھوں سے جو ہاتھ بھی مَس ہوا
اِس زمیں پر یہی ہاتھ چھایا رہا
دستِ افلاک کا اس پہ سایہ رہا
انؐ پہ لاکھوں سلام انؐ پہ لاکھوں سلام

جس نے دیکھا انہیں، اس کی بینائی کے واہمے دُھل گئے
اس پہ آفاق کے سب ورق کُھل گئے
جس نے مانا انہیںؐ، اپنے پیکر میں شہرِ یقیں ہوگیا
جس نے جانا انہیں، علم اس کا حیات آفریں ہوگیا
انؐ پہ لاکھوں سلام انؐ پہ لاکھوں سلام

جس نے ڈھونڈا انہیں ، اس کی چاہت بقا کی نگارش ہوئی
اس پہ اللہ کی رحمت کی بارش ہوئی
جس نے چاہا انہیں، اس کو چاہا گیا
آسمانوں پہ بھی وہ سراہا گیا
انؐ پہ لاکھوں سلام انؐ پہ لاکھوں سلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دو خاص کلمات

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم :
كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ ،
حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ
سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ.

[بخاری ، کتاب الایمان ، ح: ٦٦٨٢۔ مسلم ، کتاب الذکر والدعا : ٢٢٩٤]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے پھلکے ہیں، میزانِ عمل میں بہت
بھاری ہیں، مہربان رب کو بہت پیارے ہیں (ایک کلمہ):
سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ (دوسرا کلمہ) سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ
ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معنی
كَلِمَتَانِ	دو کلمے
خَفِيْفَتَانِ	دونوں ہلکے ہیں
عَلَى اللِّسَانِ	زبان پر
ثَقِيْلَتَانِ	دونوں بھاری ہیں
فِي الْمِيْزَانِ	میزان میں
حَبِيْبَتَانِ	دونوں محبوب ہیں
اِلَى الرَّحْمٰنِ	مہربان رب کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دین میں ذکر و دعا کی حیثیت اصل مقصود و مغز کی ہے۔ ہمیں تاکید کی گئی ہے کہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہیں۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا. [الاحزاب:٤١،٤٢]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا کثرت سے ذکر کرتے رہو اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرتے رہو۔''

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً . [الاعراف:٢٠٥]

''اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو گڑگڑا کر خوف کی کیفیت کے ساتھ۔''

اور اگر ہم اپنے رب کی اس پکار پر فی الواقع ایسا ہی کر رہے ہیں تو یہ مغفرت اور اجر عظیم کی خوشخبری ہے۔

وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا.

[الاحزاب : ٣٥]

''اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور عورتوں کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔''

ہم اللہ کا ذکر کیسے کریں؟ کن الفاظ سے اور کب کب کریں؟ یہ ہمیں اپنے آقا حضور سرورِ کائنات ﷺ سے بھی پوچھنا چاہئے کیوں کہ وہی ہمارے قائد ہیں۔ حضور ﷺ ہی ہمارے رہنما ہیں، احادیثِ مبارکہ میں اذکار و ادعیہ کے ابواب ہماری رہنمائی کے لیے موجود ہیں۔ اس وقت حضور ﷺ ذکر کے لیے ''دو کلمات'' کو متعارف کروا رہے ہیں۔ پہلا کلمہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ'' اور دوسرا کلمہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْم'' ہے۔ ان دونوں کلمات کے تعارف میں تین باتیں فرمائی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلی بات "كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ" یہ دو کلمے زبان پر ہلکے پھلکے روانی سے ادا ہونے والے۔ ادائیگی زبان میں جتنے ہلکے پھلکے ہیں میزان میں اتنے ہی بھاری ہیں۔ "ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ" یہ دوسری بات ہے۔ اور تمہارے رب رحمٰن کی نگاہ میں بہت محبوب ہیں۔ "حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ" یہ تیسری بات ہے۔

میزان میں بھاری ہونے کا کیا مطلب؟ اپنے میزان کو بھاری کرنا کیا یہ میری اور آپ کی عین ضرورت ہے؟ کیوں؟ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَمَّامَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَاَمَّامَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۔[القارعة:٦-٩]

"جس کے پلڑے بھاری ہوں گے۔ وہ دل پسند آرام کی زندگی میں ہوگا۔ پھر جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے، اس کا ٹھکانا ہاویہ (جہنم) ہے۔"

ہم میں سے کون ہے جسے دل پسند زندگی عزیز تر نہ ہو۔ جو فلاح و کامرانی کا متمنی نہ ہو۔ تو پھر آیئے دائمی عیش و نعم والی زندگی کے حصول کے لیے "ثقيلتان في الميزان" میزان میں تلنے والے دو بھاری کلمات پر غور کریں۔ میزانِ عمل میں یہ بھاری وزن ڈالیں گے تو دائمی عیش و راحت کی خوشخبری پائیں گے۔ ان شاء اللہ

پھر یہ دو کلمات جو ثقيلتان في الميزان ہیں حبيبتان الى الرحمٰن بھی تو ہیں۔ یہ الفاظ یقیناً ہم میں سے ہر اس شخص کے دل کو چھوئیں گے جنہیں خود رحمٰن سے سچا پیار ہوگا۔ یہ فکر اور یہ شوق تو ان کا ہے جنہیں رحمٰن سے حقیقی محبت ہے۔ رحمٰن سے محبت کرنے والے اس "كلمتان" والی حدیث سے یونہی تو گزر نہیں جائیں گے وہ اس پر غور کریں گے، وہ اپنے ہی کہے ہوئے کلمتان کے مفہوم و مدعا اور تقاضوں پر اس لیے لبیک کہیں گے کہ یہ دونوں کلمات ان کے محبوب کو بہت پسند ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رحمٰن سے محبت کرنے والے سوچتے رہیں گے کہ یہ دو کلمات جو ادائیگی میں اتنے رواں اور آسان ہیں، میزان میں اتنے بھاری کیسے بن گئے؟ اور انہیں ادا کرنے والا کس طرح انسانِ عظیم بن گیا کہ رحمٰن اس سے محبت کرنے والا بن گیا۔

پہلا کلمہ..... سبحان اللّٰہ وبحمدہ ہے..... سبحان اللّٰہ کا کیا مطلب ہے؟

سبحان اللّٰہ:

اللہ آپ پاک ہیں، اس بات سے کہ آپ میری پکار نہ سن سکیں۔ وہ اس بات سے پاک ہے کہ مر گئے ہم انہیں خبر نہ ہوئی۔ کیسے خبر نہ ہوئی۔ اسے تو پل پل کی خبر ہے۔ ایک ایک آنسو دیکھتا ہے۔ ایک ایک آہ سنتا ہے۔ مسکراہٹیں، گڑگڑانا سب اس کے عرش تک پہنچتا ہے۔ وہ آپ سے دور ہی کب ہے؟ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ. [سورہ ق: ١٦] وہ تو آپ کے رگِ جان سے بھی زیادہ آپ سے قریب ہے۔ قریب ہے مگر بیمار پڑا ہوا تھکا ماندہ سویا ہوا نہیں ہے۔ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ [ق:٣٨] ہمیں تھکاوٹ چھو کر بھی نہیں گزرتی۔ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ [البقرہ:٢٥٥] ہمیں اونگھ تک نہیں آتی نہ نیند ہی آتی ہے۔

وہ اس بات سے پاک ہے کہ آپ نے پکارا، اس سے نہ سننے کی خطا ہو گئی یا وہ بے خبر رہا۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ..... وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وہ سنتا ہے۔ آپ اس کی خاطر ہلکان ہو گئے، وہ بے خبر رہا ہرگز ایسا نہیں۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ. [البقرہ:٢٣٤]

وہ اس بات سے پاک ہے کہ آپ کی بات کا جواب نہ دے سکے۔ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ [ھود:٦١] آپ کا مسئلہ ہی اتنا گھمبیر اور پیچیدہ تھا کہ وہ معاذ اللہ سمجھ نہ سکا۔ اور حل کیسے کرے؟ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ [المائدہ:١٢٠]، وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ [یوسف:٢١] وہ ہماری طرح اس بات سے پاک ہے کہ چاہنے کے باوجود کسی کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے کچھ کرنہیں پاتے۔ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ[ھود:۱۰۷] ۔ وہ تو جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔

وہ اس بات سے پاک ہے کہ اس کے ارادوں کی تکمیل میں مزاحمتیں آئیں اور اس کے ارادے دھرے کے دھرے رہ جائیں، وہ عزیز ہے، زبردست ہے جس کے ارادوں کو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔

'سبحان اللہ' پڑھنے والا یہ بات دل سے مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ وہ اسباب کے ہاتھوں عاجز ہو۔ اسباب خود اس کے ہاتھ میں عاجز ہیں۔ سبحان اللہ۔ میرا اللہ اس بات سے بھی پاک ہے کہ ہم پر کوئی ایسا بوجھ ڈالے جس کو ہم اٹھا نہ سکتے ہوں۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (وہ کسی متنفس پر وہ بوجھ نہیں ڈالتا جس کو وہ اٹھا نہ سکے)[البقرۃ:۲۸۶] یہ آیت سورہ بقرہ کے آخر میں آتی ہے۔ ہم پوری سورہ بقرہ کے تمام احکامات وقوانین پر عمل کر سکتے تھے تو اس نے ہمیں عمل کے لیے کہا۔ آپ خود بھی تو اس نقص سے خالی ہوتی ہیں۔ ایک ننھے بچے کو بہت بڑا سوٹ کیس آپ کب اٹھانے دیتی ہیں؟ ایک ننھا سا شاپر جس کا وہ متحمل ہو سکتا ہے صرف اتنا بوجھ ہی اس کو تھماتے ہیں نا۔ پھر کیا وہ یہ عیب رکھتا ہے کہ وہ ہم پر ناروا بوجھ ڈالے؟ ہم نے یہ کیوں سوچ لیا کہ قرآن پر عمل اکیسویں صدی میں نا قابلِ عمل ہے ہرگز نہیں۔ عمل کیا جا سکتا ہے تبھی تو عمل کا مطالبہ کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ دل سے کہنے والا اپنے اندر ایک عزم، ایک قوت، ایک ہمت، ایک طاقت، ایک ولولہ رکھتا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ کا دل و جان سے اقرار اور اس پر اعتبار ہماری ٹوٹی ہوئی ہمتوں کو از سرِ نو جوڑ دیتا ہے، ہم اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، گر رہے ہوتے ہیں تو تھامے جاتے ہیں، عمل سے فرار کے سارے فلسفے دم توڑ جاتے ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنا حقیقت میں میزان میں بھاری ہونا ہی چاہیے۔ کیوں کہ ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پرعزم، باہمت، ولولہ انگیز انسان بننا، راضی برضا رہنا، اس پاک ہستی کے ہر عیب سے پاک احکامات پر عمل کرنا اس کے ہر عیب سے خالی نقشہِ زندگی کے تحت خود زندگی گزارنا، اور اس نقشۂ زندگی کے مطابق عالمی نظام کو تبدیل کرنا واقعۃً ایک ثقیل کام ہے۔ یہ وہی بات ہے جسے سورہ مزمل میں سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا [المزمل: ۵] کہا گیا ہے۔

اور پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ کام تو حد درجہ بھاری ہو اور وزن اس کا ہلکا ہو۔ میزانِ عمل میں اسے ثقیل ہونا ہی چاہیے اور حَبِیْبٌ اِلَی الرَّحْمٰنِ ہونا ہی چاہیے۔

پھر یوں بھی تو سوچیں کہ سُبْحَانَ اللّٰہ، اللہ پاک ہے کس بات سے پاک؟ اس سے کہ اس میں کوئی نقص نہیں، کبھی کوئی کمزوری کوئی خطا نہیں ہے۔ وہ ہر نقص سے پاک ہر خطا اور ہر غلطی سے مبّرا ہے۔ اپنی ذات میں بھی تمام تر نقائص سے پاک ہے اور اپنی صفات میں بھی پاک ہے۔ وہ اپنی ذات وصفات میں پاک ہے تو کیا اس کے دیئے گئے احکامات، اس کے قوانین، اس کے فرمودات، اس کا دین اور اس کی شریعت اس کی دی ہوئی تہذیب و معاشرت، اس کی سکھائی ہوئی ثقافت، اس کا نظام معیشت وسیاست اس میں کسی نوع کا کوئی عیب ہے؟ اور اگر اس کا دین عیب دار نہیں ہے۔ ہر نقص سے خالی ہے تو پھر اسے پکڑتے ہوئے، اپناتے ہوئے، نافذ کرتے ہوئے جھجکتے کیوں ہو، گھگھیاتے کیوں ہو گھبراتے اور شرماتے کیوں ہو؟ فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ [الاعراف: ۲] (تمہارے سینے میں ذرا سی رکاوٹ بھی پیدا نہ ہو)۔

اگر سُبْحَانَ اللّٰہ کے یہ کلمات ادا کرتے ہوئے آپ سچے ہیں تو پھر تو آپ آنکھیں بند کر کے، مکمل اعتماد کے ساتھ کامل بھروسہ رکھتے ہوئے، بے دھڑک، بے جھجک، بلا تامّل ببانگِ دہل، ڈنکے کی چوٹ پر پورے انشراحِ صدر، دلجمعی اور یکسوئی اور پوری قوتِ عمل کے ساتھ اس کے احکامات پر سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (ہم نے سن لیا اور کہا مان لیا)۔ آمَنَّا وَصَدَّقْنَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[الانعام:۱۶۳] ہم نے مان لیا اور تصدیق کر دی اور وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنِ [الانعام:۱۶۳] ۔اور سب سے بڑھ کر سرِ تسلیم خم کر لیتی ہوں، کی شان سے آگے بڑھتے رہیں گے۔

ہمیں سوچنا چاہیے کہ سُبْحَانَ اللّٰہ کی تسبیح پڑھنے کے باوجود پاؤں میں لڑکھڑاہٹ کیوں ہے؟ دل میں گھبراہٹ کیوں ہے؟ طبیعت میں جھجک اور رکاوٹ کیوں ہے؟ سُبْحَانَ اللّٰہ کہنے والا تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر یقینِ کامل سے معمور ہوتا ہے۔ وہ اس کے احکامات میں لیت ولعل، شش وپنج، شکوک وشبہات سے پاک ہوتا ہے اس لیے کہ جو چیز ۱۰۰ فیصد منافع کی ہو، منافع بھی سو فیصد یقینی ہو..... تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ [الفاطر: ۲۹] ایک ایسی تجارت جس میں ہرگز ہرگز گھاٹا نہیں تو اسے پانے کے لیے ہم کسمساتے ہوئے نہیں اٹھتے۔ پوری قوت سے اٹھتے ہیں۔ اس کی طرف دوڑتے ہوئے لپکتے ہیں، ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ''فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ'' (اللہ کی طرف دوڑو [الذاریات: ۵۰)، ''سَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ'' [آل عمران:۱۳۳] (مغفرت پانے کو لپکو)۔ یہ اللہ کی راہ میں دوڑنے کی تحریک اسی فرد کو ملتی ہے جس نے دل سے اللہ کے احکامات کو بے عیب وخطا جانا ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہ ۔کیا حقیقت میں زبان جس کو پاک کہہ رہی ہے دل نے بھی اسے پاک مان لیا ہے؟ لغتِ غریب جب تک تیرا دل نہ دے گواہی

اگر اللہ پاک ہے تو کیا اس کے فیصلے ناپاک ہیں؟ معاذ اللہ اس نے جس کی زندگی میں جو بھی فیصلے کیے ہوئے ہیں ان میں کوئی خطا ہے؟ کیا ہم اس کا ہر ایک فیصلہ درست مانتے ہیں؟ سبحان اللہ زبان سے کہنا جتنا آسان ہے دل سے قبول کرنا فی الواقع اتنا مشکل ہے۔ مگر ناممکن نہیں ہے۔ الحمدللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سبحان اللہ کہنا میزان میں بہت بھاری نیکی کہا گیا ہے۔ کیوں کہ اللہ کے ہر فیصلے پر خوش اور راضی رہنا اتنا بھی آسان نہیں سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا (میں اللہ کو اپنا رب مان کر بہت خوش ہوں) اسے بھاری نیکی ہونا ہی چاہیے۔

ملتان میں ہماری بہت ہی پیاری خالہ جان تھیں، اللہ انہیں غریقِ رحمت کرے۔ جواں سال بیٹی کے شوہر فوت ہو گئے۔ عین اس وقت انھیں اور مجمع سے مخاطب ہوئیں۔ میرا رب محترم ہے، اس کے سارے فیصلے قابلِ احترام ہیں۔ اس کے فیصلہ کا ہم سب کو احترام کرنا ہوگا۔ خلافِ احترام کوئی حرکت ہم سے سرزد نہ ہو۔ یہ ہے مثال سبحان اللہ کہنے والی آج کے دور کی اس عظیم خاتون کی جس نے اللہ کی خیر خواہی پر اپنی ذات سے زیادہ اعتبار کیا ہے اور جسے اللہ کے کسی بھی فیصلے میں کوئی کجی نظر نہیں آتی۔ یقیناً اس عمل کو میزان میں بھاری ہونا ہی چاہیے۔

سبحان اللہ کہنے والا یہ یقین رکھتا ہے کہ اس کے مالک نے اسے جو دیا جس شکل میں دیا جتنا دیا اور اگر محروم کیا، جس شکل میں محروم کیا، جتنا کیا، دونوں میرے لیے بہتر ہیں۔ اس لیے کہ وہ کوئی فیصلہ نہیں کرتا جس میں کسی بھی پہلو سے کوئی کمی یا نقص ہو۔

زبان سے سبحان اللہ کہنے والا ہر فرد یہ جائزہ لے کہ وہ اپنے رب کی تقسیمِ رزق پر اس کی مقرر کردہ تقدیر پر راضی و مطمئن رہتا ہے؟ تنگی و تکلیف کے موقع پر اللہ سے مایوس تو نہیں ہو جاتا۔ بلقیس آپا سے جو بہنیں ملی ہیں وہ انہیں جانتی ہیں۔ ایک روز حال پوچھا تو کہنے لگیں "آنکھ سے دکھتا نہیں، کان سے سنائی نہیں دیتا، پاؤں سے چلا نہیں جاتا صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ، جس کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں، اس کی ساخت الٹ دیتے ہیں۔ جو کچھ اللہ اور رسول نے کہا تھا، سبحان اللہ سب سچ نکلا۔ پاک ہے وہ ذات کہ کوئی ایسی بات کرے جو خلافِ حقیقت ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غلطی ہماری سمجھ میں ہوسکتی ہے اس کے فیصلے میں نہیں، ہماری نگاہ آخر دیکھ ہی کہاں تک سکتی ہے۔ بس یہ سامنے کی دیوار تک۔ کیا اس کی نگاہِ لطیف وخبیر بھی صرف اتنی سی ہے۔ ہماری سمجھ محدود ہے جب کہ اس کی سمجھ اس کی نظر لامحدود ہے۔

سبحان اللہ کے بعد آپ پڑھتی ہیں "وَبِحَمْدِہٖ" اور تعریف اسی اللہ کی ہے۔ اس جہان میں لائقِ تعریف لائقِ شکر یہ ہستی اللہ تعالیٰ آپ ہی ہیں۔ دنیا میں جہاں کہیں جس شکل میں جس چیز میں کوئی حسن وکمال دیکھوں گی تو میں اس سے نہ تو حیرت زدہ ہوں گی نہ مرعوب ہوں گی کیونکہ میں جان چکی ہوں کہ اس حسن وکمال کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ آپ ہی کی ذات ہے اور جب حقیقت یہ ہو کہ کسی بھی مخلوق کا کوئی کمال یا جمال اس کا ذاتی نہ ہو آپ کا عطیہ ہو تو میں مخلوق کی گرویدہ، پرستار، احسان مند، شکر گزار، نیاز مند اور خدمت گار کیوں ہوں! مرعوب ہوں گی تو آپ سے، سجدہ ریز ہوں گی تو آپ کے حضور، سرنگوں ہوں گی تو آپ کے سامنے کیونکہ خالقِ کمال وجمال تو آپ کی ذات ہے۔ سبحان اللہ کے بعد وبحمدہ سچے دل سے کہنے والا پھر کسی اور کے آگے جھکتا نہیں، بکتا نہیں، کسی اور سے خریدا نہیں جاسکتا۔ کسی اور کا غلام نہیں بنتا۔

تعریف جس کی ہے ہم اس کے پرستار ووفادار بنیں گے۔ اس پر فریفتہ ہوں گے۔ سبحان اللہ کے اسی شعور سے وہ انسان تیار ہوتا ہے جو برملا کہتا ہے اور جس کی زندگی بھی اس بات پر گواہی دیتی ہے کہ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. [الانعام: ١٦٤] "میری نماز، میری قربانیاں، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے"۔ اللہ ہی کے لیے فدائیت، اللہ ہی کے لیے سب کچھ فنا کر دینے کا جذبہ "وَبِحَمْدِہٖ" کے قلبی اعتراف واعتبار سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ میزان میں وبحمدہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ اسی لیے بھاری تُل رہے ہیں کہ اللہ کے لیے سب کچھ فنا کر دینا ایک بھاری عمل ہے۔

حمد کے دوسرے معنی شکریہ کے بھی ہیں۔ اللہ! تعریف بھی آپ ہی کی ہے اور شکریہ بھی آپ ہی کا ہے۔ میں آپ کا شکریہ ادا کروں تو آپ پوچھیں گی کس بات کا شکریہ۔ تو جب ہم نے پڑھا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ تو اللہ پوچھتا ہے کس بات کا شکریہ ادا کر رہے ہو؟ خالی الذہن تو نہ ہوں دل میں کسی نعمت کا اعتراف تو ہو۔ آپ کہتے ہیں اس بات کا شکریہ کہ آپ نے ہمیں زندگی دی صحت دی، قوتیں دیں، صلاحیتیں دیں، مال و اولاد سے نوازا، اسلام کی نعمت دی۔ اب ہمیں سوچنا ہوگا کہ کیا واقعی "وَبِحَمْدِهٖ" پڑھتے ہوئے ہم ان سب چیزوں کو اللہ کی نعمتیں سمجھتے ہیں؟ اور دل میں شکر گزاری کے جذبات واقعی پیدا ہوتے ہیں۔ شکر گزاری تو یہ ہے کہ نعمتوں کو نعمت دینے والے کی مرضی کے مطابق استعمال کیا جائے۔ کیا زندگی ویسی ہی گزار رہے ہیں جیسے اللہ چاہتے ہیں؟ شکر ہے آپ نے صحت دی تو کیا صحت پا کر اس سے وہی کام لے رہے ہیں جس کے لیے صحت عطا ہوئی؟ شکر ہے آپ نے اولاد دی۔ کیا اس کی دی ہوئی اولاد کو اس کے حسبِ منشاء اس کے کلمہ کو سربلند کرنے کے لیے وقف ہونے کی تربیت دی؟ کیا اولاد کا شکریہ اسے کہتے ہیں کہ جسے "خَيْرَ اُمَّةٍ" کہہ کر اقوامِ عالم کی رہنمائی کا منصب دلوانا تھا اسے حشرات الارض کی طرح ہر نالی میں بہنے والا بنا دیا اور وہ بے حیثیت تنکا بنا دیا جو ہوا کے دوش پر "چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی" کے مصداق لادینیت بے حیائی بے راہ روی کے طوفان میں اڑتے اور بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور وہ خس و خاشاک بنا دیا جو مادیت کے سیلاب میں ڈوبتے چلے جا رہے ہیں۔

شکر ہے تو نے فہم و فراست دی۔ یہ کیسا شکریہ ہے قابلیت کا کہ اس جہان کے پیچھے ہلکان ہو گئے جس کی اہمیت اس کے رب کی نگاہ میں مچھر کے برابر بھی نہیں اور اس جہان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے جہاں "مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ" دائمی قیام گاہوں میں پاکیزہ گھر ہمارے منتظر ہوں، اس کے لیے ہم نے کچھ پلاننگ نہیں کی۔

وَبِحَمْدِهٖ کا سچا اقرار تو ہر نعمت کا صحیح شکریہ ادا کرنے والا انسان بناتا ہے اور حقیقی معنوں میں رب کا شکر گزار بننا واقعی بہت بھاری عمل ہے۔ جسے میزانِ عمل میں "ثقیل" ہونا ہی چاہیے۔

دوسرا کلمہ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ہے۔ آیئے اس پر بھی ہم غور کریں۔ ہم کیا کہتے ہیں اور پھر کیا کرتے ہیں؟

جس کا اللہ عظیم ہو۔ کیا اس کا حال ایسا ہو سکتا ہے کہ جہاں جس کسی کی عظمت اور جاہ و جلال دیکھا وہیں ڈھیر ہو گئے؟ وہیں ذہنی طور پر مرعوب ہو گئے؟ وہیں خوفزدہ ہو گئے؟ وہیں جھک گئے؟

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ. اپنے اللہ کو عظیم بھی سمجھیں، اس سے اپنی نسبت بھی جوڑیں۔ اور خود کو باطل کے مقابلہ میں کمزور بھی سمجھیں ایسا کیوں ہے؟

عظیم باپ کی بیٹی بھی عظیم۔ عظیم شوہر کی بیوی بھی خود کو عظیم سمجھے۔ عظیم بیٹے کی ماں بھی عظیم بن کر رہے مگر یہ عظیم رب کی بندی کیوں کمزور ہے؟ دب رہی ہے، جھک رہی ہے، کیا وہ کسی ایسے رب پر ایمان لائی ہے جو معاذ اللہ عظیم نہیں ہے؟

اور اگر وہ عظیم ہے تو پھر ہم سہمے ہوئے کیوں ہیں؟ جن لوگوں نے اس کی عظمت و شوکت کو دل سے قبول کیا تھا اور کیا ہے، ان کی نظروں میں پھر کوئی جچا نہیں۔ دنیا کی سپر طاقتیں ان سے ہمیشہ لرزتی رہی ہیں اور لرز رہی ہیں۔ رستم کے دربار میں جس شان سے ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ داخل ہوتے ہیں۔ گھوڑے پر سوار نیزے کی نوک سے قالین کو ادھیڑتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے یہ جرأتِ اخلاقی، یہ ہمت، یہ ڈٹ جانے کی صلاحیت، یہ آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرنے کی ہمت۔ اسی دل میں ہوتی ہے جس میں اللہ کی عظمت گھر کر جاتی ہے۔

اللہ کی عظمت ایک ننھے سے بچے کے دل میں بیٹھ جائے تو زمانہ اس کے پیچھے چلتا ہے تاریخ کے صفحات پر آپ نے اس ننھے سے بچے کا تذکرہ پڑھا ہوگا جو دریا کے کنارے شام کے جھٹ پٹے میں ٹہل رہا تھا۔ دریا کے کنارے کئی کشتیاں درختوں کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں جن کے ملاح گھروں کو جا چکے تھے۔ اچانک اس ننھے بچے کی نظر ایک کشتی پر پڑی جس کے اوپر لکڑی سے بنی ایک مورتی کھڑی تھی جو بالکل عریاں حالت میں تھی۔ اس نے اپنی نگاہ اس مورتی سے ہٹالی اور سوچنے لگا۔ اس نے ایک عظیم کام کرنے کا فیصلہ کر لیا کیوں کہ اس ننھے دل نے اللہ العظیم کو پہچانا ہوا تھا۔

قریب ہی ایک پولیس چوکی کا انچارج میز پر سر جھکائے کچھ لکھنے میں مصروف تھا، قدموں کی چاپ سن کر اس نے اپنا سر اٹھایا تو اپنے سامنے ایک چھوٹا سا بچہ کھڑا دیکھا کہنے لگا: ''بیٹے کھیل کا میدان سامنے ہے وہاں کھیلو یہ تو پولیس چوکی ہے۔'' بچے نے بہت اعتماد سے کہا مجھے علم ہے۔ پولیس چوکی کے انچارج نے کہا: ''تو پھر تمہاری گیند تو ادھر نہیں آئی ہے جسے لینے آئے ہو؟ کہنے لگا: نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ تو پھر کس لیے آئے ہو؟ آپ سے ملنے۔ مجھ سے ملنے کس لیے؟ میں دریا کی طرف سے آ رہا تھا وہاں ایک کشتی..... کیوں؟ کیا کوئی کشتی ڈوب گئی ہے؟ نہیں ایسی بات نہیں، وہاں ایک کشتی پر مورتی لگی ہوئی ہے۔ ہمارے دین میں مورتیاں اور مجسمے بنانا حرام ہے اور پھر یہ مورتی تو بالکل عریاں ہے۔ اچھا چلو ہم ابھی تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔ ملاح کو بھی بلوا بھیجا۔ تھوڑی دیر میں ملاح آ گیا۔ انچارج نے اسے مورتی اتارنے کا حکم دیا۔ ملاح نے فوری تعمیل کی۔ تو بات جو سامنے آئی وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ کہ العظیم کو دل و جان سے ماننے والا خود کتنا عظیم بن جاتا ہے۔ زمانہ پیچھے چلے اور سر جھکا کے چلے۔ اور جن کے پیچھے زمانہ چلا۔ تاریخ ان کو حسن البنا شہید کے نام سے یاد کرتی ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم کا کلمہ پڑھنا میزان میں بھاری اسی وجہ سے ہے کہ اس کو دل سے ماننے والا کتنا دلیر، کتنا جرات مند، کتنا باہمت بن جاتا ہے، اپنی منزل کی طرف بڑھتے ہوئے کسی بھی مخالف قوت کو خاطر میں نہیں لاتا، حق پر استقامت کے نتیجہ میں دوسروں کو اپنے عزم و جرأت سے مرعوب و مسخر کرتے ہوئے دیوانہ وار آگے بڑھتا ہے۔

یہ عمل فی الواقع بہت ثقیل ہے۔ میزان میں اس کلمہ کا دل و جان سے اقرار اور اعتبار اور اس کے نتیجہ میں انسان کی بلندیٔ کردار کا وزن واقعی بہت بھاری ہونا چاہیے۔ یہ ہے وہ بات جو ہمارے حضور ﷺ نے یوں کہی۔

دو کلمات..... زبان پر ہلکے..... میزان میں بھاری..... رحمٰن کو محبوب ہیں۔

جائزہ عمل:

1۔ ان دو کلمات سے میرا تعلق کیسا رہا؟

2۔ شعوری طور پر پڑھنے کی مشق کی؟

3۔ اٹھتے بیٹھتے مختلف پہلوؤں پر غور کرتے، اپنے عمل کے جائزے کے ساتھ وردرہا؟

4۔ اپنی شخصیت میں تبدیلی کس نوع کی؟

سُبْحَانَ اللّٰهِ کو مان لینے سے کیا تبدیلی آئی؟

وَبِحَمْدِهٖ کو مان لینے سے کیا تبدیلی آئی؟

اَلْعَظِيْم کو مان لینے سے کیا تبدیلی آئی؟

••••••••••

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تم سب راعی ہو

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ: اَلْاِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهٖ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ.

[صحيح البخاری ، كتاب الجمعه ـ مسلم ، كتاب الامارة]

''تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں مسئول ہے۔ امیر اپنی (رعایا) کا ذمہ دار ہے۔ اور اس کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا، آدمی اپنے گھر والوں کا راعی (نگران) ہے، اور وہ ان کے متعلق جواب دہ ہے۔ عورت اپنے خاوند کے گھر کی ذمہ دار ہے، اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ خادم اپنے مالک کے مال کا راعی، نگران، ہے، اور اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا، تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے ماتحتوں کے متعلق جواب دہ ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
كُلُّكُمْ	تم سب
رَاعٍ	راعی ہو
وَمَسْئُوْلٌ	اور سوال کیا جائے گا
عَنْ رَعِيَّتِهٖ	اس کی رعیت کے بارے میں
كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ	تم سب سے سوال کیا جائے گا
رَعِيَّتِهٖ	اس کی رعیّت
اَلْاِمَامُ	امام
وَالرَّجُلُ	اور آدمی
فِيْ اَهْلِهٖ	اپنے اہل وعیال کے متعلق
وَالْمَرْأَةُ	اور عورت
فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا	اپنے شوہر کے گھر کے متعلق
مَسْئُوْلَةٌ	وہ پوچھی جائے گی
عَنْ رَعِيَّتِهَا	وہ اپنے ماتحتوں کے متعلق
وَالْخَادِمُ	اور خادم
فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ	اپنے مالک کے مال کے متعلق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارا عمومی مزاج یہ ہے کہ جو الفاظ ہم بولتے ہیں یا سنتے ہیں اس پر غور ہی نہیں کرتے۔ پہلی بار جب حضور ﷺ کے اس لفظ پر غور کرنے کا اللہ تعالیٰ نے موقع دیا تو مجھے تو حقیقتاً اس بات پر دکھ ہوا کہ میں نے کبھی چرواہا دیکھا ہی نہیں۔ میں نے سوچا اپنی کسی ایسی دوست سے پوچھتی ہوں جس کا دیہات سے براہ راست تعلق ہو یا پھر پہاڑی علاقوں کی رہنے والی ہو۔ سوالحمدللہ میری ملاقات اپنی ایک دوست ۔ ے ہوگئی جو ایک دیہات کی رہنے والی تھی۔ میں نے جب اسے کہا کہ وہ اپنے گاؤں کے چرواہے کی کہانی سنائے تو وہ یوں گویا ہوئی۔

میرے گاؤں میں ایک چرواہا تھا اس کا نام "کالا" تھا۔ کالے کو اپنے ریوڑ سے بے حد محبت تھی، وہ اپنے ریوڑ پر جان دیتا تھا۔ سارا دن یہی ریوڑ اس کی تمام توجہات کا مرکز بنا رہتا۔ جیسے جیسے میری دوست چرواہے کا نقشہ کھینچتی رہی تو مجھے نبی اکرم ﷺ کی یہ بات کچھ کچھ سمجھ میں آتی گئی "کلکم راع" تم میں سے ہر فرد بھی تو چرواہا ہے۔ کیا ہماری تمام تر توجہات کا مرکز ہمارے اپنے بچے نہیں ہوتے؟ وہ جن کے ہم نگران ہیں، ایک ماں کی حیثیت سے، یا ایک استاد کی حیثیت سے، یا سربراہ ادارہ کی حیثیت سے۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ ہماری زندگیوں میں عیش وعشرت کا ہنگامہ اتنا بڑھ چکا ہے، زندگی کی چکا چوند میں، زندگی کے جھمیلوں میں، ہم اپنے ان بچوں سے لاپرواہ تو نہیں ہو گئے ہیں؟ جو ہماری نگرانی میں دیئے گئے ہیں..... هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کے چکر میں اور تکاثر وتقابل کی اندھی دوڑ نے ہمیں اپنی رعیت سے غافل تو نہیں کر دیا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ میرا لباس خوب سے خوب تر، میرا مکان خوب سے خوب تر کی دھن نے اس ریوڑ کی رکھوالی متاثر کر رکھی ہو جس کے بارے میں لازماً سوال ہوگا۔ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ.

پھر میری دوست نے چرواہے کے شب وروز کے معمولات کا تذکرہ کیا۔ وہ کیسے صبح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سویرے اٹھتا! اپنے ریوڑ کو گھر سے لے کر نکلتا۔ ریوڑ چرانے کی خاطر سرسبز چراگاہ کی طرف لے جاتا۔ یہ سن کر میں سوچتی رہی، خود سے پوچھتی رہی، تمہیں بھی تو حضور ﷺ کہہ رہے ہیں: کُلُّکُمْ رَاعٍ، انسانیت کا ایک ریوڑ تمہاری سپردگی میں بھی تو دیا گیا ہے۔ جن بچوں کی نگرانی تمہیں دی گئی ہے بحیثیت ماں یا بحیثیت استاد! انہیں علم و حکمت کے سرچشموں تک یعنی کتاب و سنت تک لے جانا کس کی ذمہ داری تھی؟ یہ کس کا کام تھا کہ وہ اپنی اولاد کو، اپنے ادارے کے بچوں کو، اپنی نسلِ نو کو رشد و ہدایت کے گھاٹ پر لے کر جاتا، جہاں سے انہیں آبِ حیات ملتی، جہاں سے وہ ایمان و یقین سے سرشار ہوتے۔ ہاں تم مسئول ہو اس ہستی پاک کے سامنے جس کی طرف تم سب کے (Cases) کارکردگی رپورٹ پیش ہو رہی ہے۔ وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ.

پھر میری دوست نے مجھے اس چرواہے (کالے) کے بارے میں یہ بھی بتایا کہ ہم تو اسے دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتے۔ عید کا دن ہو تو عید منانا اُسے ریوڑ سے غافل نہ کرتا۔ گاؤں میں کسی کی شادی ہو رہی ہو..... تو شادی کا ہنگامہ اس کی تیاری اور شرکت اسے ریوڑ سے بے نیاز نہیں کرتی تھی۔ اور اس دن تو ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ہم نے دیکھا کہ آج کالے کی اپنی شادی ہو رہی ہے۔ وہ حسبِ معمول صبح اٹھا۔ اپنے ریوڑ کو ساتھ لے کر چرانے گیا۔ واپس آیا۔ نکاح پڑھوایا۔ پھر شام کو حسبِ معمول دوبارہ اپنے ریوڑ کو لے گیا۔

کُلُّکُمْ رَاعٍ. اے میری محترم اور قابلِ قدر اساتذہ کرام۔ میری تمام بہنو اور ماؤ! تم سب راعی ہو۔ میں بھی راعی ہوں۔ اپنی رعیت اولاد کی شکل میں ہو یا شاگردوں کی صورت میں۔ ماتحت ملازمین کا دائرہ ہو۔ ان سے تمہاری دل چسپی بھی اس درجہ غایت ہونی چاہیے۔ کسی نوع کا ہنگامہ دل چسپی تمہیں اپنے فرائضِ منصبی سے غافل نہ رکھے۔ ان کی تعلیم و تربیت کے کام میں تعطل، تساہل، تغافل اور ٹال مٹول ایک وقت کی بھی غفلت تمہیں اسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح گوارا نہ ہو۔ بچے دن میں تین تین بار کھانا کھاتے ہیں۔ صرف ایک وقت کھائے بغیر سو جائیں تو ماں تڑپتی ہے۔ اور وہ خوراک، جو روح کی خوراک تھی۔ کتنے دنوں سے بچوں کو نہیں دی گئی۔ اٹھارہ، بیس برس سے دی ہی نہیں گئی۔ مگر ہم کیسی مائیں ہیں جو بالکل مضطرب نہیں ہیں۔ روح کے اعتبار سے یہ کتنے فاقہ زدہ ہیں۔ سُوکھے کے مریض ہیں۔

''کالے'' کی داستان آگے بڑھی۔ کالے کو جب بھی دیکھا، اپنے ریوڑ کی خدمت کرتے دیکھا۔ سارا دن ٹہنیاں کاٹتا رہتا۔ بکریوں کی نازک مزاجی سے بھی آشنا تھا۔ وہ بکریوں کی ناز برداری بھی کرتا۔ ان کی نازک طبع کا لحاظ بھی کرتا۔ پتا نیچے گر جائے تو بکرے تو کھا لیتے ہیں بکریاں نہیں کھاتیں۔ لہٰذا وہ ان کے لاڈ نخرے اٹھاتا۔

کُلُکُمْ رَاعٍ تو اے ماں، اے استادِ محترم! تم بھی راعی ہو۔ تمہیں بھی تو بچوں کی مختلف طبیعتوں کا لحاظ کرنا ہوگا۔ ان کے مختلف ذوق، طبعی رجحانات سب سے آشنا ہونا چاہیے۔ سب بچے تو ایک جیسے نہیں ہوں گے۔ انہیں ایک ہی لاٹھی سے تو نہیں ہانکنا۔ یہ راعی ہے جو مزاج سے آشنا ہوتا ہے اور جُدا جُدا معاملہ کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے۔

پھر کہانی آگے بڑھی۔ کہ اس کالے کی آواز تھی یا جادو؟ اتنی جاذب آواز کہ بکریاں دوڑ دوڑ کر اس کے پاس آتیں۔ وہ اپنے ریوڑ کو اپنے نغموں سے سیٹیاں بجا بجا کر ہانکنے پکارنے والی آوازیں نکال کر اپنے قریب کر لیتا۔ کُلُکُمْ رَاعٍ۔ تم بھی تو قابلِ قدر استاد اور پیاری ماں راعی ہو۔ ایسا کیوں ہوا؟ کھویا گیا ہے تیرا جذبِ قلندرانہ۔ تمہاری پکار مستجاب کیوں نہیں؟ تمہاری آواز بے زاری کا باعث کیوں؟ تمہاری آواز کو بھی تو اسی طرح سے جاذب ہونا چاہیے۔

تم اتنے درد، اتنے سوز، اتنی تڑپ، اتنے اخلاص سے اتنی بے لوث خدمت کرو گی تو تمہارے بچے، تمہارے شاگرد، تمہاری رعیت لپک کر دوڑ کر تمہارے پاس آنے والی بنے گی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہاری بات کی منتظر ہو گی اور تمہاری آواز کو جھٹک نہ سکے گی۔

اچھا پھر یہ بات بھی سامنے آئی کہ وہ چرواہا وقت کا بہت پابند تھا۔ جو وقت چرانے کا ہوتا اس میں چل پڑتا۔ جو وقت پلٹنے کا ہوتا۔ اسی وقت واپس آ رہا ہوتا۔ وہ سرِ شام واپس آتا۔ مغرب سے پہلے پہلے وہ بکریوں کا دودھ دوہتا۔ وہ دودھ دوہنے سے ایک بار بھی یہ سوچ کر یا خود کو رعایت دے کر غافل نہ ہوتا، کہ آج تو شدید تھک گیا ہوں۔ اسے معلوم ہے چرواہا جانتا ہے...... کہ ایک بار بھی دودھ دوہنے سے غافل ہوں گا تو اس طرح بکریاں دودھ دینا کم کر دیں گی۔

كُلُّكُمْ رَاعٍ ...... تم بھی تو میرے پیارے استاد اور پیاری ماں! راعی ہو۔ تم بھی راعی کی طرح اپنی ڈیوٹی کو پہچانو۔ اوقاتِ کار کا تعین کرو۔ اوقات کو ضائع نہ کرو۔ سوچی سمجھی پلاننگ کے ساتھ کام کرو۔ صلاحیتوں کا استعمال بروقت نہ کرو گے تو صلاحیتیں دم توڑ جائیں گی۔ زنگ آلود ہو جائیں گی۔ کہیں یہ نہ ہو کہ تمہاری غفلت سے، تساہل سے، آرام طلبی سے ٹال مٹول سے، انسانی جوہر بیدار ہونے سے رہ جائیں، ایسے ہی جیسے بکریوں کا دودھ وقت پر نہ دوہا جائے تو وہ کم ہو جاتا ہے۔

پھر چرواہے کو یاد کر کے میری دوست کہنے لگی۔ ہاں! وہ اس معاملہ میں بہت حساس ہوتا کہ کہیں کوئی بھیڑیا یا کوئی خطرناک جانور سانپ وغیرہ میرے ریوڑ کو نقصان نہ پہنچا دیں۔

كُلُّكُمْ رَاعٍ ...... تو میں نے خود پر غور کیا۔ بحیثیت ماں، استاد مُدَرِّسہ، مُعلّمہ ...... ایک رعیت میری بھی ہے...... جس کے اردگرد اوپر نیچے دائیں بائیں ہر طرف بھیڑیئے ہیں۔

"اَلشَّيْطَانُ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ." (شیطان انسان کا بھیڑیا ہے) تم کیسی راعی ہو؟

مضطرب ہو نہ بے چین! نہ کسی کرب میں ہو نہ کسی تڑپ میں! کچھ بھی تو ہاتھ پاؤں نہیں مار رہی ہو۔ تم تو خود "جیو اور مزے کرو" کے فلسفہ پر جی رہی ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تم نے اپنی اولاد کو اور اس نسلِ انسانی کو جو تمہارے پاس روز پانچ، چھ گھنٹے بیٹھتی ہے۔ شیطان اور شیطانی قوتوں سے بچانے کی اب تک کتنی کوششیں کی ہیں جسے کل "مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ" کی خبر کی روشنی میں پیش کرو گی۔ "پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے۔"

تم نے اپنے اداروں میں، اپنے شاگردوں کو، اپنے جگر گوشوں کو، شیطان سے بچانے کا کیا اہتمام کیا ہے۔ وہ شیطان جوان کی فکر اور ایمان کو چیر پھاڑ کر تباہ کر رہا ہے۔ ڈش، کیبل، یہ موبائل، یہ نیٹ، یہ فحش لٹریچر، فحش مناظر، مخلوط محفلیں۔ اور اب تو حالت یہ ہے کہ

قوم کی وہ بیٹیاں کہ جن کو بننا تھا بتول
مدرسوں میں سیکھتی ہیں ناچ گانوں کے اصول

ہم تو خود مہندی کی رسمیں، شادی کی رسمیں، دلہنوں کا مقابلہ، فیشن شو، اپنی نسل کے عقیدے کو پھاڑنے، نظریہ کو تباہ کرنے کا پورا سامان بڑے فخر سے کر رہے ہیں۔ بس اتنا سوچ لو کہ پھر اس وقت کیا حال ہوگا جب تم سے پوچھا جائے گا؟

پھر میری دوست نے بات کو یوں آگے بڑھایا: میں نے خود چرواہے کو دیکھا کہ کیسے وہ اپنے ریوڑ کو زہریلی جھاڑیوں اندرائن وغیرہ جیسے کیڑے مکوڑوں میں چرنے سے روکتا تھا۔ اور یہ اہتمام وہ اس لیے کرتا تھا کہ اس کے دودھ اور جسم میں زہر یا کڑواہٹ کا اثر نہ ہو۔

کُلُّکُمْ رَاعٍ، تم بھی راعی ہو۔ یہ غیر قوموں کی نقالی کیا ہے؟ بے حیائی، فحاشی کے سارے دروازے کھول کر آج کی نسلِ نو کیسی تیار ہوئی ہے۔ کہاں تو اقبالؒ کا یہ کہنا کہ

تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں، اور آج کی نسل ڈش کیبل کے سائے میں پل کر جواں کی ہے۔ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اس کے بارے میں کل وہ مالک یوم الدین کس سے پوچھے گا؟ راعی تم کدھر تھے؟ تمہیں کچھ اور سوجھ کیوں رہا تھا؟

پھر وہ چرواہا (کالا) اتنا بیدار مغز، اتنا دردمند، اس درجہ خیال رکھنے والا تھا کہ اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ریوڑ میں سے کوئی ایک آدھ بکری بھی پہاڑی کے کنارے پہنچتی تو وہ جتاتی طاقت کے ساتھ دوڑتا کہ کہیں گر نہ جائے۔ وہ اس کو کناروں پر ٹہلنے کی اجازت نہ دیتا۔

كُلُّكُمْ رَاعٍ .....تم بھی راعی ہو.....اور یہ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا [البقرہ: ۱۸۷] (یہ اللہ کی قائم کردہ حدود ہیں ان کے قریب بھی مت پھٹکنا) اس کو عبور کرنے سے منع نہیں کیا جا رہا بلکہ اس کے قریب جانے سے منع کیا جا رہا ہے۔ مگر یہ ماں کیسی راعیہ ہے؟ یہ استاد کیسا راعی ہے؟ کہ جو جواز کے منڈیر پر خود بھی بیٹھا ہے اور سارے جواز، ساری تاویلیں، ساری رعایتیں گناہِ کبیرہ تک پہنچنے کے سارے دروازے کھول دیئے ہیں۔

تم تو راعی ہو تمہیں تو تڑپ کر منڈیروں پر ٹہلنے والے بچے کو پکڑ کر لانا تھا مبادا گر جائے۔ مگر تم تو کہتے ہو اس میں کیا حرج ہے کہ آستین غائب کر دی جائے۔ اس میں کیا حرج ہے کہ بے پردہ ہو جائیں۔ بھئی مخلوط تعلیم میں آخر کون سا حرج ہے۔

پھر یہ چرواہا ہے۔ جو اپنے ریوڑ کو مجتمع رکھتا ہے۔ منتشر نہیں ہونے دیتا، پیچھے رہ جانے والی بکری کو ریوڑ میں واپس لاتا ہے۔ كُلُّكُمْ رَاعٍ .....آج پورا معاشرہ انتشارِ فکر و عمل سے پھٹ چکا ہے۔ اس کی ذمہ داری بھی سب سے بڑھ کر ماں اور استاد پر آتی ہے۔

پھر وہ چرواہا جو اپنے ریوڑ کو نہلاتا ہے، ان کی اون، بال مونڈھتا ہے تاکہ جلد صاف رہے۔ کیڑے مکوڑے نہ چمٹیں۔ کانٹے نہ چبھیں۔ كُلُّكُمْ رَاعٍ .....تم بھی تو راعی ہو..... تطہیرِ افکار کا کام، تمہارا کام ہے۔ ہمارے اپنے گھر اور اداروں کے بچوں میں الحاد کا کانٹا ہے، تشکیک، منافقت، دورنگی، غیر قوموں سے مشابہت کی گندگی ہے۔ اسے کس نے صاف کرنا ہے؟ كُلُّكُمْ رَاعٍ .....اخلاق و کردار کی گندگیوں میں نہلانے اور پاک صاف کرنے کا کام آخر کس کا ہے؟

پھر اگر بکریوں کو چوٹ لگ جائے تو چرواہا کیسے کپڑا جلا کر اس کی راکھ سے اس کے زخم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھرتا ہے۔

کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

كُلُّكُمْ رَاعٍ ..... تم راعی ہو..... فکر و نظر کی کانٹے دار جھاڑیوں سے الجھنے سے بچانا ..... یہ آپ ہی کی ذمہ داری ہے۔

اور ہاں ایک نظارہ مجھے یاد آیا۔ مظفر آباد کے راستے میں بس سے گزرتے ہوئے ہارن کی تیز آواز سے بکریاں پریشان ہو جاتی تھیں۔ کنارے پر آ جاتیں اور گر جاتیں یا بسوں کے نیچے آ جاتیں۔ چرواہا بہت جھگڑتا۔ ہارن بجانے والے ڈرائیوروں سے۔ ہمارا کب جھگڑا ہے میڈیا والوں سے؟ رسائل و جرائد شائع کرنے والوں سے، تعلیمی پالیسی بنانے والوں سے کہ کیوں برباد کرتے ہو ہماری نسلیں۔ سفر میں، حضر میں، دشمن کی یلغار سے، شب خوں سے بچاؤ کا اہتمام آپ کا کام ہے۔ اغوائے شیطانی سے حفاظت کا کام راعی کا ہے۔

بُری صحبت، گمراہ کن موضوعات، بیکاری، تضییعِ اوقات سے کون روکے گا۔ غلط نظریات، غلط گروپوں، ائمہ ضلالت سے کون آگاہ کرے گا۔ آج کی نسل جس بے حیائی کے سیلاب میں خس و خاشاک کی مانند بہے چلے جا رہی ہے، اس نسل کا حساب کس سے ہوگا؟

كُلُّكُمْ رَاعٍ ..... كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ ..... تم مسئول ہو..... تم نے مصیبت میں انہیں تنہا کیوں چھوڑا؟ مزا تو جب ہے کہ گرتے کو تھام لے ساقی

تم دستگیری کرو، خیالات کی تطہیر کرو، اخلاق و کردار کا تزکیہ کرو۔ پھر یہ بھی ہمیں سوچنا ہے کہ راعی یہ ساری محنت آخر کیوں کرتا ہے؟

اسی لیے کہ اس کے ریوڑ کا جو مقصدِ حیات ہے وہ پورا ہو، بکریاں دودھ دینے کے قابل بن جائیں۔ بھیڑ بکریوں کا گوشت توانا ہو، صحت و توانائی دینے والا ہو۔ جس انسانی خدمت کے لیے نسلِ انسانی کے اس ریوڑ کو تمہارے سپرد کیا ہے۔ اس کا مقصد بھی تو پورا ہونا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كُلُّكُمْ رَاعٍ .....تم سب بھی اسی طرح ذمہ دار ہو، نگران ہو، یہ جو انسان تمہارے حوالے کیے گئے ہیں عبث تو پیدا نہیں کیے گئے تھے۔ ان کی زیست کا بھی ایک مقصد ہے۔ عظیم ترین مقصد۔ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ .....تم اقوامِ عالم میں ممتاز ترین، اشرف ترین گروہ ہو۔ "أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" تمہیں انسانیت کی ایک خاص خدمت کے لیے پیدا کیا گیا۔ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ [آل عمران: ۱۱۰].....انسانیت کا وہ کارواں جس کا تمہیں سپہ سالار بنایا گیا.....اس کا تو مشن ہی یہ ہے کہ اسے اس دنیا میں نیکی کو قائم کرنے والا اور بدی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والا بنا کر کھڑا کر دو۔ تمہاری بیٹیاں ہوں یا تمہارے بیٹے ہوں۔ وہ اس قابل بنیں کہ ان کے دم سے سارے عالم میں نیکیاں قائم ہوں اور برائیاں ختم ہو جائیں۔ نظامِ کفر دم توڑ دے اور اسلام کا غلبہ ہو جائے۔

مربیانِ کرام! اس عظیم مشن کے لیے صرف اتنا کافی نہیں ہے کہ آپ اس بات پر مطمئن ہو جائیں کہ آپ کے ہاتھوں ایک ایسی نسل تیار ہو جو نیکی کو صرف پسند کرتی ہو۔ جب تک نیکی صرف پسندیدگی کی حد تک ہے۔ اس وقت تک بات صرف اتنی ہے کہ خود قبول کر لی۔ اس کے لیے تو نیکی سے بے انتہا محبت اور نیکی سے والہانہ عشق پیدا کرنا ہے۔ کہ جس کے اندر یہ دم خم ہے کہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ جب تک ہر جگہ پر نیکیاں بالفعل قائم نہ ہو جائیں، اور اپنی نسل کے بارے میں آپ صرف اس بات پر مطمئن نہ ہو جائیں کہ انہیں برائی بُری لگتی ہے۔ نهي عن المنكر جس امر کا نام ہے وہ برائی کو صرف بُرا سمجھنا نہیں۔ ہر برائی سے نفرت اور صرف نفرت نہیں ہر بُرائی کا جانی دشمن بنانا مقصود ہے۔ اپنی نسلوں میں نیکی سے والہانہ عشق پیدا کرنا اور انہیں بدی کا جانی دشمن بنانا، یہ ہمارا وہ کام ہے۔

مسئول عن رعیتہ .....جس کے بارے میں ہم جوابدہ ہیں۔

ماں ہو کر بھی، استاد ہو کر بھی، اس تربیت کے لیے میرے پاس اگر وقت نہیں ہے تو کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی اور آئے گا؟ کوئی کام کر بھی جائے تو جو جواب دہی مجھے کرنا ہوگی ..... اس کا کیا ہوگا..... اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنَا حِسَابًا یَّسِیْرًا. (اے اللہ! ہم سے آسان حساب لینا)

راعی کی اپنے ریوڑ سے بے پناہ محبت، والہانہ لگاؤ اور اس کی ہمہ وقت خاطر مدارت کی طرف بھرپور توجہ رکھنے کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ معاً میری ایک اور محترم بہن بولیں کہ راعی کو اب اپنے ریوڑ سے ایسی محبت بھی نہیں ہونی چاہیے کہ جب اسے قربان کرنے کا وقت آئے تو وہ شور مچا دے، ہنگامہ برپا کر دے۔ اس نے تو اسے اسی دن کے لیے تیار کیا تھا کہ یہ بھیڑ بکریاں قربان ہو کر انسانیت کے کام آئیں۔ کہنے لگیں: کُلُّکُمْ رَاعٍ کے الفاظ ہم سے بھی تو یہی تقاضا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو سربلند کرنے اور باطل کو سرنگوں کرنے کے راستے میں اپنے مقصدِ زیست کی خاطر ہماری تحویل میں جو نسل دی گئی ہے اسے جان کی قربانی دینا پڑے تو یہ بات ہمارے لیے بھی اسی طرح باعثِ سکون، باعث خوشی اور باعثِ راحت ہو۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جائزہ عمل:

1۔ اپنی ذمہ دارانہ حیثیت کا واقعی کوئی احساس ابھرا؟

2۔ اپنی مسئولیت کے اس احساس نے آپ کی توجہات کو اپنے اصلی محاذ پر مرکوز کرنے میں مدد دی؟

.....

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے بچوں کو ہم کیا سکھائیں؟

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ: "يَاغُلَامُ! اِنِّيْ اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ، اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تِجَاهَكَ وَاِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ. رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ.

[سنن الترمذی ابواب صفة القيامة والرقائق والورع عن رسولِ اللّٰه ﷺ]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکے میں تجھے چند باتیں سکھاتا ہوں:۔

- تم اللہ کی حفاظت کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔
- تم اللہ کی حفاظت کرو تو اسے اپنے سامنے پاؤ گے۔
- جب تمہیں مانگنا ہو تو اللہ سے مانگو۔
- جب مدد کی ضرورت ہو تو اللہ سے مدد طلب کرو۔
- اور یہ بات جان لو کہ مخلوق اگر تجھے نفع پہنچانے پر اتفاق بھی کرے تو وہ نفع نہیں پہنچا سکتی مگر اسی قدر جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے۔
- اور اگر سب لوگ مل کر تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے مگر جو اللہ نے لکھ دیا ہے۔
- لکھنا بند ہو چکا ہے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
قَالَ كُنْتُ	کہا میں تھا
خَلْفَ	پیچھے
اِنِّیْ اُعَلِّمُکَ	بے شک میں سکھاتا ہوں تجھ کو
اِحْفَظْ	تم حفاظت کرو
یَحْفَظْکَ	وہ حفاظت کرے گا تمہاری
تَجِدْهُ تجاهک	تو پائے گا اسے سامنے
اِذَا سَأَلْتَ	جب تم مانگو
فَاسْأَلْ	پس مانگو
اِسْتَعَنْتَ	تم مدد طلب کرو
فَاسْتَعِنْ	پس تم مدد چاہو
وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ	اور جان لے یہ کہ کوئی گروہ
اِجْتَمَعَتْ	جمع ہو جائے/متفق ہو جائے
یَنْفَعُوْکَ	وہ نفع دے تجھ کو
کَتَبَهُ	لکھ دیا اس کو
رُفِعَتِ الْاَ قْلَامُ	اٹھا لیے گئے قلم (جمع)
وَجَفَّتِ الصُّحُفُ	اور خشک ہو گئے صحیفے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ایک عظیم الشان حدیث ہے۔ جامع ترین ہے۔ دین کے بنیادی عقائد اور دین کے بنیادی اصول وقواعد پر مشتمل ہے۔ ابن جوزیؒ اپنی کتاب "صید الخاطر" میں لکھتے ہیں۔

''میں نے اس حدیث پر غور وفکر کیا تو اس نے مجھے حیرت زدہ کر دیا اور اگر میں اس حدیث سے لاعلم رہتا تو قریب تھا کہ میں ناسمجھ ہی رہتا، بڑا ہی قابلِ افسوس ہے وہ شخص جو اس حدیث سے لاعلم رہا اور اس کے معنی سمجھنے میں کم فہمی کا شکار رہا۔''

پھر اس حدیث کی عظمت کا اعتراف امام ابن رجبؒ نے بھی اپنی کتاب "نور الاقتباس" میں کیا ہے۔ حدیث کے متن کو سمجھنے سے پہلے چند باتیں مزید سمجھنا ضروری ہیں۔

سفر ہو یا حضر، ایک مربی تعلیم وتربیت کے فریضہ سے غافل نہیں ہوتا۔ دنیا کے سب سے بڑے مربی اعظم سفر کی حالت میں ہیں لیکن تربیت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ مختصر، مفید اور جامع کلام کے ذریعہ علمِ نافع کا فیضان ہر دم کیسے جاری رکھتے ہیں۔ جب کہ ہم نے اپنے بچوں کے ہمراہ جانے کتنی کتنی بار کہاں کہاں کا سفر نہ کیا ہوگا مگر کیا دورانِ سفر تعلیم وتعلّم کی طرف توجہ رہی؟ اور کیا کل بچے یہ گواہی دے سکیں گے کہ امی، ابو نے یہ بات مجھے فلاں سفر میں اس طرح سمجھائی تھی۔ ہم سب لوگ جو "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" [الاحزاب: ۲۱] کا درس دینے والے ہیں، ہمیں بھی تو دورانِ سفر حضور ﷺ کے سفر کے دوران اس اندازِ تربیت کو یاد رکھنا چاہئے۔

عربی زبان میں ''غلام'' دودھ چھڑانے سے لے کر بلوغت تک کی عمر والے کو کہتے ہیں۔ گویا کہ یہ وہ باتیں ہیں جو بہت چھوٹی سی عمر میں دل میں بٹھانے اور دل میں جمانے کی ہیں۔ مسلمان اپنے بچوں کی تربیت کا آغاز ننھی سی عمر سے شروع کر دیتا ہے اس لیے کہ بچپن کی تعلیم ایسی ہے گویا "اَلنَّقْشُ كَالْحَجَرِ" پتھر پر نقش۔ اکھاڑے نہ اکھڑے۔ جم جائے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گہرا ہو جائے، دل پر چپک کر رہ جائے۔ یہ عمر ہم سب کی گزر گئی ہے۔ آپ خوش نصیب ہیں کہ ابھی عمر بہت آگے نہیں بڑھی ہے، آپ یہ باتیں دل و جان سے سیکھ لیں تاکہ اپنے ننھے منے بہن بھائیوں، بچوں کو سکھانے والی بن جائیں۔ بچپن اور لڑکپن کی باتیں جب کہ بچہ نشو و نما کے مدارج طے کر رہا ہو، یہ باتیں اسی وقت سکھانے کی ہیں تاکہ اس کے ننھے سے دل و دماغ کے رگ رگ ریشہ ریشہ میں سرایت کر جائیں۔

جو باتیں حضور ﷺ سکھا رہے ہیں ان سب کا تعلق انسان کے عقیدہ سے ہے۔ اب عقیدہ کیا چیز ہے؟ کیا عقیدہ صرف آپ کی سوچ اور رائے کا نام ہے؟ ہرگز نہیں۔ علم، سوچ، خیال، رائے اور عقیدہ میں زبردست فرق ہے اور اسے بھی ابتداء سے سمجھ لینا چاہیے۔ جہاں تک علم، رائے، خیال اور سوچ کا تعلق ہے، وہ تو انسان کے دائرہ معلومات میں ایک چیز کے اضافہ کا نام ہے۔ جب کہ عقیدہ اس علم کو کہتے ہیں جس پر یقین انسان کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ خون بن کر رگوں میں اترتا ہے اور اسے سرگرمِ عمل رکھتا ہے۔ عقیدہ انسان کی ہڈیوں کے گودے میں اور اس کے دل کی گہرائیوں میں پیوست ہوتا ہے۔ یہ عقیدہ ہے جو انسان میں روحِ حیات پھونکتا ہے۔ یہ دل اور دماغ دونوں میں عزم و یقین کی فراوانی ہے، جہاں خدشات کا نام و نشان نہیں ہوتا۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

یہ عقیدہ کی طاقت ہے جو خطرات کو عبور کرتی ہے۔ پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہلا دیتی ہے۔ زمانے کا رخ پھیرتی ہے اور تاریخ کی گردش کو بدلتی ہوئی آگے بڑھ جاتی ہے۔

اس حدیثِ پاک میں سات باتیں ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھائی ہیں۔ یہ باتیں ہر وقت ہر لمحہ ہر مقام پر، ہر معاملہ میں ہمارے اندر خون کی طرح گردش کرنی چاہئیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ساتوں باتیں ہماری ہڈیوں کے گودے میں ہونی چاہئیں اور یہ وہ باتیں ہیں جو ہمارے دل کی گہرائیوں میں اس طرح سے پیوست ہونی چاہئیں کہ ہماری ایک ایک نقل وحرکت ان کی موجودگی کی شہادت دینے والی ہو۔

ان میں سے پہلی بات یہ ہے "اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ" تم اللہ کی حفاظت کرو اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا۔ اللہ کی حفاظت..... اس ذات پاک کی حفاظت جو خود محافظ ہے۔ "فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا" جو خود مہیمن ہے اس کی حفاظت اور ہم کریں؟ جو خود ہر لمحہ اس کی حفاظت کے محتاج ہیں۔ یہ کیسی بات ہے؟ شارحینِ حدیث لکھتے ہیں یہ بات ایسی ہے جیسے سورۃ محمد ﷺ میں کہا گیا:

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ [آیت نمبر :۷]

"اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو پھر وہ بھی تمہاری مدد کرے گا۔"

یا پھر جیسے سورۃ البقرۃ میں کہا گیا فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ [آیت نمبر:۱۵۲]

"پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔"

احفظ اللّٰہ سے مراد یہ ہے کہ تم اللہ کے دین کی حفاظت کرو۔ اصلاً یہ ذمہ داری اللہ ہی کی ہے "وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" [سورۃ الحجر:۹] کہ وہ اپنے دین کی حفاظت کرے اور اصل کے اعتبار سے تو یہ اُسی کا کام ہے "وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ" [الصف:۸] کہ اللہ اپنے نور کا اتمام کر کے رہے گا۔ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ [المائدہ:۴۸] لیکن یہ اس کا قاعدہ نہیں ہے کہ محض اپنے کلمۂ کن سے دین کی حفاظت کرے جب کہ اس کا حکم کافی ہے اس بات کے لیے کہ اشارہ کرے تو دین غالب ہو جائے۔ تمہارا امتحان لینا اسے مقصود ہے: لِيَبْلُوَكُمْ تم اس کے دین کی حفاظت کرتے ہو یا نہیں۔

اِحْفَظِ اللّٰهَ سے مراد یہی ہے کہ تم اللہ کی قائم کردہ حدود کی حفاظت کرو کہ کہیں ٹوٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ جائیں۔ کبھی بھولے سے بھی ان کے قریب نہ جاؤ مبادا عبور کرلو "تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَقْرَبُوْھَا" یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدود ہیں، تم ان کے قریب بھی نہ پھٹکنا۔

احفظ اللّٰہ سے مراد یہ بھی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرو کہ کہیں پامال نہ ہوتے رہیں۔ تم اس کے اوامر کو ہر قیمت پر بجالاؤ اور اس کے نواہی سے ہر قیمت پر اجتناب کرو۔

اِحْفَظِ اللّٰہ سے مراد حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰاتِ [البقرہ:۲۳۸] بھی ہے کہ اپنی نمازوں کی اس طرح سے حفاظت کرو کہ وہ اپنی اصل روح کے ساتھ بروقت ادا ہوں۔ عملی زندگی کے ایک ایک پہلو میں ہمیں اللہ کا مطیع و فرمانبردار بنا رہی ہوں اور دنیا کے نظام میں اسی کی کبریائی قائم کرنے کی خدمت پر ہمیں کمربستہ رکھیں۔

احفظ اللّٰہ سے مراد یہ بھی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ جسم و جان کی حفاظت کرو۔ جیسے آنکھ، کان، دل، دماغ، شرمگاہ، پیٹ، زبان، مبادا نافرمانی میں استعمال ہوجائیں۔

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُوْلٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا ۔[بنی اسرائیل: ۳۶]

"یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے قوانین اور عطا کردہ شریعت کی حفاظت کا عملاً نفاذ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے تمام تر احکامات کی پاسداری، نہ خود اسے نظر انداز کرنے کی جسارت کرو، نہ کسی باطل قوت کا غلبہ برداشت کرو۔ تم اللہ کے دین کی حفاظت کیسے کر سکتے ہو؟ جب کہ غیر اللہ کے دین، نظامِ کفر کا غلبہ ہو اور تم اس کے ماتحت اپنی انفرادی زندگی میں جزوی اطاعت پر راضی ہو۔

احفظ اللّٰہ سے مراد یہ بھی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ وقت کی حفاظت کرو کہ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضائع نہ ہو، لایعنی، بے مصرف، بے مقصد، بے ہدف باتوں اور کاموں میں برباد نہ ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ تم اللہ کے دین کی حفاظت کیسے کرو گے؟ تو اس کے لیے اول ذمہ داری یہ ہے کہ اس دین کو پکڑا تو جائے، حاصل تو کیا جائے۔ بازار سے لائے ہوئے سودے کی حفاظت سودے کو ہاتھ لگائے بغیر کیسے ممکن ہے؟ بازار سے لائی ہوئی سبزی گوشت کی حفاظت تو تمہیں اٹھنے پر، سودے کو پکڑنے پر اور سنبھالنے پر مجبور کرتی ہے تو کیا اللہ کا دین تمہاری نگاہ میں اس سے کمتر ہے؟ معاذ اللہ کتنے برس گزر گئے ہم نے اس دین کو حاصل ہی نہیں کیا۔ دین سے ہمارا ایسا رشتہ اور اسلام سے ہماری وابستگی اتنی ہے ہی نہیں کہ اس کی بربادی ہمیں بے چین و مضطرب کر دے۔ کافر تو ایڑی چوٹی کا زور لگا کے اللہ تعالیٰ کے دین کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ کیا ہمیں اللہ کے دین کو نقصان سے نہیں بچانا ہے؟ جب کہ اس دین کا محافظ تو ہم کو بنایا گیا تھا۔

"اِحْفَظِ اللّٰهَ کی پکار ہمیں اللہ کے دین کو حاصل کرنے، اللہ کے احکامات کو یاد رکھنے، اس پر عمل کرنے، اس کو روئے زمین پر جاری و ساری کرنے کے راستے پر مستعد و سرگرم کر رہی ہے۔ سورۃ ق میں مومن کی صفت یہی بتائی گئی ہے کہ وہ "اواب حفیظ" ہے۔

"اِحْفَظِ اللّٰهَ" کے بعد جو اگلی بات حضور ﷺ ہمیں سمجھا رہے ہیں وہ ہے یحفظک کہ اگر تم اللہ کی حفاظت کرو گے تو وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ وہ تمہیں زمانہ بھر کی گندگیوں غلاظتوں، مایوسیوں اور پریشانیوں سے ہمیشہ بچائے رکھے گا۔ تم اپنا فرض پہچان لو۔ وہ اپنا فرض ادا کرے گا۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا [النساء: ۱۲۲] "اللہ سے بڑھ کر اور کس کی بات سچی ہو سکتی ہے؟" یا..... وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ "اور اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدہ کو وفا اور کون کر سکتا ہے"؟ اللہ تعالیٰ تمہیں غم، حزن، رنج، مایوسی، گھبراہٹ، پریشانی، انتشارِ فکر و عمل سے بچا لے گا۔ اس نے تمہاری حفاظت کا ذمہ لیا ہوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس کی شریعت اس کا دین عملاً قانوناً قائم کرنے کے لیے تن من دھن سے لگ جاؤ کہ وہی تمہاری حفاظت کا ضامن ہے۔

احفظ اللّٰہ تجدہ تجاھک: یہ دوسری بات ہے جو ہمارے جسم میں خون کی گردش کی طرح ہر دم رواں رہنی چاہیے۔ یہ بات کہ اگر تم اللہ کے دین کی حفاظت پر کمر بستہ رہو گے، اگر تم فی الواقعی خیر و شر کے معرکہ میں اللہ کے دین کے محافظ بن کر میدانِ عمل میں اتر جاؤ گے تو پھر تم مطمئن ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ اپنی راہ کے ایک ایک سپاہی کے ساتھ ہوتا ہے۔**تجدہ تجاھک** ۔تم اسے ہر دم اپنے سامنے پاؤ گے۔ وہ تمہیں اس طرح سے دیکھتا ہے اور تمہاری گفتگو اور تمہیں ستانے اور تکلیف پہنچانے والی اذیت ناک باتوں کو اس طرح سے سنتا ہے کہ کوئی آڑ بیچ میں نہیں ہوتی۔ کوئی مغالطہ نہیں جس کا وہ شکار ہو سکے۔ اور تم بھی اسے یعنی اس کی رحمتِ خاص کو، اس کی تائید و نصرت کو یوں دیکھو گے گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی حجاب نہیں کوئی آڑ نہیں، کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے۔

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ [الرحمن:۲۹] ہر آن بلاشبہ وہ ایک نئی شان کے ساتھ تمہارے سامنے آتا ہے۔**هُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ** [الحدید:٤] ۔تم جہاں کہیں ہوتے ہو وہ تمہارے ہمراہ ہوتا ہے۔ تم اس کے دین کی حفاظت میں سرگرم ہو گے تو وہ سامنے آ کر اس کی راہیں ہموار کر دے گا۔**لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا** [العنکبوت:٦٩]۔ کیوں کہ یہ اس کا وعدہ ہے ۔تم اس کے عطا کردہ وقت کی حفاظت کرو گے تو وہ تمہارے اوقات میں غیر معمولی برکت شامل کر دے گا۔ تم اس کے دین کی حفاظت کے لیے اپنے دل و دماغ کی طاقتیں، اپنی صحت و توانائی وقف کرو گے تو حضور کریم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی اس بات کو یقیناً سچ پاؤ گے کہ **تَجِدْهُ تِجَاهَكَ**۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تم دیکھو گے کہ وہ کیسے تمہیں صحت و طاقت سے نوازتا رہے گا۔ دنیا جن الجھنوں کا شکار ہے جن بکھیڑوں میں پڑی ہلکان ہو رہی ہے وہ تمہیں اس تمام پراگندگیِ فکر و عمل سے کیسے محفوظ رکھے گا

غمِ جہاں سے جسے ہو فراغ کی خواہش
وہ ان کے دردِ محبت سے ساز باز کرے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امی جان کو دیکھیے۔ کیسے اللہ کے حکم کی حفاظت کی۔ اپنے جگر گوشہ کو پانی کی لہروں کے حوالہ کر دیا۔ پھر **تجدہ تجاھک**۔ امِ موسیٰ نے اپنے سامنے اللہ تعالیٰ کو پالیا۔ یہ کہتے ہوئے **لَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْہُ اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ**۔ [آیت نمبر: ۷ القصص] ''اور کچھ خوف اور غم نہ کر ہم اسے تیرے ہی پاس لے آئیں گے اور اس کو پیغمبروں میں شامل کریں گے۔''

نبی پاک ﷺ اور آپ کے ساتھیوںؓ نے ایمان و استقامت، دعوت اور ہجرت و جہاد کی راہوں میں قدم قدم پر کیسے اپنے رب کو اپنے سامنے پایا۔ غزوات و سرایا کی داستانیں **تجدہ تجاھک** کی کیسے کیسے تشریح کرتی نظر آتی ہیں۔ آج بھی نیٹو کی تمام تر افواج اپنے بھاری بھرکم اسلحہ کے ساتھ اللہ کے محافظوں پر قہر برسا رہی ہیں مگر اللہ کے ان سپاہیوں کی آخر کس سے ملاقات ہوتی ہے کہ جو ان کے دشمن پر قوت و ہیبت میں اضافہ کر دیتی ہے اور دشمن کو دہشت زدہ رکھے ہوئے ہے۔ آپ سب بھی اپنی مختصر سی زندگی کے مشاہدات کو یاد کریں تو قدم قدم پر الحمدللہ آپ بھی بے شمار واقعات ایسے پائیں گے **تَجِدْہُ تِجَاھَکَ** جس میں آپ کا رب آپ کے سامنے آتا ہوگا۔ آپ کا ہاتھ تھام لیتا ہوگا۔ آپ کی دستگیری فرماتا ہوگا۔

تحریکِ اسلامی حلقہ خواتین کی روحِ رواں ام زبیر صاحبہ کا نام تو آپ نے سنا ہی ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شدید ترین علالت کے باوجود راہِ حق میں ان کی بے تابانہ سرگرمیاں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔
ایک بار ٹانگ کا آپریشن ہوا۔ بخار کی شدت میں تھیں اور دانت کی تکلیف کے باعث دانت بھی نکلوانے پڑے۔ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے لیے بضد ہوئیں کہ مجھے جانا ہے۔ اب سوچتی ہیں بولوں گی کیسے دانت تو ہیں نہیں۔ کہنے لگیں رہا سوہنیاں اَج تے توں میرا دندبن جا۔ یہ تھی وہ لگن جس کے سچے جذبوں کے آگے اعذار ہیچ تھے۔ اسٹیج پر چڑھ گئیں اور بولنا شروع کر دیا۔ **تجدہ تجاھک**..... تم اس کے دین کی حفاظت کرو تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے۔ تم چل کر آتے ہو وہ دوڑ کر آتا ہے ۔

جلوہِ بے حساب سے بھر دے تمام کائنات
میری نگاہِ شوق کو حسرتِ انتخاب دے

تیسری بات جس کی نصیحت حضور ﷺ فرما رہے ہیں۔ بچپن ہی میں ہر بچے کو سکھائی جانے والی بات.....اس کے دل و دماغ رگ رگ، ریشہ ریشہ میں اتاری جانے والی بات۔ وہ یہ کہ **اِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰہَ**۔ جب مانگنا ہو تو اللہ سے مانگ۔

مانگنے کے محتاج تو ہیں ہی اس لیے کہ ہم سب فقیر ہیں۔ میں بھی، آپ بھی، آپ کی امی اور ابو بھی، بہن بھی، بھائی بھی، آپ کا ننھیال بھی، ددھیال بھی، سب محتاج ہیں، ضرورت مند ہیں۔ سب سوالی ہیں۔ آقا، داتا بخشنے والا اور عطا کرنے والا صرف اور صرف ایک ہے۔ اس لیے کہ **لِلّٰہِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ**[المنافقون:۷] زمین و آسمانوں کے خزانوں کا مالک صرف وہی ایک ہے۔ **لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ**[یونس:۵۵] زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسی کا ہے۔ مانگنے پر ہر کوئی ناراض ہوتا ہے۔ فرمائشیں بڑھ جائیں تو امی ابو بھی ٹوک دیتے ہیں۔ نانی دادی جان بھی سمجھاتی ہیں، ٹوکتی ہیں کہ اب بس بھی کرو۔ مگر ہاں صرف وہی ایک ہستی ہے جو تمہارے سوال کرنے پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خوش ہوتی ہے۔ مانگو گے تو خوش ہوگی۔

جو بن مانگے بھی دیتا ہے
سو مانگو گے تو دے دے گا

ہاں یہ ایک ایسی ہستی ہے جو نہ مانگنے پر تم سے ناراض ہوتی ہے۔ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ۔ [الفرقان:۷۷] کہہ دیجئے (اے نبیؐ) میرے رب کو تمہاری کیا حاجت پڑی ہے اگر تم اس کو نہ پکارو'۔ کس کے پاس ایسا خزانہ ہے جو لٹا کر بھی اسی طرح بھرا ہوا ہے جو کبھی بحران کا شکار نہیں ہوتا۔ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ [المائدہ:٦٤] بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔ وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ [ق:۳۵] اور ہمارے پاس (دینے کو) اس کے سوا بہت کچھ ہے۔ اسی لیے تو ماسوا سے مانگنے سے منع کیا گیا اور صحابہؓ نے اس پر پورا پورا عمل کیا۔ کوڑا اگر گر جاتا تو یہ بھی نہ کہتے کہ پکڑا دو۔ اپنی ضرورت صرف اور صرف اللہ ہی کے سامنے رکھو۔

وہ ایک فقیر کی کہانی سنی ہوگی جو بادشاہ کے پاس مانگنے آیا۔ دیکھا کہ بادشاہ نے تو خود ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے مالک الملک کے سامنے۔ اس نے کہا۔ میں کتنا نادان ہوں میں براہ راست اسی مالک الملک ہی کو کیوں نہ پکاروں۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ [الزمر:۳٦] کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟

آپ کو سکون چاہیے، کامیابی چاہیے۔ آپ کو جو کچھ چاہیے صرف اور صرف اللہ سے مانگو۔ مشورہ چاہیے، رہنمائی چاہیے۔ پہلے اوروں سے لیتے نہ پھرو سب سے پہلے اللہ سے مانگو۔ ؎ میرا نشیمن بھی تو شاخِ نشیمن بھی تو

اگلی بات۔ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ ''جب تمہیں مدد چاہیے تو اللہ سے مدد چاہو۔'' محسوس یہ ہوتا ہے ہم ایسا ہی کرتے ہیں لیکن نہیں! ہر ایک ''مددگار'' سے مایوس ہو کر پھر سب سے آخر میں اس حامی و ناصر کے پاس آتے ہیں۔ ہر ایک معاملہ میں پہلے اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مدد طلب کرو۔ پہلا رجوع اللہ کی طرف ہو۔ اللہ سے مدد مانگے بغیر جب آپ دوست سے، امی سے، ابو سے مدد مانگتے ہیں تو بسا اوقات مایوسی ہو جاتی ہے۔ اگر اللہ سے مدد مانگنے کے بعد آپ کسی اور سے تعاون مانگتے ہیں۔ تو آپ کو مدد مل جاتی ہے کہ مدد کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے۔

ہم تو جی اپنی عملی زندگی میں بھاری بھرکم جہیز سے، بھاری بھرکم بری سے، اونچی بلند ڈگریوں سے، کوٹھیوں سے، پوزیشن سے، کاروں سے، شاندار سٹیٹس سے، شاندار جاب سے مدد مانگتے ہیں۔ مدد کے لیے ہمارا مان انہی چیزوں پہ ہوتا ہے۔ ہاں جب ٹھکرائے جاتے ہیں تو پھر اللہ اللہ پکارتے ہیں۔

پھر پانچویں اور چھٹی بات جو آپ فرما رہے ہیں یہ بات بھی لڑکپن ہی میں قلب و ذہن میں بٹھانے اور جمانے کی ہے، وہ یہ ہے کہ نفع کل کا کل سوفی صد اور نقصان کل کا کل سوفی صد اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ہم ڈگریوں کو، Status کو، دنیوی ٹھاٹھ باٹھ کو اونچے اونچے مناصب کو، اعلیٰ خاندانوں کی پشت پناہی کو نفع بخش سمجھتے ہیں حالانکہ ان میں سے ایک چیز بھی ایسی نہیں جو آپ کو نفع دے سکے۔ جب تک اللہ انہیں آپ کے لیے نافع نہ بنائے۔ اس لیے ہماری تمام تر توقعات، آرزوؤں، امیدوں اور وابستگی کا مرکز و محور صرف اور صرف اللہ کی ذات ہو۔ کائنات کے مالک سے بنا کر رکھو اس کے وفادار بن کر رہو، اس سے اپنا معاملہ کیوں بگاڑ کر رکھتے ہو۔ جس کے ہاتھ میں تمہارا صد فی صد نفع و نقصان ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اور آخری بات جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو نوعمری میں حضور ﷺ ذہن نشین کروا رہے ہیں اس کا تعلق بھی عقیدے سے ہے۔ یعنی یہ بات بھی اسی لائق ہے کہ ہماری ہڈیوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے گودے تک پہنچ جائے۔ رگ رگ میں سرایت کر جائے۔ خون کی طرح ہماری فکر، سوچ، عمل میں گردش کرتی رہے کیا بات؟ یہ کہ لکھنا بند ہو چکا ہے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں، تقدیر پر ایمان و یقین، اللہ کی لکھی کوئی مٹا نہیں سکتا۔ رب کے فیصلے اٹل ہیں۔ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ [ھود: ۱۰۷] جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کے لکھے ہوئے کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ جن حالات میں جس صورتِ حال میں، جس آزمائش سے، اس نے تمہیں دوچار کیا یہ پہلے سے لکھا جا چکا ہے۔ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ. [التغابن: ۱۱] لہٰذا اگر اس بات کو مان لیا ہے تو پھر اپنی زندگیوں سے ''اگر مگر'' نکال دو۔

بچیوں میں یہ بات بالعموم پائی جاتی ہے اور انہیں معاشرہ کی طرف سے باور بھی کروایا جاتا ہے کہ شادی ٹھیک جگہ نہیں ہوئی۔ اور یوں وہ اپنے قیمتی متاعِ حیات کو برس ہا برس ضائع کر دیتی ہیں۔ ریاض کی شاندار یونیورسٹی سے فارغ التحصیل بچی کا خیال آ گیا۔ کہ جس کی شادی ایک پسماندہ گاؤں میں ہوئی۔ مگر الحمدللہ کہ یہ عقیدہ دل و دماغ میں پیوست تھا۔ اس کے سوچنے کا انداز یہی تھا کہ یہ تو طے شدہ بات تھی رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ۔ اس سے بچنا تو ممکن نہ تھا۔ میں کیوں اس خیال میں گھلوں اور اپنے اوقات اور صلاحیتوں کے قیمتی جوہر کو ضائع کروں بس مجھے سوچنا صرف یہ ہے کہ ان حالات میں کیا کروں کہ وہ مجھ سے ناراض نہ ہو۔ یہ عقیدہ جب رگوں میں اتر جاتا ہے تو آدمی راضی برضا ہو جاتا ہے۔ خواہ مخواہ کی ٹوٹ پھوٹ سے بچتا ہے۔ اس لیے کہ اسے معلوم ہے کہ جو کچھ عالمِ واقعہ میں ہوا اس کی لاعلمی میں نہیں ہوا۔ کائنات کی مہار لمحہ بھر کے لیے بھی اس کے ہاتھ سے نہیں چھوٹی، پتہ نہیں گر سکتا جب تک کہ اس کا حکم نہ ہو اور اس کا علم اور اس کے ہر حکم میں حکمت اور بھلائی ۹۹ فیصد نہیں سو فیصد ہے۔

لہٰذا حدیث کے یہ الفاظ ہر معاملہ میں اندازِ فکر مثبت رکھنے کی تعلیم دے رہے ہیں۔ منفی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اندازِ فکر...... کہ ایسا ہوا ہی کیوں؟ آپ کو جینے نہیں دے گا۔ ہر لمحہ بے چین اور مضطرب رکھے گا۔ اسی موقع پر وہ حدیث بھی پیشِ نظر رہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اِعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ (اسے اونٹ کو باندھ اور پھر توکل کر) ہاتھ پاؤں توڑنے کی اجازت ہرگز نہیں ہے بکوشش اپنی ممکنہ حد تک لازم ہے۔ اس کے بعد جو کچھ پیش آئے اس میں بہتری کی تدابیر کی ذمہ داری سے بھی آپ فارغ نہیں ہیں ۔ یہ حدیث تو ''تقدیر'' پر رونے دھونے، ماتم کرنے، ہاتھ پاؤں توڑنے، مایوسیوں اور گھبراہٹوں اور شکوہ و شکایات کے دفتروں میں عمر عزیز ضائع کرنے سے روک رہی ہے۔

جائزہ عمل:

1۔ کیا میں نے اِحْفَظِ اللہ کا اہتمام کیا؟

2۔ کیا کبھی میں نے اللہ کو سامنے پایا؟

3۔ کیا میرا تقدیر پر ایمان پختہ ہے؟

•••••••••••

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دنیا میں کیسے رہو؟

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ ﷺ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَنْكِبَیَّ فَقَالَ: "كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ ."

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ''حضور ﷺ نے میرے کندھے پکڑے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا میں ایسے رہو جیسے تم اجنبی ہو یا تم راستہ طے کر رہے ہو۔''

[صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: کن فی الدنیا کأنك غریب أو عابر سبیل]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
عَنْ	سے
اَخَذَ	پکڑا
فَقَالَ	پھر کہا
فِیْ	میں
کَاَنَّکَ	گویا کہ تم
اَوْ	یا
سَبِیْلٍ	راستہ
اِبْنِ عُمَرَ	عمر کے بیٹے
بِمَنْکِبَیَّ	میرے کندھے
کُنْ	تم رہو
الدُّنْیَا	دنیا
غَرِیْبٌ	اجنبی
عَابِرُ	طے کرنے والا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث بھی ان احادیث میں سے ہے جن کے الفاظ بہت مختصر لیکن ان کا مفہوم بڑا وسیع اور اہم ہے۔ اس حدیث میں اس بات کی وضاحت ہے کہ دنیا بنانے والے کی نظر میں اس کی حقیقت کیا ہے یہ حدیث اس کی وضاحت کرتی ہے کہ تم دنیا میں کیسے رہو۔ تمہارے خالق کی مرضی کیا ہے۔ اس کی مرضی جس نے تمہیں دنیا میں بھیجا ہے۔

سب سے پہلے تو طریقۂ تعلیم پر غور کیجئے کس طرح سے حضور سرورِ کائنات ﷺ سیدنا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، مونڈھے پر ہاتھ رکھا۔ کیسے آپ ﷺ نے اپنی توجہ ابن عمر رضی اللہ عنہ پر مبذول کی، کتنی اپنائیت، محبت اور قربت کا یقین دلا کر اصل بات پر انہیں متوجہ کیا۔ آیئے ہم سوچتے ہیں کہ اگر ابن عمر رضی اللہ عنہ کی جگہ ہم یا آپ ہوتے تو کیا معاذ اللہ ہم بے اعتنائی برتتے؟

پھر یہ کیسے حوصلہ بڑھ گیا؟ کیوں کر ہم نے یہ جُرات کی کہ حضور ﷺ کے اس پیغام کو جھٹک دیا اور دنیا میں جیسے چاہو رہو اور مزے کرو، جیو کے سو سو رنگ، اپنانے کے نہ صرف یہ کہ جواز فراہم کئے بلکہ اسی بات کو باعثِ افتخار سمجھا۔

یہ حدیث ایک سادہ سا سوال ہم میں سے ہر ایک سے کر رہی ہے کہ کیا آپ دنیا میں ویسے ہی رہ رہے ہیں جیسے حضور ﷺ نے فرمایا تھا؟ "**کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل**" آپ ﷺ فرماتے ہیں، ایسے رہو جیسے کہ غریب۔ غریب کے دو معنی ہیں ایک پردیسی، دوسرے معنی اجنبی کے ہیں۔

پردیسی کون ہوتا ہے؟ پردیسی وہ ہوتا ہے۔ جس کا دیس تو ہوتا ہے مگر وہ خود دیس سے دور ہو، دیس سے پرے ہو۔ اس معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہے کہ تم دنیا میں پردیسی کی مانند رہو۔ پردیس میں آدمی کیسے رہتا ہے؟ پردیس میں جہاں بھر کی نعمتیں بھی قدموں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں تب بھی پردیس میں دل نہیں لگتا۔ اپنے دیس کا بار بار خیال آتا ہے، ایک مسلسل یاد تڑپ اور شوق تو اپنے دیس ہی کے لیے ہوتا ہے کب جاؤں گی پاکستان؟

آپ ﷺ فرماتے ہیں: اے ابن عمرؓ! اور کیا صرف ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی کے نام آپ کا یہ پیغام ہے؟ یہ آپ کے نام بھی ہے اور میرے نام بھی ہے۔ پیغام یہ ہے کہ تم دنیا میں اپنا دل نہیں لگاؤ گے۔ اس لیے کہ دنیا تمہارا دیس نہیں ہے، پردیس ہے، اور جس نے فی الواقع دنیا کو پردیس مان لیا ہے تو پھر اسے دنیا کھینچے گی نہیں، دنیا اس کے دل میں بسے گی نہیں ۔

بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں
دنیا میں ہوں دنیا کا طلبگار نہیں ہوں

ایک پردیسی کی نگاہ میں دنیا کی کوئی رونقِ بہار، کوئی نعمت کوئی عیش و عشرت اس لائق نہیں ہے کہ اس کا دل دیس کی طرف سے ہٹا دے۔ دنیا اس لائق کب ہے کہ تمہارے دل و نگاہ میں جھلکے؟ ہاں وہ اسی لائق ہے کہ تم اس کی فتنہ گری کو مات کر دو۔ تم رہ تو رہے ہو دنیا میں (پردیس میں) مگر دل کے تار دیس سے ہی جڑے ہوئے ہیں۔ دل تو دیس میں اٹکا ہوا ہے۔

دنیا میں تمہارے رہنے کا انداز یہ ہو کہ تمہارا دل اپنے دیس کی دائمی قیام گاہوں "فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ" [آیت ۱۲۔ الصف] کے ان گھروں کو یاد رکھتا ہو جہاں "مَسٰكِنَ طَيِّبَةً" [آیت ۱۲۔ الصف] تمہارے پاکیزہ گھر تمہارے منتظر ہیں۔ تمہارے دل سے ان بلند و بالا باغات "فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ" [آیت نمبر ۱۰۔ الغاشیۃ] کی یاد کیسے محو ہو سکتی ہے کہ جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ "جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ" [آیت نمبر ۱۲۔ الصف]۔ دنیا میں یہ کیسے ممکن ہے کہ تمہیں اپنے دیس کے وہ بالا خانے یاد نہ آتے ہوں۔ جس میں چشمے رواں ہوتے ہیں۔ "فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ" [آیت ۱۲: الغاشیۃ] اور یہ کیسے ہو گیا کہ میرا دل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے دیس کے ان اعلیٰ گھروں کو بھول گیا جن میں اونچی اونچی مسندیں ہیں۔ "فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ" [آیت نمبر ۱۳۔ الغاشیة] جہاں مسندوں پر گاؤ تکیوں کی قطاریں لگی ہوئی ہوتی ہیں۔ "وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ" [آیت ۱۴۔ الغاشیة] "وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ" [آیت ۱۵۔ الغاشیة] وہ میرا دیس جہاں نفیس فرش بچھے ہوتے ہیں۔ "وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ" [آیت ۱۶۔ الغاشیة]

تم دنیا میں ایسے رہو جیسے پردیسی وہ جسے اپنے دیس کے ساغر یاد رہتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ پردیسی کے چشمِ تصور سے یہ سب نظارے محو ہو جائیں۔ اس دنیا میں اسے خواہ کتنے ہی آرام کیوں نہ مل جائیں مگر اپنے وطن کے محلات جن کی وسعت کا یہ عالم ہے "جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ" [آیت ۱۳۳۔ آل عمران] وہ جہاں گاؤ تکیوں کے سہارے تخت پر بیٹھے ہر نعمت سے لطف اندوز ہونے کا منظر ہے۔ "مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْاَرَائِكِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ" [الدھر] وہ جگہ جہاں من پسند عیش و عشرت کے سامان ہوں گے "فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ" [آیت ۲۱۔ الحآقة] جہاں شراب کے ایسے ساغر رکھے ہیں جن میں آبِ کافور کی آمیزش ہوگی۔ "يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا۔ [آیت ۵۔ الدھر] پھر اپنے دیس کے ان مزوں کو کیسے بھول جاؤں کہ جہاں کھانے پینے میں کسی قسم کی نہ کوئی پابندی ہوگی نہ کوئی اندیشہ۔ مزے سے کھاؤ پیو۔ "كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْئًا" [آیت نمبر ۲۱۔ الحآقة]۔

ہاں تم دنیا میں ایسے رہو جیسے پردیسی وہ جسے اپنے دیس کا حسین موسم یاد آتا ہے۔ نہ دھوپ کی گرمی ستاتی ہے نہ جاڑے کی ٹھر "لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا۔ [آیت ۱۳۔ الدھر] وہ میرا دیس جہاں جنت کی چھاؤں ہر وقت سایہ فگن رہتی ہے۔ "وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا" ۔[الدھر: ۱۴]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ" ہاں تم اس چکا چوند دنیا میں پردیسی کی مانند رہو کہ جسے اپنے دیس کی ایک ایک چیز یاد رہتی ہے۔ اسے اپنے وطن کی شاندار حسین کراکری بھی یاد آتی ہے۔ وہ چاندی کے برتن اور شیشے کے برتن..... شیشہ بھی وہ جو چاندی کی قسم کا ہو۔ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا . قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ. [الدھر: ۱۵، ۱۶] پھر دنیا میں ایسے رہو کہ تمہیں اپنے دیس کے خادم بھی اور اُن کی ناز برداریاں بھی یاد رہیں۔ تم ان خدمتگاروں کی شان کو کیسے بھلا سکتے ہو کہ جنہیں دیکھو تو یوں سمجھو کہ موتی ہیں جو بکھیر دیئے گئے ہیں "وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ . اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا. " [آیت ۱۹۔ الدھر] پھر اس پردیس میں (دنیا میں) میں کچھ بھی اُوڑھ پہن لوں۔ اپنے وطن کے لباس و آرائش کو کیسے بھول جاؤں جہاں باریک ریشم کے سرسبز لباس اور اطلس و دیبا کے کپڑے ہوں گے "ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ"۔ [الدھر: ۲۱] پھر اس دنیا میں زیورات کی جھنکار مجھے کیسے کھینچ سکتی ہے۔ جب کہ میرے اپنے وطن میں تو ایسے ایسے حسین و نفیس زیورات ہیں "وَحُلُّوْا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ" [الدھر: ۲۱] اور پردیس کا عیش کدہ میرے لیے کب جاذبِ نگاہ بن سکتا ہے جب کہ میرے اپنے وطن میں عیش و نعم کا یہ عالم کہ وہاں میرا ساقی میرا رب خود ہوگا۔ اپنے ہاتھ سے پاکیزہ شراب پلائے گا۔ "وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا." [الدھر: ۲۱]

"كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ" ہاں حضور ﷺ یہی فرما رہے ہیں کہ تم پردیس کی مانند رہنا کہ جسے اپنے دیس کی محفلیں، دوست، احباب، رونقیں ہر دم یاد رہتی ہیں۔ وہ میرا دیس کہ جہاں عرش کے سائے تلے سائباں میں میرے محبوب انبیاء کرام، صدیقین، بلند مرتبہ شہداء اور صالحین اُمت کی پاکیزہ رفاقتوں کے مزے ہوں گے۔ "اُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أُولٰئِکَ رَفِيقًا." [النساء:٤٩]

تم دنیا میں پردیسی بن کر رہے ہو۔ تبھی تو اس دن تمہاری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ جس دن تم اپنے وطن لوٹ رہے ہو گے۔ يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً . [آیت ۲۷، ۲۸۔ الفجر]

پردیسی جب اپنے وطن اپنے دیس پہنچتا ہے تو اس کی خوشیاں اس کے چہرے کی چمک دمک سے عیاں ہوتی ہے۔ "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ." [العبس: ۳۸، ۳۹]

اپنے وطن کی پر کیف بہاروں کی تڑپ ہی تو ہے کہ جس نے وطن کے سفر یعنی موت کی محبت اس کے دل میں رکھ دی ہے۔ حُب الموت اور جب ہم اس طرح سے نہیں رہے جیسے حضور ﷺ نے کہا تو زندگی الٹ گئی۔

حب الموت کی جگہ کراھیۃ الموت اور کراھیۃ الدنیا کی جگہ حب الدنیا نے جڑ پکڑ لی اور پھر دنیا میں وہی حشر ہوا۔ جس کو اتنے سو سال قبل حضور ﷺ نے اس طرح سے بیان کیا۔ "ایک وقت آئے گا جب غیر قومیں تم پر ایسے ٹوٹ پڑیں گی جیسے بھوکے دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا کیا ہم تعداد میں کم ہوں گے۔ فرمایا: نہیں تم تعداد میں بہت زیادہ ہو گے۔ مگر تم وہن میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ صحابہؓ پوچھتے ہیں: وہن کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ." (دنیا کی محبت اور موت سے نفرت)

تو یہ وہن کا مرض اور اس مرض کے ہاتھوں دنیا کی ذلت و رسوائی بھی نتیجہ ہے اس بات کا کہ حضور ﷺ سے کیوں نہ دنیا میں رہنے کا طریقہ سیکھا۔

قابلِ غور دوسری بات یہ کہ پردیس میں رہ کر دیس کی یاد تو دل میں بسی ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مگر دل میں دیس کی یاد کا وہ تصور "تصورِ جاناں کیے ہوئے" ہرگز نہیں ہے۔

اب پردیس میں دل نہ لگنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھیں۔ سوال یہ ہے کہ پردیس میں آئے کیوں تھے؟ یہ سفر کس مقصد کے لیے کیا تھا۔ اپنی پوری توجہ پوری محنت مقصدِ سفر پر رکھو۔ ڈاکٹریٹ کی ڈگری لینے آئے ہو تو پھر انتھک کوشش کرو۔ اپنے کل اوقات صلاحیتیں سب کچھ کھپا دو تا کہ جلد از جلد مقصد پورا کر سکو۔ اور پھر پلٹ کر پورے اعزاز و احتشام کے ساتھ اپنے وطن میں اپنوں کے ہمراہ آرام و آسائش سے رہ سکو۔ انجینئرنگ کی ڈگری لینے آئے ہو، بزنس کرنے آئے ہو، خوب خوب محنت کرو۔ پوری توجہ اس سرمائے کو جمع کرنے پر لگا دو۔ جس سے وطن میں جا کر آرام کر سکو۔

"کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ" دنیا میں پردیسی کی مانند ڈیرے ڈال کر دل لگا کر بیٹھ نہ جاؤ، سوئے منزل نگاہ رکھو۔

کھو نہ جا اس سحر و شام میں اے صاحبِ ہوش
اِک جہاں اور بھی ہے جس میں نہ فردا ہے نہ دوش

پردیس میں وہ تجارت تو کرو گے لامحالہ جس کے لیے سفر کیا تھا۔ اگر وہ کام نہ کرو گے تو اپنے گھر کیا منافع بھیجو گے۔ مسافر جہاں جاتا ہے وہیں کا ہو کر نہیں رہتا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ پردیس میں لمحہ بھر بیکار نہیں رہتا۔ وہ اس محدود مدت میں انتھک محنت کرتا ہے۔ اضافی شفٹیں لگاتا ہے۔ یارانِ تیز گام نے منزل کو جا لیا۔ اسے اپنے وطن کو زیادہ سے زیادہ سنوارنا ہے۔ لہٰذا پردیس میں وہ اور زیادہ مستعدی کے ساتھ جفاکشی کے ساتھ ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی طلب میں انتھک محنت کرتا ہے۔ "فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ" "وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ" "فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ" دوڑ دوڑ کر سرعت کے ساتھ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے انداز کی بھرپور محنت کرتا ہے۔ پردیس میں بیکاری کا اس کے ہاں تصور نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو رہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول

تم دنیا میں پردیسی کی مانند رہو۔ جسے ہر وقت یہ فکر لاحق رہتی ہے۔

لایا خدا تو آئے بُلایا تو بس چلے
جو کام کرنے آئے تھے کیا وہ بھی کر چلے؟

اب آیئے! غریب کے دوسرے معنی پر غور کرتے ہیں۔ غریب کے معنی اجنبی کے بھی ہیں۔ گویا کہ اجنبی ہو۔ تمہیں ہر محفل، ہر ماحول، ہر مقام پر اجنبیت کا احساس رہے۔ اس لیے کہ جس ماحول، جس خاندان، جس برادری، جس معاشرے اور جس دور میں بھی تم جا رہے ہو وہاں اکثریت کا حال "بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ." [البقرہ: ۱۰۰] اکثر لوگ تو ایمان لاتے ہی نہیں ہے۔ "بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ." [العنکبوت: ۶۳] اکثر لوگ تو عقل سے کام لیتے ہی نہیں ہیں۔ "وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ." [النمل: ۷۳] اکثر لوگ تو شکر گزاری کا رویہ اختیار نہیں کرتے۔

تم دنیا میں اس طرح سے نہیں رہو گے۔ چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی۔ یہ کام تو تنکوں اور پتوں کا ہے کہ ہوا کے دوش پر اُڑے چلے جائیں۔ تم دنیا میں اس طرح سے نہیں رہو گے کہ زمانے کا دریا جس رُخ پر بہہ رہا ہے، تم بھی اسی رخ پر بہتے چلے جاؤ۔ کیوں تم کوئی حشرات الارض ہو؟ یہ تو کیڑے مکوڑوں کا کام ہے، کہ نالی کے پانی کے ساتھ ساتھ بہتے چلے جائیں۔

تم دنیا میں اس طرح سے رہو گویا اجنبی ہو۔ تم نے تو مخالف سمت چلنا ہے۔ اس سمت کی طرف جہاں چلنا تمہارے رب کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ خواہ وہ لوگ تمہیں حیرت سے دیکھیں، تمہیں backward کہیں۔ تم پر پھبتی کسیں۔ یہ دیکھو! عجوبۂ روزگار کیسا پینڈو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بن کر آیا ہے، خواہ وہ تمہیں fundamentalist کہیں اور اب تو اس کے لیے اصطلاحِ خاص ''دہشت گرد'' ہے۔ ساری دنیا میں جھوٹ رچا بسا ہے۔ تم نے بہر طور سچ بولنا ہے۔ ساری دنیا میں بے حیائی کے گٹر ابل رہے ہیں۔ تم نے بہر صورت حیاء کا پیکر بننا ہے۔ ساری دنیا میں بددیانتی کا چلن ہے۔ مگر تمہارا طریقہ امانتداری کا ہوگا۔ ساری دنیا حرام خوریوں سے دنیا چمکانے میں غرق ہے مگر تم صرف رزقِ حلال ہی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھو گے۔ ساری دنیا رسوم و رواج کے چکر میں ہے۔ تم نے اسلام کے رواج کے سوا سب سے برأت کا اعلان کر دیا ہے۔ اس لیے تم اپنے ماحول میں اجنبی ہو۔ یکہ و تنہا ہو۔

قائدِ تحریک اسلامی سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ کہا کرتے تھے کہ میں اپنے اُن ارکان و کارکنان کی طرف سے متفکر ہوتا ہوں، جہاں سے اجنبیت کی شکایت موصول نہیں ہوتی۔

آپ نے سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو سنا ہوگا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَ سَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ غَرِيبًا فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ .

[صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان أن الإسلام بدأ غريبا وسيعود غريباً، رقم الحديث: ٢٣١]

اسلام کی ابتداء اس حال میں ہوئی کہ یہ اجنبی (نامانوس) تھا اور عنقریب یہ پھر اسی طرح سے اجنبی ہو جائے گا۔ پس ایسے میں اجنبیوں کو مبارک ہو۔

یہ غربا کون تھے؟ کیا چاہتے تھے؟ یہ اپنوں کے درمیان اجنبی کیوں بن گئے؟ یہ ابتدائی دور کے غرباء تھے پھر بہت جلد وہ دور آ گیا کہ جب کوئی بعد میں آنے والا ابتدائی دور کے ''غرباء'' جو حضور ﷺ سے مبارکباد وصول کر چکے تھے، کو دیکھتے تو حیران ہو جاتے۔ ان کی سفری کیفیت اور ان کے گھروں کی حالت کو دیکھ کر جو لوگ حیران ہو جاتے تو وہ انہیں صاف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہہ دیتے۔ ''وہاں آخرت میں ہمارا ایک گھر ہے۔ ہم اپنے اچھے اور بیش قیمت سامان وہاں بھیج دیتے ہیں''۔ جی ہاں یہ جواب ہے قافلۂ غرباء کے ایک معزز شریک ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا۔

تبع تابعین میں سے ایک شخص نے حضرت سفیان ثوریؒ سے پوچھا (یہ بات حضور ﷺ سے صرف ڈیڑھ سو یا دو سو سال بعد کی ہے)۔ صحابہؓ کی اور ہماری کیا نسبت ہے؟ فرمایا: ''اگر تم ان کو دیکھتے تو انہیں دیوانہ سمجھتے اور اگر وہ تمہیں دیکھتے تو تمہیں کافر و منافق سمجھتے اور تمہارے سلام کا جواب دینے کے روادار نہ ہوتے۔''

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ۔ پھر ان اجنبیوں کو چشمِ تصور میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یوں دکھایا ہے۔ ''کہاں گئے وہ لوگ جنہیں اسلام کی طرف بلایا جاتا تھا تو وہ اسے قبول کر لیتے تھے۔ وہ قرآن کو پڑھتے تھے اور اپنے عقائد کو قرآن کے ساتھ مضبوط کرتے تھے۔ جہاد کے لیے ایک دوسرے کو ترغیب و تحریک دیتے تھے۔ اللہ کے خوف سے روتے۔ اتنا روتے کہ ان کی آنکھیں تباہ ہو گئی تھیں۔ ان کے شکم روزہ رکھتے رکھتے لاغر ہو گئے تھے۔ دُعائیں کرتے کرتے ان کے ہونٹ سوکھ گئے تھے۔ شب بیداریوں سے اس پر زردیاں چھا گئی تھیں۔ مسجدوں کا غبار ان کے چہرے پر موجود رہتا تھا۔ یہ لوگ میرے بھائی تھے جو چلے گئے۔ [تاریخ دعوت و عزیمت از ابوالحسن ندوی]

لیکن یہ سب لوگ جو بہترین زمانے کا نمک تھے دنیا میں ایسے رہے جیسے اجنبی مسافر۔ تو یہ اپنوں میں بیگانہ رہے۔ یہ اپنے تصورات، اپنے خیالات، اپنی فکر، سوچ، عقیدہ، نظریہ، تمنا، شوق، ترجیحات، عمل، ہر لحاظ سے معاشرہ میں بے گانہ رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بن گیا سارے جہاں میں اجنبی تیرے لیے
اے خدا تیرے لیے، میرے خدا تیرے لیے

اس لیے ایسے اجنبی ہر دور میں انگاروں پر لٹائے گئے۔ کانٹوں پر چلائے گئے۔ گلیوں میں گھسیٹے گئے۔ دھوپوں میں جلائے گئے۔ جلتی سلاخوں تک سے انہیں داغا گیا۔ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ کے حکم پر چلنے والے ہر دور میں پابندِ سلاسل رہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ جب آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے اجنبیوں کے لیے خیر و سعادت کی خوشخبری صحابہؓ نے سُنی تو پوچھا یا رسول اللہ! اجنبی کون لوگ ہوں گے۔ دینداروں کے ہاں بھی اجنبی ہوں گے۔ اسی لیے تو ان کا حوصلہ سرورِ کائنات ﷺ نے یہ کہہ کر بڑھایا۔ "طُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ" راہِ حق میں قدم رکھنے والے ایک فی دنیا کے حساب سے ہی اٹھا کرتے ہیں۔ وفا کی راہوں پر چلنے والے اِبْرَاهِيْمَ الَّذِیْ وَفّٰی کیا اپنی دنیا کے لحاظ سے اجنبی نہ تھے؟ کیا حضور ﷺ ایک فی دنیا کے حساب سے اٹھ کھڑے نہ ہوئے تھے؟ آج کا دور بھی الحمدللہ ان اجنبیوں سے خالی نہیں ہے۔ ہم جیسے اُنہیں دیکھتے ہیں تو دیوانہ سمجھتے ہیں۔ "غَرَّ هٰؤُلَاءِ دِيْنُهُمْ" [الانفال: ۴۹] کا ٹھیک وہی طعنہ دیتے ہیں۔ آج پوری دھرتی میں کون اس طرح سے رہ رہا ہے کہ کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ بالکل اجنبی بن کر۔ چھپتا پھرتا ہے۔ ایسا اجنبی کہ میلوں پر پھیلی ہوئی مسلمانوں کی سرزمین میں بھی اس کے لیے قدم رکھنے کی گنجائش نہیں۔ زمین اس پر اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی۔ ایسے اجنبی شاد کام رہیں۔ نصرتِ الٰہی سے کامران رہیں اور یہ کیسے اس مہربان کی طرف سے حمایت و تائید سے سرفراز نہ ہوں گے کہ جس نے اپنے حبیب ﷺ کی زبان سے انہیں خوشخبری سے نوازا۔ طُوْبٰی لِلْغُرَبَا۔

اب آیئے حضورِ کریم ﷺ کی بات کے دوسرے حصے کی طرف کہ تم دنیا میں ایسے رہو "اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ" جیسے کوئی راہ گیر ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دنیا تو صرف ایک راستہ ہے۔ ایک گزرگاہ ہے۔ راستہ میں کون لمبی تان کر سویا رہتا ہے؟ راستہ تو تیز تیز قدموں سے عبور کیا جاتا ہے۔ بس جیسے ائرپورٹ پر سے آپ گزرنے کی کرتے ہیں، یہ کراچی کا جگمگ کرتا انٹرنیشنل ائرپورٹ ہے۔ اس کی زینت و آرائش، اس کی چکاچوند روشنیاں آپ کے قدموں کی زنجیر کیوں نہیں بنتیں؟ اس لیے کہ وہ آپ کی منزل نہیں ہے۔ اسی لیے تو آپ ڈیرا ڈال کر ائرپورٹ پر ہی بیٹھے نہیں رہتے۔ ائرپورٹ کی زیب و زینت نے آپ کے دل میں اتنی کشش بھی نہ رکھی، اتنی جگہ بھی نہیں پائی کہ چلو تھوڑی دیر ہی سہی، کچھ تو محظوظ ہولوں۔ نہیں۔ یہاں تو آپ جلدی میں ہیں۔ سرعت کے ساتھ لمحہ بھر سے پہلے جگہ چھوڑنے کی کوشش میں ہیں۔ اس لیے کہ آپ کا گھر آ گیا ہے۔ آپ کی منزل ائرپورٹ نہیں ہے۔

راستے کی اہمیت صرف اتنی ہی ہے نا کہ سہولت سے اور بعافیت گزر جائے۔

دنیا ہے جیسے ایک پُل، اس سے ہے بس گزرنا
یاں گھر بنانے کا تم ہرگز نہ قصد کرنا
اک اور ہی جہاں ہے اصلی وطن تمہارا
سامان اُس جہاں کا یاں جمع کر لو سارا

آپ امریکہ میں رہنے کے بعد پاکستان آ رہی ہیں۔ فلائٹ پر تو ساری کمائی نہیں خرچ کریں گی۔ سفر میں بس ناگزیر حد تک سرمایہ لگایا جاتا ہے۔ ایسی حماقت کا تو آپ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ کُل سرمایہ سفر میں اُڑا دیا، اور جب گھر پہنچے تو دیوالیہ۔ اللہ نہ کرے کہ اس دنیا کے سفر کے بعد جب آخرت کے گھر پہنچیں تو ہم میں سے کسی ایک کا حال بھی ایسا ہو۔

پھر مسافر سفر میں سامان بھی ناگزیر حد تک رکھتا ہے۔ زیادہ ہوگا تو لمبی لمبی قطاروں میں کھڑا رہنا پڑے گا۔ کسٹم والوں سے جان چھڑانا مشکل ہوگا۔ جتنا آپ ہلکے پھلکے ہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گے۔اتنی آسانی سے اور اتنی جلدی منزل کو پالیں گے۔

لہٰذا اے میرے پیارے حضور! آپ ﷺ نے تو ذہن بدل دیا۔ دل بدل دیا۔ زیادہ سے زیادہ مال سمیٹنے کی حرص، طمع، حسد، کینہ سب ختم کر دیا۔ ایک نیا انسان جنم دیا۔ جو کہنے لگا۔ شکر ہے کہ میرے پاس سامان کم ہے۔ حسرتیں شکر میں بدل گئیں۔ یہ ہے میرے حضور ﷺ کی باتوں کا معجزہ۔ صحابہ ؓ صحابیات ؓ کی مثال سن کر تو نفس کا شیطان کہتا ہے، ہم کہاں اور صحابیات ؓ کا مقام بلند کہاں۔ پھر اکیسویں صدی اور اس کے تقاضے۔ دورِ جدید کے مطالبات۔ مریم خنساء مرحومہ کا نام سن لیجئے۔ یہ میری انتہائی پیاری دینی بہن اور دوست تھیں۔ اللہ ان سے راضی ہو اور انہیں مقامِ بلند عطا فرمائے۔ (آمین) ان کے جانے کے بعد ان کے سُسر نے ایک آرٹیکل اپنی بہو پر لکھا تھا۔ لکھتے ہیں:

قُوْتِ لَا یَمُوْت اس کا وظیفہ حیات تھا۔ سامانِ دنیا کے بارے میں اس کا نظریہ یہ تھا کہ ابا جان میں اس میں اضافہ کرنا نہیں چاہتی کہ مجھے پل صراط عبور کرنا ہے۔ یہ مریم خنساء اس طرح کیسے بن گئیں۔ بس وہ اس طرح سے اس وجہ سے بنیں کہ انہوں نے کُنْ فِیْ الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ والی اپنے آقائے دو جہاں کی باتوں کو دل سے قبول کیا، ہماری طرح صرف درس نہیں دیئے۔ انہوں نے حقیقت میں دنیا کو صرف گزرگاہ مان لیا۔ گھر نہیں مانا۔ اسی لیے گزرگاہ میں ان کی توجہ صرف کرنے والے کاموں کی طرف لگی رہی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں بھی حضور پاک ﷺ کی ایک ایک بات پر یقین کامل دے۔ آمین

تم دنیا میں ایسے رہو جیسے "عَابِرُ سَبِیْلٍ" راستہ کا مسافر کہہ کر حضور ﷺ ہمیں ہوشیار کر رہے ہیں۔ کسی بھی وقت کوچ کا حکم ہوگا۔ تیاری مکمل رکھو۔ جس فلائٹ کا وقت بھی معلوم نہ ہو کسی بھی وقت اچانک کہہ دیا جائے گا۔ "روانگی کے لیے تیار رہے۔" اس اعلان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے پہلے مل لیں۔ سامان باندھ لیں۔ کاغذات، پاسپورٹ سب تیار رکھیں۔ تو گویا "عابر سبیل" کہہ کر آپ ﷺ نے ہماری طبیعت میں چستی، حرکت، ہمت، ہمہ وقت عمل، ہر وقت کام کر لینے کی عادت، بروقت تیاری کا اہتمام کرنے والا بنایا ہے۔ ایک راہ گیر کی طرح رواں دواں جانبِ منزل بڑھنا سکھایا ہے۔

جائزہ عمل:

1۔ حضور پاک ﷺ کی یہ بات سن کر اب دنیا میں کیسے رہنا ہے؟

2۔ دل نے دنیا کی اس حقیقت کو کتنا قبول کر لیا ہے؟

3۔ تا کہ دنیا کی یہ حقیقت ہر وقت یاد رہے، اس کے لیے کیا اہتمام کروں گی؟

4۔ کیا مجھے "اپنا گھر" (جنت) یاد آتا رہتا ہے؟

5۔ اپنے پاس گھر جانے کی تیاری میں پہلے سے کچھ زیادہ مستعدی پیدا ہوئی؟

6۔ نگاہوں میں دنیا کل جتنی جمی تھی آج کچھ کم ہوئی؟

7۔ جس کام کے لیے بھیجا گیا کیا وہ بھی کر چلے؟

.....

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اونٹ باندھ اور توکل کر

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ یَقُوْلُ رَجُلٌ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اَعْقِلُھَا وَاَتَوَکَّلُ اَوْ اُطْلِقُھَا وَاَتَوَکَّلُ قَالَ: "اِعْقِلْھَا وَتَوَکَّلْ."

[سنن الترمذی، ابواب صفة القیامة والرقائق والورع عن رسول اللہ ﷺ]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! میں اس (اونٹ) کو باندھوں اور توکل کروں یا اس کو کھلا چھوڑ دوں اور توکل کروں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس کو باندھو اور توکل کرو۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
يَقُوْلُ	کہتا ہے
رَجُلٌ	ایک آدمی
اَعْقِلُهَا	میں باندھوں اس کو
وَاَتَوَكَّلُ	اور میں توکل کروں
اَوْ	یا
اَطْلِقُهَا	چھوڑ دوں اس کو
قَالَ	فرمایا
اِعْقِلْهَا	باندھ دے اس کو
وَتَوَكَّلْ	اور توکل کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دو الفاظ پر مشتمل حضور کریم ﷺ کی اس بات میں دو بنیادی تصورات کو درست کیا گیا ہے۔ عملی زندگی میں دو باتوں کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک اونٹ باندھنے کا دوسرا توکل کا۔

یہ دو ہدایات حضور ﷺ نے اس وقت دیں جب ایک اعرابی آپ ﷺ کے پاس آیا۔ مسجد کے دروازے پر اپنا اونٹ کھلا چھوڑ کر آیا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ یہ توکل ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اِعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ.

اِعْقِلْهَا سے کیا مراد ہے؟

اونٹ باندھنے سے مراد یہ ہے کہ تمام عالمِ اسباب کے قوانین کے مطابق ایسی تمام تدبیریں استطاعت کے مطابق کرتے رہو جو عقل، فکر اور تجربہ کی روشنی میں ناگزیر اور مناسب ہوں اور اللہ کے احکامات کے تحت جائز اور پسندیدہ ہوں۔ یہ بات کہنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ توکل کا مان رکھنے والے تدبیر سے بالکل بے پرواہ نہ ہو جائیں۔ ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کچھ لوگ نماز جمعہ کے بعد مسجد کے ایک کونے میں سر چھپائے بیٹھے ہیں۔ پوچھا آپ کون لوگ ہیں؟ کہنے لگے "نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ" [ہم اللہ پر توکل کرنے والے ہیں] اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے درّہ کو حرکت دی اور ڈانٹتے ہوئے کہا: "خبردار تم میں سے کوئی طلبِ رزق سے کنارہ کشی اختیار کرے اور دعا کرنے لگے کہ اللہ مجھے بیٹھے بٹھائے رزق دے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ آسمان سے سونے اور چاندی کی بارش نہیں ہوا کرتی اور کیا تمہیں اللہ کا یہ فرمان یاد نہیں؟ کہ جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔"

اِعْقِلْهَا کا لفظ اسی غلط تصور کو درست کرتا ہے۔ مومن تارکِ دنیا نہیں ہوتا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاملاتِ دنیا سے اسے کوئی سروکار ہی نہ ہو۔ وہ ہاتھ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھتا۔ جو لوگ اللہ پر توکل رکھتے ہیں، وہ تدبیر سے ہرگز بے پرواہ نہ ہوں۔ اور اِعْقِلْهَا کے بعد توکل کے الفاظ اس بات کو ذہن نشین کروا رہے ہیں کہ کوئی انسانی تدبیر اللہ کی مشیت کو نافذ ہونے سے روک نہیں سکتی لہٰذا تم بھروسہ اپنی تدبیر پر نہیں اللہ ہی کے فضل پر کرو۔

اصل کارفرما طاقت تمہاری تدبیروں کو حاصل نہیں ہے۔ سعی و عمل کی تاکید تو ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی تاکید ہے محض سعی و جہد لائقِ بھروسہ نہیں۔ ہوتا یہی ہے کہ جو لوگ اللہ پر توکل سے غافل ہوتے ہیں وہ تدبیر کو سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں اور جو لوگ اللہ پر توکل رکھتے ہیں، وہ تدبیر سے بے پروا ہو جاتے ہیں۔ تدبیر اور توکل کے مابین ٹھیک جو توازن ہے، حدیث اس کو بیان کر رہی ہے۔

پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ تدبیر اور توکل کرنے کا اطلاق صرف اس چند روزہ زندگی کے معاملات ہی میں نہیں بلکہ اس ابدی اور لازوال زندگی کے لیے بھی ہے۔ ہم لوگ جو دنیا کی کامیابیوں کے لیے تدبیر کرنے کے بہت ماہر ہیں اور اس مہارت اور اپنی اس سمجھ بوجھ پر ہمیں فخر بھی بہت ہے، آخرت میں کامیابی کی تدبیر سے کیوں غافل ہیں؟ دنیوی معاملات میں تو تدابیر اختیار کرنے میں دیوانگی کی سی کیفیت ہے۔ بچوں کے شاندار سے شاندار اسکول میں داخلہ کرانے سے لے کر اس کے تعلیمی کیریئر بنانے اور اسے شاندار جاب دلانے تک عمر بھر کی تدبیریں اس کے لیے دل و دماغ کی کل توجہات کا مرکوز ہونا، کل سرمایہ جھونکنے کا عالم نہ پوچھیے۔ اسباب کی دنیا ہی میں یہ فکریں کس انتہا تک سوار ہوتی ہیں۔ اور یہ اطمینان آخر تک کرتے ہیں کہ ممکنہ ساری تدبیریں اختیار کی جا چکی ہیں؟ اپنی طرف سے کسی قسم کی کوئی ادنیٰ کوتاہی تو نہیں رہ گئی مگر جب معاملہ ''آخرت'' کے ابدی جہان کی کامیابیوں اور بلند سے بلند مقام و مرتبہ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ '' [القمر:۵۵] کو پانے کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو۔ تو پھر ہم تدبیر کی مہارت رکھنے والے یہاں صرف توکل پر قناعت کیوں کرتے ہیں؟ اللہ غفور رحیم ہے۔ اللہ کریم ہے بہت بخشنے والا ہے۔ دنیوی مقام و مرتبہ میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش اور تدبیر کرنے والے جہانِ آخرت میں زمین و آسمان کی وسعتوں والی دائمی اور پاکیزہ قیام گاہوں، بلند ترین انعام یافتہ پائیدار شاندار مستقبل پانے والوں سے مقابلہ کی تدبیر کرتے ہیں کیا؟ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ. [المطففین: ٢٦] ''اور یہی وہ (چیز) ہے جس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے والوں کو ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔''

دنیوی شاندار مستقبل کے لیے جب صرف دعاؤں پر اور غرتکم الامانی جھوٹی بے بنیاد بے تدبیر تمناؤں اور آرزوؤں پر نہیں جی سکتے تو آخرت کے معاملہ میں ایسا کیوں ہے؟ اللہ کی رحمت اور اس کی مغفرت پر توکل کرنے والوں کو وہ تدابیر بھی تو ممکنہ حد تک اختیار کرنی ہوں گی۔ اور اس میں اپنی جوانیاں، اپنے اوقاتِ زندگی، کل صلاحیتیں، اور کل توانائیاں، کل سرمایۂ زندگی جھونکنا ہوگا۔ جس طرح کہ قرآن و حدیث میں بتایا گیا ہے۔ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ. [الحج: ٧٨] اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے اور اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ. [آل عمران: ١٠٢] اور ڈرو اللہ سے جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے یہاں میری مخاطب وہ بہنیں تو ہرگز نہیں ہیں کہ جن کا نظریہ (معاذ اللہ) یہ ہو کہ بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

ایک عالم ہے جس میں ہم اس وقت ہیں مگر وہ فانی ہے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ [الرحمن: ٢٦] جو کچھ بھی اس میں ہے فنا ہو جانے والا ہے جب کہ ایک عالم وہ ہے جس میں ہر صورت جانا ہے۔ اِنَّ اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ [الغاشیة: ٢٥] بے شک انہوں نے ہماری طرف ہی لوٹنا ہے اور وہ غیر فانی ہے خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا . اس ہمیشہ ہمیشہ کے جہان کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

توبدرجہ اولیٰ اِعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ پرہمیں عمل کرنا ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ مجسم عمل تھے ہم آپ کی زندگی میں یہی تو دیکھتے ہیں۔

جائزۂ عمل:

1۔ کیا میں نے اس حدیث کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے؟

2۔ اسباب استعمال کرنے میں جائز و ناجائز کا لحاظ رکھا؟

3۔ تدبیر اور توکل کے درمیان توازن سمجھ میں آ گیا ہے؟

4۔ کیا تدبیر و توکل والے معاملہ کا اطلاق صرف چار روزہ زندگی کے لیے ہے، آخرت کے معاملہ میں اس سے پہلو تہی کیسی ہے؟

••••••••••

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمام تر بھلائی سے محروم کون؟

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "مَنْ يُحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ كُلَّهُ."

[صحيح مسلم، كتاب البر، باب فضل الرفق: مسلم میں لفظ كُلَّهُ نہیں ہے۔ سنن ابی داود، كتاب الادب باب فی الرفق میں یہ لفظ موجود ہے۔]

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں، میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے آپ نے فرمایا: "جو شخص نرمی سے محروم کیا گیا ہے وہ تمام بھلائیوں سے محروم کیا گیا ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
قَالَ	کہا
سَمِعْتُ	میں نے سنا
يَقُوْلُ	فرمایا
مَنْ	جو
يُحْرَمُ	محروم کیا گیا ہے
الرِّفْقَ	نرمی سے
يُحْرَمُ	وہ محروم کیا گیا ہے
الْخَيْرَ كُلَّهُ	بھلائی سے تمام اس کی (یعنی تمام بھلائیوں سے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث میں حضور ﷺ جس اخلاقی وصف کی اہمیت کا احساس دلا رہے ہیں وہ نرمی ہے۔ آپ ﷺ اس وصف کو صرف ایک اخلاقی خوبی کے طور پر متعارف نہیں کروا رہے ہیں بلکہ "اَلْخَیْرَ کُلَّهُ" کے الفاظ استعمال کر رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نرمی کل بھلائیوں کا نام ہے۔ ''نرمی'' ایک بنیادی خوبی ہے جو تمام بھلائیوں کا باعث ہے۔ تمام محاسنِ اخلاق کی جڑ ہے، تم اگر تمام تر بھلائیوں کے طالب ہو تو پھر ''نرمی'' کے اس "خیرِ کل" کو اپنے اندر پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرتے رہو۔

سوال یہ ہے کہ ''نرمی'' کو حضور ﷺ نے "خیرِ کُل" کیوں کہا؟ اس لیے کہ یہ تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے۔ رحم و کرم، عفو و درگزر، ایک دوسرے کی کمزوریوں کو ہمدردانہ نگاہ سے دیکھنا، ایک دوسرے کی معذرت کو دل سے قبول کر لینا، ایک دوسرے کی ضرورت کے وقت کام آنا، یہ سب ''نرمی'' کی مرہونِ منت ہیں۔ ہمارے دل میں، ہمارے مزاج میں نرمی ہوگی تو دوسرے کا عذر سننے کا حوصلہ ہوگا، دوسرے کو معاف کرنے پر طبیعت کھلے گی، وگرنہ دل کی سختی تو کسی کا عذر سن کر کہتی ہے۔ ''یونہی بنتی ہے، بس جی سب بہانہ ہے'' سخت دل میں عذر سننے کی گنجائش کہاں؟ نرمی ہوگی تو کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر دل پسیجے گا اور اس کے ساتھ مہربانی کا معاملہ کرنے کو جی چاہے گا۔

یہ دل کی ''نرمی'' ہے جو آگے بڑھ کر دوسرے کی ضرورت کو از خود محسوس کر لیتی ہے، اور حاجت روائی کے لیے حاضرِ خدمت ہو کر وہ سارے اجر اور بھلائیاں سمیٹ لیتی ہے جس کا وعدہ حضور ﷺ کرتے ہیں، یہ کہہ کر "مَنْ کَانَ فِیْ حَاجَةِ اَخِیْهِ کَانَ اللّٰهُ فِیْ حَاجَتِهٖ" (جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرنے میں لگ جاتا ہے) پھر جس کی ضرورتوں کا کفیل اللہ خود بن جائے اس کے کیا کہنے!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر یہ رحم و کرم کا جذبہ بھی تو نرمی ہی سے پیدا ہوتا ہے، وگرنہ سختی سے تو جبر ہی جنم لیتا ہے۔ آپ نرمی ہی کے باعث اہلِ زمیں پر مہربان ہوتے ہیں تو وہ آسمان والا آپ پر مہربان ہو جاتا ہے تو گویا نرمی نے آپ کی جھولی میں صرف ایک بھلائی نہیں ڈالی، ڈھیروں ڈھیر بھلائیوں سے مالا مال کر دیا۔ یقیناً حضور ﷺ کے اس فرمان کو آپ نے سو فیصد درست پالیا کہ نرمی "خیرِ کُل" ہے۔

انسان سازی، سیرت سازی، کردار سازی کا جو کام آپ کے سپرد ہے، اس کے لیے بھی "نرمی" ناگزیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے "نرمی" کی عطا کو اپنا کتنا بڑا کرم اور احسان بتایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۔ [آل عمران : ۱۵۹]

"(اے محمد!) یہ تو آپ پر اللہ کا کرم ہوا ہے کہ آپ نرم خو پیدا کیے گئے ہیں، اگر کبھی آپ تند خو اور سخت گیر ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔"

حضور ﷺ کے یہ الفاظ مبارک یُحْرَمُ الرِّفْقَ "نرمی سے محروم کیا گیا" بھی غور طلب ہیں۔ الفاظ خود کہہ رہے ہیں، نرمی عطا تو کی گئی تھی، بعد میں محروم کر دیا گیا۔ ایک خوبی پہلے موجود تھی محرومی بعد میں ہوئی، کیسے؟ اس پر ہمیں غور کرنا چاہیے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اسلام کی فطرت پر پیدا کیا ہے۔

فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۔ [الروم: ۳۰]

نرمی کی خوبی بھی فطرتاً ودیعت کی گئی ہے۔ یہ ایک فطری جوہر ہے۔ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ میں تو (by nature) بہت سخت مزاج ہوں، لیکن آپ اپنے دل سے پوچھیے کہ سخت مزاج ہونے کے باوجود آپ کو وہ انسان ہی کیوں اچھے لگتے ہیں جو نرم خو ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے دل میں نرمی کے لیے کشش ہے، آپ کی فطرت نرمی سے مانوس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، آپ کی طبیعت میں جھکاؤ اور میلان تو نرمی ہی کی طرف ہے، اسی لیے تو دل نرمی کی طرف کھنچتا ہے۔ نرمی دل کے لیے غیر مانوس نہیں ہے، غیر متعارف نہیں ہے، دل میں نرمی کے لیے نا آشنائی نہیں ہے، اجنبیت نہیں ہے۔ بس کچھ ہو گیا ہے، جو دل نرمی سے محروم کر دیا گیا۔ اسی ''جوہرِ گم گشتہ'' کی تلاش کی دعوت ہے جو اس حدیثِ پاک میں حضور ﷺ ہمیں دے رہے ہیں اور اسی ''خیرِ کُلّ'' سے محرومی کا احساسِ زیاں ہے جو آپ ﷺ بیدار کر رہے ہیں۔

لہٰذا ہم میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ ہو جو اپنے مخصوص شخصی مزاج کی آڑ میں حدیث پر غور نہ کرے یا جس کے لیے شیطان نے تھپکی دے کر عمل کے باب کو یہ کہہ کر بند کر دیا ہو کہ تم تو بالطبع سخت مزاج ہو، اس میں تمہارا کیا قصور ہے؟ تو کیا سارا قصور معاذ اللہ اس کا ہے جو خود تو نرم ہے، رحیم بھی ہے، رحمٰن بھی ہے، کریم و شفیق ہے، جس نے اپنی صفات کا پرتو پوری کائنات میں بکھیرا ہے، مگر بس (معاذ اللہ) تم ہی پر کچھ ایسا ظلم کیا ہے کہ اپنی رحمت و شفقت نرمی و ملاطفت کی بوند تم پر نہیں پڑنے دی۔ سب سے پہلے تو ہم خود کو شیطانِ ابلیس کے اس جال سے نکالیں کہ وہ خود تو مایوس ہے ہی ہمیں بھی اپنے رب سے بدگمان کرنے پر تُلا ہوا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے مزاجاً تیز و تند پر وحیِ الٰہی کی پھوار پڑتی ہے اور وہ نبی ﷺ مہربان کے سایۂ رحمت میں تربیت کا فیض حاصل کرتے ہیں تو ہم کیا دیکھتے ہیں کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ جو بات بعد میں اور تلوار پہلے سونتے نظر آتے ہیں، کیسی نرمی و عاجزی سے اس بڑھیا کو جواب دیتے ہیں جو بھری محفل میں ان کو اس بات پر ٹوکتی ہے کہ عمر تم کون ہوتے ہو مہر کی رقم مقرر کرنے والے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں ڈھیروں ڈھیر ''قِنطار'' کا تذکرہ کیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سختی اور درشت خوئی نرمی میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ انبیاء کرام کی تعلیمات اسی لیے تو ہیں۔ بزرگانِ دین کی نصیحتیں اسی غرض کے لیے ہیں۔ ''تزکیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نفس'' کا پورا باب یہی کام کرتا ہے۔ تعلیم وتربیت کا مقصود یہی ہے۔

اب آیئے! اس بات کی طرف کہ انسان نرمی کے وصف سے کیوں محروم کر دیا جاتا ہے؟ اور یوں نتیجتاً تمام تر بھلائیوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ کہاں تو انسان کی یہ طبیعت کہ یہ ٹکے کا نقصان برداشت نہیں کرتا اور کہاں یہ صبر کہ ساری ہی بھلائیوں سے محروم رہنا گوارا۔ میں سچ کہتی ہوں ہم نے حضور ﷺ کے الفاظ پر کبھی غور کیا ہی نہیں! دل پر ان الفاظ کا بوجھ رکھا ہی نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم تڑپ گئے ہوتے، ایسا کیوں ہوا؟ کس کی غفلت سے یہ اتنا بھاری نقصان ہوا؟ اور اب اس نقصان کا مداوا کیسے کروں؟

ہاں تو نرمی سے محرومی کا ایک بنیادی سبب انسان کا کبر ہے "اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ" (میں اس سے بہتر ہوں)

ہم تو (معاذ اللہ) اپنے آپ کو کوئی بڑی شے سمجھنے لگتے ہیں اور جب اپنے آپ کو کوئی بڑی شے سمجھتے ہیں تو پھر دوسرے کو اپنے مقابل میں کمتر بھی سمجھتے ہیں۔ ہمیں اپنی کس بات پر مان ہے؟ ہم کس چیز پر پھولے نہیں سما رہے ہیں۔ تو ایسے میں ہمارے مہربان رب نے ہماری طبیعت میں یہ کہہ کر کیسی عاجزی و انکساری پیدا کی ہے۔

هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا. [الدھر: ۱]

''کیا انسان پر اس لامتناہی زمانہ میں کبھی ایسا وقت نہیں آیا کہ وہ کوئی قابلِ ذکر شے نہ تھا؟''

اور یہ عجز و انکساری ہی تو ہے جو طبیعت میں نرمی و خاکساری پیدا کرتی ہے۔ مان اور بڑائی کا احساس تو کرختگی و درشت خوئی ہی پیدا کرتا ہے۔

پھر یہاں آ کر ہمارے اندر کا شیطان کہتا ہے، ٹھیک ہے اس وقت تو تم واقعی کوئی قابلِ ذکر شے نہ تھے، مگر اب یہ علم، تجربہ، قابلیت، ڈگریاں، شہرت، مقام و مرتبہ، خود تمہاری بڑائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منوار ہا ہے تو ایسے میں بھی وہ مربیِ اعظم ہمیں پھر سنبھال لیتا ہے کیسے؟ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ. [یٰسین: ٦٦] ''اگر ہم چاہیں تو پل بھر میں ان کی آنکھیں موند دیں، پھر یہ راستہ کی طرف لپک کر دیکھیں کہاں سے انہیں راستہ سجھائی دے گا؟'' وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ. [یٰسین: ٦٧] ''اور اگر ہم چاہیں تو انہیں ان ہی کی جگہ اسی طرح مسخ کر کے رکھ دیں کہ یہ نہ آگے چل سکیں نہ پیچھے پلٹ سکیں۔''

اور جب اپنی بڑائی کے زعم میں مبتلا انسان یہ دیکھتا ہے کہ زندگی عافیت و سہولت سے گزر رہی ہے۔ ایسا کوئی حادثہ بھی اس کے کرم سے نہیں ہو رہا ہے تو بہر طور پھر لمبی عمر تک پہنچتا ہے اور یوں جھنجوڑا جاتا ہے۔ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى الْخَلْقِ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ. [یٰسین: ٦٨] ''اور جس شخص کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں اس کی ساخت کو ہم الٹ دیتے ہیں کیا یہ حالات دیکھ کر بھی انہیں عقل نہیں آتی؟''

دل سخت اس وقت ہوتا ہے جب ہم ان بنیادی حقیقتوں کو نہیں سمجھتے یا سمجھ کر بھلا دیتے ہیں وگرنہ ان حقیقتوں کا ہمہ وقتی شعور طبیعت میں نرمی و گداز ہی پیدا کرتا ہے، وہ کس بل پر اکڑے؟ کس بات کا مان کرے؟ آیئے ہم اپنے رب کی ان پیاری باتوں کو اپنے دل پر چپکا لیں حکم بھی تو یہی ہے۔ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِىْٓ اُوْحِىَ اِلَيْكَ. [الزخرف: ٤٣] ''پس وہ مضبوطی سے تھام لیجیے جو آپؐ کی جانب وحی کیا گیا۔''

پھر نرمی سے محروم کیے جانے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ہمارے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا نقش اس طرح سے جم کر گہرا ہوا ہی نہیں کہ کائنات کی بزرگ و برتر ہستی کا پاس و لحاظ اس درجہ ہو کہ ہم اس کی عیال سے سختی و درشتگی کے معاملہ کی جرأت نہ کر سکیں۔ ہر بڑے کا لحاظ تو فطرتاً طبیعت میں ہوتا ہے۔ ماں کی موجودگی میں اس کے بچے پر خواہ ہم کتنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہی غصہ سے برہم کیوں نہ ہوں، ڈانٹ پھٹکار کرنے سے خود کو روکتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ سب انسان جو میرے گھر میں رہتے ہیں۔ یہ میری ساس، یہ میری بہو، یہ دیورانی اور جٹھانی یہ بھابھی اور نند، یہ میرے ننھیال، ددھیال اور سسرال کے سب رشتہ دار، کیا یہ میرے اللہ کی عیال نہیں؟ اور کیا جس وقت میں ان کے ساتھ سختی و کرختگی کا معاملہ کر رہی ہوتی ہوں تو کیا اللہ ہمارے درمیان موجود نہیں ہوتا "وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ" وہ تمہارے ساتھ ہی تو ہوتا ہے جہاں کہیں تم ہوتے ہو اور وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ. [البقرة: ۷۱] "اور جو تمہارا رویہ ہے اللہ اس سے ہرگز غافل نہیں ہوتا۔" مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا [الكهف: ٤٩] "اور یہ کیسی کتاب ہے جس میں کوئی چھوٹی بڑی بات ایسی نہیں رہ گئی جس کا اس نے شمار کر کے اندراج نہ کیا ہو۔" حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر دم موجودگی کا احساس نہ ہونا اور لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف محسوس نہ کرنا، ہماری طبیعت کو نرمی سے محروم کر دیتا ہے۔

پھر اس نرمی سے محروم ہم اس وقت کر دیئے جاتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ ہم اپنے حضور ﷺ کو بھول جاتے ہیں۔ وہ جس نے خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں، زخم کھا کر پھول برسائے، گالیاں سن کر دعائیں دیں، ان کا تو تصور ہی ایسا ہے جو طبیعت کی سختی کو ٹھہرنے نہیں دیتا، ان سے نسبت کا احساس، ایک شرمندگی اور ندامت کے ساتھ طبیعت کی سختی کو نرمی میں تبدیل کرنے میں کتنا معاون و مددگار بنتا ہے۔

والدین کی نسبت سے رشتے کتنے لحاظ والے ہو جاتے ہیں۔ بہن بھائیوں پر کتنا ہی غیظ و غضب کیوں نہ ہو جب خیال آتا ہے کہ یہ میرے والدین کے بچے ہیں۔ غصہ کمزور پڑ جاتا ہے۔ دل میں نرمی ابھرتی ہے، پھر یہ سب میرے حضور ﷺ کے کچھ لگتے ہیں، یہ ان کی امت ہیں، مجھے لحاظ تو حضور کریم ﷺ کا ہے، کیسے سختی و درشتگی کا رویہ رکھوں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر نرمی سے ہم اس صورت میں بھی محروم ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ سے خود اپنی نسبت کا حقیقی ادراک و شعور تازہ نہیں رکھتے۔ میری نسبت مالکِ کائنات سے؟ جی ہاں میں اس کی ہوں، آپ بھی اسی کی ہیں، ہم سب اس کے ہیں، وہ ہمارا ہے..... "اِنَّا لِلّٰهِ" "اَللّٰهُ رَبُّنَا" وہ خود تو پردہ کے پیچھے ہے، آپ اس کی پہچان ہیں، آپ اس کا تعارف ہیں، لوگ آپ ہی کو دیکھ کر آپ کے رب کو پہچانیں گے۔ سوال یہ ہے کہ یہ ہم کیسا تعارف اللہ تعالیٰ کا پیش کر رہے ہیں؟ یہ بات قریب قریب وہی ہے جیسے کوئی یوں کہہ دے کہ تمہیں دیکھ کر تو لگتا ہی نہیں کہ تم فلاں کی بیٹی ہو؟ تمہاری ماں اتنی سلیقہ شعار اور اتنی ذمہ دار تھی۔

بس ہم اس سے بڑھ کر شرمساری محسوس کریں، اس وقت جب کوئی ہمارے تلخ اور قہر آمیز رویہ کو دیکھ کر یوں کہہ دے کہ تم اللہ والی ہو؟ تم اللہ کے ہو؟ کیا اللہ والے ایسے ہوتے ہیں؟ سختی و درشتگی ایسی کہ دوسروں کا جینا دوبھر کر دیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ بہت سے رویے ہم اس لیے بھی درست کرتے ہیں کہ میری ماں کا طریقہ ایسا نہیں تھا، میرے خاندان کی یہ غلط نمائندگی ہے؟ تو پھر کیا ہم اپنے بہت سے معاملات میں تندی و تیزی، غیظ و غضب سے اس لیے نہیں بچ سکتے کہ میرے رب کا طریقہ یہ تو نہیں ہے؟ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۔ [الانعام: ۱۲] "اس نے اپنے نفس پر رحمت کو واجب کیا ہے۔" تو پھر مَاذَا اَكْتُبُ عَلٰى نَفْسِيْ .....؟ یعنی میں اپنے نفس پر کس چیز کو واجب کروں؟

پھر جہاں تک حضور ﷺ سے اپنی نسبت کا معاملہ ہے، ہمیں فخر تو بہت ہے۔ پر دل کی آنکھوں سے اس "خیر مجسم" کو بھی تو دیکھوں! یہاں آپ ﷺ مجھے نرم خو دکھائی دیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی مجھے دیکھ کر اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ حضور ﷺ کی ہے اور حضور ﷺ اس کے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ پر اور حضور کریم ﷺ پر نظریں گاڑھ دینا طبیعت میں نرمی و گداز پیدا کرتا ہے۔ اور طبیعت نرمی سے محروم اس وقت کر دی جاتی ہے جب ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ پر سے نظریں ہٹا دیتے ہیں۔

لہٰذا جو نرمی کے خیرِ کُل سے محروم ہونا برداشت نہیں کر سکتا، وہ اللہ کے کلام کی صحبت میں صبح و شام خود کو بار بار لے جائے اور حضور ﷺ کی زیارت کے لیے روز روز آپ کی سیرتِ پاک کے سائے میں جا کر بیٹھے اور حضور ﷺ کی باتیں دن رات ایسے ہی کرتا رہے جیسے محبوب کی باتیں ہر وقت زباں پر جاری رہتی ہیں۔ ہم یہ کیوں بھول جائیں کہ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی یہ بات ہمیں پہنچا دی ہے کہ ''نرمی جس میں داخل ہوتی ہے اسے زینت عطا کرتی ہے اور جس چیز سے بھی نکال لی جاتی ہے اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة والآداب] پھر آپ کا یہ فرمان ''اے عائشہؓ! اللہ تعالیٰ نرم ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر وہ کچھ عطا کرتا ہے جو سختی پر عطا نہیں کرتا اور نہ نرمی کے علاوہ کسی اور چیز پر عطا کرتا ہے [مسلم، کتاب البر]

آیئے ہم اس فرمانِ مبارک کو بھی یاد رکھیں جسے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سنایا: ''کیا میں لوگوں کو نہ بتا دوں کہ وہ کون ہے جو دوزخ پر حرام ہے اور دوزخ اس پر حرام؟ ہر اس شخص پر جو لوگوں سے قریب رہتا ہے، نرم مزاج اور خلیق ہے،،۔ حدیث کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نرمی کے وصف کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لیے آخرت پر یقین کو بڑھانے کی ضرورت ہے، حقیقت یہ ہے کہ دوزخ کے ہولناک عذاب سے بچنے کی خاطر دنیا میں سختی و درشتگی سے بچنے کا یہ سودا مہنگا نہیں ہے یہی کامیابی کا راستہ ہے۔ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ [آل عمران : ۱۸۵] ''حقیقت میں وہ شخص کامیاب ہو گیا جو آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا۔'' اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت سے آگ سے بچا لے اور جنت میں داخل کرے۔ (آمین)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائزہ عمل:

1۔ نرمی کو خیر کل جان کر اس کی بنیادی اہمیت کا احساس ہوا؟

2۔ اپنے آپ کو اس بنیادی وصف سے آراستہ کرنے کے لیے آپ کی کیا کیا کوششیں رہیں؟

3۔ کیا واقعی آپ کو خوبیوں کی اصل جڑ نظر آ گئی ہے؟

••••••••••

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روزِ قیامت...... پردہ پوشی کس کی؟

عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ”مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ . “

[مسلم : ٨/٤١ ۔ ابو داود ۔ ترمذی ۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة للالبانی : الجزء الخامس]

حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ اس کی روزِ قیامت پردہ پوشی کرے گا۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
عَنْ	سے
اَبِیْهِ	اس کے باپ
اَنَّ	یہ کہ
مَنْ	جو، جس نے
سَتَرَ	چھپایا، پردہ پوشی کی
مُسْلِمًا	کسی مسلمان کی
سَتَرَهُ اللّٰهُ	اللہ نے اس کی ستر پوشی کی
یَوْمَ	دن
اَلْقِیَامَةِ	قیامت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیشِ نظر حدیث پاک میں جس خوبی کا تذکرہ ہوا ہے اس کا شمار فضائلِ اخلاق میں ہوتا ہے۔ عمدہ اخلاق خوبصورت گہرے ایمان کے درخت پر اُگتا ہے، ایک درخت طیب ہے اور دوسرا درخت خبیث ہے۔ کلمۂ طیبہ یعنی اللہ ہی کو اپنا آقا مان کر سر اطاعت خم کر دینے کی مثال شجرِ طیب سے دی گئی کہ جس پر حسنِ عمل اور حسنِ اخلاق کے پھل پھول کھلتے ہیں جب کہ کلمہ خبیثہ اللہ کو آقا نہ مان کر ماسوا کی غلامی تو شجرِ خبیثہ کی مانند بد عملی اور بداخلاقی کے کانٹوں سے ہی دنیا کو بھر دیتی ہے۔ کیا خوب ہمارے رب نے بیان کیا ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ. تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ ۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ . [ابراهيم : ٢٤، ٢٥]

”کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے کلمہ طیبہ کو کس چیز سے مثال دی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اچھی ذات کا درخت جس کی جڑ زمین میں گہری جمی ہوئی ہے اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں ہر آن وہ اپنے رب کے حکم سے پھل دے رہا ہے۔ کلمہ خبیثہ کی مثال ایک بدذات درخت کی سی ہے جو زمین کی سطح سے اکھاڑ پھینکا جاتا ہے۔ اس کے لیے کوئی استحکام نہیں۔“

اللہ پر ایمان کامل ایک مضبوط جڑ ہے جس کے شجر پر اخلاقِ کریمانہ کا پھل لگتا ہے۔ اخلاقِ حسنہ کے پھل کو اُگانا چاہتے ہو تو دل کی اتھاہ گہرائیوں میں کلمہ طیبہ کی قبولیت ڈالو، اللہ اور اس کے رسولؐ کے سامنے سرِ اطاعت خم کر دو۔ مومن پہلے اپنے پیکرِ خاکی میں جاں پیدا کرے اور پھر یہ خیال بھی دل سے نکال دو کہ اخلاق سنوارے نہیں جا سکتے۔ محنت سے، توجہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سے، خود سے لڑنے سے، ریاضت سے، اخلاق میں تغیر آتا ہے۔ مایوسی کسی کے لیے بھی نہیں ہے۔ حکم ہے: تم اپنے اخلاق سنوارو۔ حَسِّنُوْا اَخْلَاقَكُمْ .

انصاف سے سوچئے کہ اس عذر میں کتنی جان ہے کہ ہم کیا کریں؟ مزاج ہی رب نے ایسا بنایا ہے۔ بچپن سے ایسی ہی باتیں کرتے آئے ہیں۔ یہ برائی تو اب ہمارا معمول بن چکی ہے۔ اب کیسے بچ سکتے ہیں؟ اس طرح تو تزکیۂ نفس کا پورا باب ہی بند ہو گیا۔ تمام ارشادات و تعلیماتِ انبیاء کا پھر کیا حاصل؟ آدمی تو درکنار یہ بات تو ہم جانوروں میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔ باز کو دیکھئے اس کا انداز کتنا جارحانہ ہے۔ بوٹی نوچ لیتا ہے لیکن باز جیسے جانور کو بھی اگر سدھایا جائے تو پھر شکاری کیسے اپنی انگلی پر بٹھائے رکھتا ہے، باز کی وحشت و درندگی کیسے اُنس کے ساتھ تبدیل ہو گئی، وہ کیسے تعلیم سے مہذب ہو جاتا ہے، خونخوار درندے سدھائے جا سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں سنوارے جا سکتے۔ ہم تو اشرف المخلوقات ہیں۔ آیئے اب حدیث کے الفاظ پر غور کرتے ہیں۔

جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، الفاظ خود کہہ رہے ہیں کہ تمہارے مسلمان بہن بھائیوں میں کچھ عیوب ہو سکتے ہیں مسلمان فرشتے تو نہیں ہیں نا۔ انسان سے ہی بشری کمزوریوں کا صدور ہوتا ہے۔ انسان نقائص سے خالی تو نہیں ہے نا۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ پوشی کا مطالبہ آپ سے حضور ﷺ نے کیا ہے۔ مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا کے الفاظ ما بین السطور یہ پیغام ہمارے لیے رکھتے ہیں کہ مسلمان بہن بھائی کو انسان سمجھو فرشتہ نہ سمجھو کہ اس کی غلطی سامنے آنے پر اس کی خرابی، کمزوری اور نقص نظر آ جانے پر شور مچا دو۔ مسلمان ہے مگر نقص و عیب سے بالکل پاک تو نہیں ہو گیا۔ وہ شخص غلطی پر ہے جو اللہ کے رسولؐ کے علاوہ کسی اور کو آئیڈیل بنائے۔ مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا کے الفاظ اپنے اندر آئیڈیلز سے بچنے کا پیغام رکھتے ہیں۔ میرے آقا کے بول کتنی خوبصورتی سے طبیعت میں فراخی پیدا کرتے ہیں۔ نظر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں وسعت پیدا کرتے ہیں۔نظر میں وسعت ہوگی تو دل میں کشادگی پیدا ہوگی۔مسلمانوں میں سب سے زیادہ متقی اور نیک کون تھے؟ آپ کہیں گی صحابہٴ کرامؓ۔خیر القرون۔لیکن ایسا تو نہیں ہے نا کہ اس گروہِ عظیم میں کبھی بھی بشریت کے تقاضوں سے جزوی کمزوریوں کا سرے سے ظہور ہی نہ ہوا ہو لیکن انہیں کسی بھائی کے قصور نشر کرنے کا چسکا نہ تھا۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں کو چوری، زنا، قذف کی سزائیں ملی ہوئیں۔زبانیں ادھر سے اُدھر برائیاں پھیلانے میں مشغول نہیں ہوئیں۔قصور کی بناء پر صفتِ ایمان ان سے سلب نہ ہوئی۔آج بھی ویسا حوصلہ، وسعتِ نظر، قلب میں کشادگی کا سامان میرے آقاؐ کے یہ الفاظ مبارک کر رہے ہیں۔ یہ حدیث ہمارے حوصلوں کو بڑھاتی ہے۔تمہارے درمیان بھی جو تمہارے مسلمان بہن بھائی رہتے ہیں، ان سے خطا اور لغزش سرزد ہو سکتی ہے تم پر جہاں ان کے لیے ''امر بالمعروف ونهي عن المنكر'' کا فریضہ عائد ہوتا ہے اور تم پر جہاں ''اَلْمُؤْمِنُ مِرْآۃُ الْمُؤْمِنِ'' مومن مومن کا آئینہ ہے جیسے پاکیزہ رشتہ کو نبھانے کی ذمہ داری ہے وہاں یہ حکم بھی دیا جا رہا ہے کہ تم مسلمان کی پردہ پوشی کرو۔تم نے جس رب سے وفا اور دوستی کا اعلان عام کیا ہوا ہے۔نظر اٹھا کر تو اُسے دیکھو وہ تو ساتر العیوب ہے تو پھر تم ناشر العیوب کیوں بنو؟ اس کے ستار العیوب ہونے کی شان تو یہ ہے کہ اس نے ہمارے گناہوں میں بدبو نہیں رکھی۔فرد فرد سوچے کہ اگر گناہ میں بدبو ہوتی تو کوئی شخص بھی میرے قریب بیٹھنا گوارا نہ کرتا؟ وہ کیسا پردہ پوش ہے سبحان اللہ! میں بھی اس کی بندی ہوں، میں کیوں نہ پردہ پوش بنوں؟ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً. [البقرہ:۱۳۸] ''اللہ کا رنگ اختیار کرو اور اللہ کے رنگ سے زیادہ اچھا کوئی رنگ ہو سکتا ہے؟''

اللہ کا رنگ اگر اللہ والی پر نہیں تو پھر اسے کس پر تلاش کریں؟ یہ جو آج کل گھر نہیں بن رہے، یہ لڑائی جھگڑا فساد یہ سب کیا ہے۔ دو دن شادی کو ہوئے نہیں ایک دن کی بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برداشت نہیں، ایک بات بھی چھپانے کا حوصلہ نہیں، شوہر اور اس کے گھر والوں کی برائیوں کا نشر عام شروع ہو جاتا ہے۔ دلہن اور اس کے گھر والوں کے سارے عیوب اٹھتے بیٹھتے بیان ہونے لگتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ نے اس سے روکنے کے لیے کتنی سخت بات کہی مگر دکھ یہ ہے کہ سینوں میں وہ دل نہیں جن میں آقا کی محبت جاگزیں ہو۔ محبوبؐ کی طرف سے سخت بات سننے کی تاب نہیں کجا یہ کہ رحمت العالمین محبوب کی طرف سے اتنی بڑی وعید اور دھمکی "جو دوسروں کے عیوب کے درپے ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کے درپے ہو جاتا ہے اور جس کے درپے اللہ ہو جائے اسے تو ذلیل وخوار کر کے رہتا ہے۔"

مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا میں یہ بات بھی شامل ہے کہ زبان سے تو عیوب بیان نہ کیا مگر بڑی ہوشیاری سے چہرے سے تاثر دے دیا، اشارہ کنایہ سے سب کچھ کہہ گئے۔ کچھ بھی نہ کہا اور کہہ بھی گئے اس میں کون سی عیاری اور چالاکی ایسی ہے جو اللہ علیم وخبیر، لطیف ورقیب "نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نفسه" سے پوشیدہ رہ سکتی ہے؟

پھر آیئے! غور کریں وہ کون لوگ ہیں جن کی ہم زیادہ تر پردہ پوشی نہیں کرتے یعنی جن کے عیب ہر وقت زبان پر آتے رہتے ہیں کیا یہ وہی لوگ نہیں جن کے ساتھ ہم دن رات رہتے ہیں جو اقرب ہیں جو ہمارے حسنِ عمل کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ ہمارے اپنے قریبی عزیز واقارب۔

ہم زیادہ تر انہی کے عیبوں کی تشہیر کرتے ہیں آخر کیوں؟ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہم ان سے جلے بھنے رہتے ہیں۔ ہماری دانست میں یہ ہم پر ظلم کر رہے ہیں، ظلم کا مداوا نشر العیوب کیسے ہو سکتا ہے؟ میں پھر کہوں گی ۔

ہر زخم کا مرہم میرے محبوبؐ کی سنت
ہر دکھ کا مداوا میرے آقا کا قرینہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ مثلِ آئینہ بنیں۔ میرے محبوبؐ کی سنت تو یہی ہے۔ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ (دین خیر خواہی کا نام ہے)۔ خیر خواہانہ نصیحت یہ میرے آقا کا قرینہ۔ عیبوں کا نشرِ عام تو دوسرے کو اور بھی عیب دار بنائے گا اس سے تو آپ کا مسئلہ پیچیدہ تر ہو جائے گا۔ یا پھر ہم ان کے عیوب نشر کرنے کی پوری جرأت رکھتے ہیں۔ جنہیں ہم کسی بھی پہلو سے اپنے سے کمتر سمجھتے ہیں۔ علم کے لحاظ سے، سٹیٹس کی بنیاد پر، جاہ و مرتبہ و مقام کے اعتبار سے، سلیقہ، ہنر مندی کے حساب سے، حالانکہ یہاں بھی آپ کے حبیبؐ آپ کا ہاتھ پکڑتے ہیں یہ کہہ کر ”تیرے شر پر ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ تو اپنے بھائی کو حقیر سمجھے۔“

یا پھر ان کے عیوب ہم بے دھڑک بیان کر دیتے ہیں جن کو معاشرہ ہم سے زیادہ اہمیت دے رہا ہوتا ہے۔ جب کہ اپنے تئیں ہم اپنے آپ کو اس بات کا زیادہ مستحق سمجھتے ہیں کہ وہ مقامِ بلند ہمیں ملے لہٰذا جب بھی ہمارے سامنے کسی اور کی تعریف ہو رہی ہوتی ہے تو ہم ایسے میں ضرور کوئی ایسا حرفِ تنکیر زبان سے نکالتے ہیں جو دوسرے کی عزت میں کچھ کمی کر دے۔ اس وقت اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ ہمارے نفس کے کبر نے حسد کی شکل میں جو گندے انڈے اب دے دیئے ہیں وہ اس سے مخفی رہ سکتے ہیں جو اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ (اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں) اور جس کے ذاتی علم کا یہ حال ہے: نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِہٖ نَفْسُہٗ. [ق:١٦] ”ہم اس کے دل میں ابھرنے والے وسوسوں تک کو جانتے ہیں۔“

یا پھر ان میں سے الحمدللہ کوئی وجہ نہیں بس یہ جو اٹھتے بیٹھتے کبھی اس کی کبھی اس کی بات کی تو محض دل لگی کو، صرف مذاق کے لیے، صرف زبان کا چسکا، فضول شوق ہر وقت گپ شپ چاہیے۔ مقصد بلند ہو تو نگاہ بلند ہو، قلب و نگاہ بلند ہو تو بات بھی بلند ہو۔ کیا ہم تک رسولؐ کی وہ بات نہیں پہنچی۔ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ. [ابو داؤد]

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

"انسان کے اسلام کا حسن یہ ہے لایعنی کو چھوڑ دے"

لیکن یہاں بھی تو مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں اسلام خوبصورت چاہیئے ہی کب؟ گھر بھی حسین ہو، صوفہ بھی حسین ہو، پردے بھی حسین ہوں، لباس بھی حسین ہو، جوتا بھی حسین ہو۔ اسلام کے حسین ہونے کی فکر اور شوق آخر کس کو ہے؟

ابھی ہم نے خود کو محسوس کروایا تھا کہ وہ کون سے رشتے ہیں جن کی ہم سے پردہ پوشی نہیں ہوتی۔ یہ اس وجہ سے ضروری تھا کہ ہم آئندہ بالخصوص ان رشتوں میں جو اقرب ہیں اور زیادہ محتاط رہیں۔ پھسلنے کی جگہ، خطرے کی جگہ، نشان زدہ ہو تو بچنے کا اہتمام آسانی سے ہو جاتا ہے۔

حدیث کے اگلے الفاظ سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (اللہ روزِ قیامت اس کی ستر پوشی کرے گا) ہم سے کیا کہہ رہے ہیں۔ حدیث کا یہ ٹکڑا ہمیں بتا رہا ہے کہ ستر پوشی کون کر سکتا ہے؟ کس کے لیے یہ کام آسان ہو جاتا ہے۔ ستر پوشی پر اللہ تعالیٰ سے آپ کو انعام میں کیا ملنے والا ہے؟ ستر پوشی کا انعام کس دن ملنے والا ہے؟ اب یہ سوال کہ ستر پوشی کون کر سکتا ہے اس کا جواب حدیثِ پاک کی روشنی میں یہ ہے کہ وہ جسے یوم القیامہ پر اعتبار ہو، جو روزِ قیامت پر یقینِ کامل رکھتا ہو، جو روزِ قیامت کے اس منظر پر یقین رکھتا ہو۔

"وہ دن جب کہ سب لوگ بے پردہ ہوں گے اللہ سے ان کی کوئی بات چھپی نہیں ہوگی۔" ہاں وہ جسے روزِ قیامت کی اس حقیقت پر یقین ہوگا کہ ہر شخص کے معاملات بھی جو ایک راز بن کر رہ گئے ہیں یا وہ جو اپنی ظاہری صورت میں تو دنیا کے سامنے آئے ہوں مگر ان کے پیچھے جو نیتیں اور اغراض و خواہشات کام کر رہی تھیں اور ان کا حال لوگوں سے چھپا رہ گیا وہ بھی سامنے آ جائیں گی۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ . فَمَالَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ. [الطارق: ۸،۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پردہ پوشی وہی کر سکتا ہے جسے دل سے یہ اعتراف ہو کہ اس کے بھی بہت سے گناہ ایسے ہیں، صغیرہ، کبیرہ، اگلے پچھلے، انفرادی اور اجتماعی زندگی کے جن پر اگر اللہ یوم القیامہ پردہ نہ ڈالیں اور نشر کر دیں تو بہت سارے گھپلے معاملات میں بالخصوص بہت سی ہیرا پھیریاں، بہت سی ڈنڈیاں، بداخلاقیاں میرے اپنے دفترِ عمل میں بھی ہیں۔ دوسروں کی حق تلفیوں کی فہرست میری اپنی بھی بہت طویل ہے۔ اب میں اپنے لیے کیا چاہوں گی؟ اللہ پردہ پوشی فرما۔ حضور ﷺ کہہ رہے ہیں کہ تم اوروں کی پردہ پوشی کرو اور یوم القیامہ کا انعام پردہ پوشی کی صورت میں وصول کرو مگر آج یہ سودا ہم پر کیوں بھاری ہو گیا؟ روزِ قیامت ستر پوشی سے بڑھ کر اور کیا انعام ہو گا۔

ہم میں سے کون وہ رسوائی گوارا کرے گا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے عمر بھر کی میری گفتگوؤں کا ٹیپ آن کر دیا، میری ویڈیو دکھا دی، میری زندگی بھر کی سی ڈی چلا دی، کس کے سامنے، حضرت آدم سے لے کر خاتم النبین ﷺ کے سامنے جب سب اگلے پچھلے جمع ہوں گے۔

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ . لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ. [الواقعہ : ۵۰]

''اے نبی ان لوگوں سے کہو یقیناً اگلے اور پچھلے سب ایک دن ضرور جمع کیے جانے والے ہیں جس کا وقت مقرر ہو چکا ہے۔''

یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ. [التغابن:۹] ''اس روز جب وہ تم سب کو ایک جمع ہونے والے دن جمع کرے گا۔'' پھر اس روز میں کہاں جاؤں گی؟ جب میری ان ساری گفتگوؤں کا ریکارڈ جو میں نے اپنے گھروں میں اپنے شوہر اور بچوں، اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں اور اپنی دوستوں کے ہمراہ کیں۔ اللہ تعالیٰ یہ سب انبیاء کرام، صدیقین، شہداء و صالحین امت کے سامنے چلا دے گا۔ تو مجھے روزِ قیامت اپنی پردہ پوشی کے لیے آج مسلمان بہن بھائیوں کی پردہ پوشی کرنی ہے جو واقعی چاہتا ہے کہ اس روزِ قیامت اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے تمام عیوب کو ڈھانپ دے تو وہ زندگی اس طرز پر گزار کر اللہ کے حضور پہنچے کہ وہ تاحیات دوسروں کے عیوب پر پردہ ڈالتا رہا ہو۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی کا کوئی عیب دیکھا اور اس کی پردہ پوشی کی تو وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے کسی زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کو زندہ کر دیا۔'' اب یہ بات سمجھنا ہمارے لیے کچھ بھی دشوار نہیں کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر اعتبار، یقین، اعتماد ہی کے شجرِ طیبہ پر حسنِ عمل کے یہ پھول لگتے ہیں۔

ستر پوشی کے حوالے سے ایک اور پہلو بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ یوں تو ہر مسلمان کی ستر پوشی کا حکم دیا گیا ہے مگر خاص طور پر دین کی خدمت کرنے والے کے عیب بیان کرنے سے دین پر سے لوگوں کا اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ دین کی خدمت کرنے والوں کی موثر تعلیمات سے اگر کسی نے اس وجہ سے ہاتھ کھینچ لیا کہ آپ نے اس کے روبرو اس کے عیوب کو ایسا نشر کیا کہ اس کا دل اس کی طرف سے میلا ہو گیا تو کیا آپ نے خدمتِ دین کی؟ ان کمزوریوں کو اچھال کر ان کی ذات سے اسلام کو جو فائدہ پہنچ سکتا ہے آپ اس فائدے سے محروم کرنے کا عنداللہ باعث بنے۔

مولانا محترم سید ابوالاعلیٰ مودودی کی بلند حوصلگی کی بلندی تو آج کے دور ہی کی مثال ہے، ان کے روبرو جب کسی عالمِ دین کے حوالے سے یہ کہا گیا کہ مائیک پر اتنا کچھ آپ کے خلاف کہتے ہیں اور آپ ہیں کہ ہنسی سے ٹال دیتے ہیں اور جوابی طور پر کچھ بھی نہیں کہتے تو مولانا فرماتے ہیں کہ ان کی نیکیاں اللہ کے فضل سے اتنی زیادہ ہیں کہ انشاء اللہ یہ کمزوریاں ان کو نقصان نہیں پہنچائیں گی اور میری خطائیں اتنی زیادہ ہیں کہ میں اللہ کی رحمت سے امید کرتا ہوں کہ اس بات کے عوض وہ انہیں دھو ڈالے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البتہ اس سے مستثنیٰ وہ صورت ہے جس میں کسی کا بنیادی عقیدہ، بنیادی تصوراتِ دین ہی ناقص ہیں وہ بدعات اور گمراہیوں کی اشاعت کر رہے ہیں۔ دین میں تحریفات کر رہے ہیں۔ حق و باطل کو گڈ مڈ کر رہے ہیں۔ شکوک وشبہات پھیلا رہے ہیں تو ایسے فسق و فجور پھیلانے والوں کے خلاف تو علی الاعلان آواز بلند کرنا ضروری ہے اور ان کی برائیوں پر تنقید کی جائے گی تا کہ خلقِ خدا کو گمراہ ہونے سے بچایا جا سکے۔

جائزہ عمل:

1۔ اپنے اللہ سے یہ سودا کس نے چکایا ہے کہ میں جیتے جی سب کی ستر پوشی کروں گی، آپ روزِ قیامت میری ستر پوشی کیجئے گا؟

2۔ سودا چکا لینے کے بعد اس حدیث پر عمل کیا آسان نہیں ہو گیا؟

.....

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاموشی.....باعثِ نجات

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ صَمَتَ نَجَا."

[جامع ترمذی، دارمی، احمد۔ السلسلة الاحادیث الصحیحه للالبانی، الجزء الثانی]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو خاموش رہا، اس نے نجات پائی۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
مَنْ	جو
صَمَتَ	خاموش رہا
نَجَا	اس نے نجات پائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقط تین الفاظ پر مشتمل یہ حدیث احادیث کے باب "حفظ اللسان" کی ہے، ہم میں سے کون ہے جو یہ نہ چاہتا ہو کہ اسے دُکھ، پریشانی، غم، حزن، رنج اور ملال سے نجات ملے، وہ پرسکون، مطمئن اور خوش وخرم رہے۔ اسی چاہت میں ہلکان ہو رہا ہے، اس کی ساری محنتیں، کوششیں اسی لیے تو ہیں کہ وہ دکھ اور اذیت سے بچ سکے اور اطمینان اور خوشیوں سے ہمکنار ہو لیکن دن رات کی انتھک تگ ودو کے بعد بھی سب دکھی ہیں۔ سب رنج وملال سے بھرے ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ کی باتوں کو اہمیت نہ دینے کی وجہ سے ہمیں یہ مار پڑ رہی ہے۔ حضور ﷺ کی بات پر توجہ دی ہوتی اور اسے لائقِ عمل سمجھا ہوتا تو ہم نے واقعی غمِ جہاں سے نجات پائی ہوتی۔

حضور ﷺ بتا رہے ہیں کہ تمہاری نجات کا انحصار خاموش رہنے میں ہے۔ انسان کا سب سے بڑا نافرمان عضو اس کی زبان ہی ہے کیونکہ اسے کھلا چھوڑ دینے سے اسے کون سی تھکاوٹ ہو رہی ہے؟ اسے حرکت دینے میں آخر کیا مشقت ہے؟ یہی وجہ ہے کہ دن رات اس زبان کے ساتھ اتنا شر اور فساد پھیلا رہے ہیں۔

انسان کی گمراہی کا سب سے بڑا شیطانی آلہ زبان ہی کو کہا گیا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ایک سفر میں حضور کریم ﷺ جو نصیحتیں کرتے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ زبان کو روکے رکھو۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم ان باتوں پر پکڑے جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: **هل يكب الناس على وجوههم في النار او على مناخرهم الا حصائد السنتهم** . "کیا لوگ جہنم میں اپنی منہ کی کھیتیوں کے علاوہ اپنے منہ کے بل یا ناک کے بل (کسی اور باعث بھی) ڈالے جائیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گے؟'' [ترمذی کتاب الایمان: ۲۶۱۶] یعنی جہنم میں گرائے جانے کا بہت بڑا سبب انسان کی گفتگوئیں بھی ہیں۔

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر جب حضور ﷺ سے پوچھا: آپ کے خیال میں کون سی چیز میرے لیے سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی زبانِ مبارک کو پکڑا اور فرمایا کہ یہ۔ [ترمذی، ابواب الزھد: ۲۴۱۰] پھر یہی مفہوم ہے جسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انسان کوئی بات کہتا ہے اور اسے اتنا معمولی سمجھتا ہے کہ اسے کہنے میں اسے کوئی حرج نظر نہیں آتا مگر درحقیقت وہ اتنی بڑی بات ہوتی ہے جس کے بدلے وہ ستر برس کی راہ تک آگ میں گرتا جائے گا۔''

[بخاری: ۶۴۷۷۔ مسلم: ۲۹۸۸]

زبان کے اسی فتنے سے بچنے کی زبردست تحریک دینے کے لیے حضور ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص مجھے ان دو چیزوں کی حفاظت کرنے کی ضمانت دے جو اس کے دونوں جبڑوں کے اور دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے میں اُسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

[صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، ح: ۲۴۷۴]

اب اگر ہمیں واقعی جنت چاہیے اور ضمانت دینے والی ہستی بھی حضور ﷺ کی ہو کہ وہ ہمیں جنت دلوا دیں گے تو کیسے ممکن ہو کہ ہم زبان کی حفاظت کی حضور ﷺ کو ضمانت نہ دے پائیں؟ وہ جو افضل البشر بعد الرسول ﷺ تھے، جنت کے آٹھوں دروازوں سے جن کے استقبال کی خوشخبری دنیا میں دی جا چکی تھی، ان کے خوف کا یہ عالم کہ ہر روز صبح کے وقت اپنی زبان کو پکڑتے اور کھینچتے اور کہتے کہ میرے معاملے میں خدا سے ڈر کر رہنا۔ ہم میں سے کون ہے جو یہ اہتمام کرتا ہو کہ اپنی زبان کو کھینچ کر وہ بھی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح روکے رکھے۔ ایسا مشکل ضرور ہے مگر ناممکن تو نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَنْ صَمَتَ نَجَا کے الفاظ کا ہم سے آخر یہ مطالبہ تو نہیں ہے نا کہ اب ہمیں گونگے بن کر رہنا ہے زبان سے کچھ بات کرنی ہی نہیں بولنا تو ہے حدیث تو اس طرف متوجہ کرتی ہے کہ کیا کچھ نہیں بولنا، کہاں کہاں خاموش رہنا ہے۔ جھوٹ بولنے سے خاموش رہا محض ہنسی مذاق کی خاطر، محض دل لگی کے طور پر یا مبالغہ آمیز گفتگو سے خاموش رہا، غیبت کرنے سے خاموش رہا۔ چغلی کھانے سے خاموش رہا۔ دل آزاری سے خاموش رہا۔ اپنی بڑائی بیان کرنے سے خاموش رہا۔ عار دلانے سے خاموش رہا۔ گستاخانہ گفتگو کرنے سے خاموش رہا۔ بدتمیزی سے بات نہیں کی۔ شکوہ شکایت سے زبان کو روکے رکھا۔ ورنہ بعد میں تو دفاتر کھل جاتے ہیں۔ واویلا مچانے سے خاموش رہا۔ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ. [لقمان : ١٩] ''یقیناً آوازوں میں سے سب سے بُری آواز گدھے کی ہے۔''

''لوگ مجبور کرتے ہیں کہ کچھ تو بولو۔ آپ اپنے کارنامے گنواؤ۔ تم نے تو اب تک کچھ کیا ہی نہیں۔ ایسی ہے تمہاری تربیت۔ اب آپ کے اندر کا شیطان آپ کو بولنے پر آمادہ کرتا ہے ایسے میں جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔

جو ہم ہر آنے جانے والے پر، ملنے جلنے والے پر، دن رات تبصرہ کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ ہر کسی کے گھر پر اس کی طرزِ زندگی پر، اس کے لباس کی تراش خراش پر، آرائش و زیبائش پر محض فضول شوق کے لیے تبصرہ ہو رہا ہے جو ایسے موقع پر خاموش رہا اس نے نجات پائی۔ جو بولا اس نے اپنے آپ کو خود فتنے میں ڈالا اور جہنم کے قریب کر دیا۔

''مَنْ صَمَتَ نَجَا'' میں یہ بات بھی شامل ہے کہ دور از کار بحثوں سے بچیں۔ مناظرے اور مباحثے والی کیفیت نہ پیدا ہونے دیں۔

کثرتِ سوال کٹ حجتی سے بچیں۔ بال کی کھال نہ اتاریں۔ بے مقصد لایعنی اور فضول بات نہ کریں کہ آپ کی قیمتی زندگی جو صرف ایک بار ملی ہے اس کا قیمتی وقت ضائع ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فالتو باتوں سے جو بچا وہ نجات پا گیا۔ زیادہ باتوں میں غلطیوں کا بھی تو زیادہ امکان ہے۔
اب سوال یہ ہے کہ جن باتوں کے کرنے سے روکا گیا ہے زبان پر اس کے لیے تالا کیسے لگے؟
سب سے پہلے تو قرآن پاک کی یہ آیت زبردست بریک ہے: مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ. [سورہ ق: ۱۸] ''کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا کہ جسے لکھنے کے لیے حاضر باش نگران موجود نہ ہو۔'' ان فرشتوں پر یقینِ کامل جو دائیں بائیں ہر چیز ثبت کر رہے ہیں۔ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ. [سورہ ق: ۱۷]
یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی خفیہ پولیس ہیں۔ خفیہ پولیس پیچھا کر رہی ہو تو ہم کس درجہ محتاط ہو جاتے ہیں۔ ٹیپ ریکارڈر آن ہو تو پھر ہم کس طرح گفتگو کرتے ہیں۔ آپ کا ٹیلی فون ٹیپ ہو رہا ہو تو آپ کیا گفتگو میں غیر محتاط ہوتے ہیں؟ وہ جسے اللہ تعالیٰ کے ہر جہاں، ہر مقام، ہر وقت موجود ہونے کا یقینِ کامل ہو وہ کیسے ناحق باتیں اطمینان سے کر سکتا ہے۔

تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ وہ جو اللہ ''السمیع'' کے ساتھ رہ رہا ہو جس کو یقین ہو کہ اللہ میری ساری باتیں سنتا ہے صرف سنتا ہی نہیں شمار کر کے ریکارڈ کرتا ہے، محفوظ کرتا ہے۔ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا. [الکہف: ۴۹] وہ جسے یاد رہتا ہو کہ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ. [الزخرف: ۸۰] ''کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو نہیں سنتے۔ کیوں نہیں ہم سب کچھ سن رہے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ان کی سب باتیں لکھ رہے ہیں۔''

پھر یہ کہ کیا ہم اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لانے والوں میں سے نہیں ہیں؟ اگر ہمارا شمار اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لانے والوں میں ہوتا ہے تو پھر ہم سن لیں اپنے حضور ﷺ کی یہ بات: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَسْكُتْ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[بخاری:۶۰۱۸] ''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے اسے چاہئے کہ بولے تو خیر کی بات بولے ورنہ خاموش رہے۔''

اور آخر میں آیئے اس حدیث کو بھی تازہ کرلیں جس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کسے کہتے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا۔ مفلس تو وہی ہے جس کے پاس پیسے نہ ہوں، نہ ہی کوئی مکان ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ جیسی نیکیاں لے کر حاضر ہوگا لیکن کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کو قتل کیا ہوگا۔ کسی کو مارا ہوگا لہٰذا اس کی نیکیاں مختلف لوگوں میں تقسیم کر دی جائیں گی اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور مظلوموں کے حقوق باقی رہ گئے تو پھر ان کے گناہ اس کے حساب میں ڈال دیئے جائیں گے اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' [صحیح مسلم: ۲۵۸۱]

جائزہ عمل:

1۔ آپ میں سے کس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی گارنٹی کا سودا طے کیا؟

2۔ کوئی ہے جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح زبان کو پکڑ کر کھینچتا ہو اور اسے نصیحت کرتا ہو کہ میرے معاملے میں خدا سے ڈر کر رہنا؟

3۔ کیا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ عمل نا قابلِ عمل ہے؟

4۔ زبان پر غلط باتوں کے لیے تالا لگانے میں قرآن کی کون سی آیت سامنے رہی؟

5۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کس فرمان نے غلط باتیں چھڑا دیں؟

••••••••••

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محبت والفت کا پیکر.....کون؟

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِنِ السَّاعِدِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَلْمُؤْمِنُ مَأْلَفٌ وَلَا خَيْرَ فِيْمَنْ لَا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ."

[مسند احمد بن حنبل، الطبرانی ۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة للالبانی: الجزء الاول]

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مومن محبت والفت کا پیکر ہوتا ہے اور اس میں کوئی بھلائی نہیں جو دوسروں سے محبت نہیں کرتا اور جس سے دوسرے محبت نہیں کرتے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
اَلْمُؤْمِنُ	مومن
مَأْلَفٌ	الفت کا پیکر
وَلَا	اور نہیں
خَيِّرٌ	بھلائی
فِيْمَنْ	اس شخص میں جو
لَا يَأْلَفُ	نہیں الفت کرتا
وَلَا	اور نہیں
يُؤْلَفُ	اس سے الفت کی جاتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کا تعلق دل کے ایک پاکیزہ جذبہ سے ہے۔ حدیثِ پاک ہمارے دل پر محنت کر رہی ہے۔ دل کو سنوار رہی ہے۔ اس دل کو جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''جسم انسانی میں ایک لوتھڑا ہے اگر وہ سدھر گیا تو سارا جسم سدھر گیا اور اگر اس میں فساد پیدا ہو گیا تو سارا جسم فساد کا شکار ہو گیا اور وہ ٹکڑا دل ہے۔'' [صحیح البخاری ، کتاب الایمان ، باب فضل من استبراء لدینه ۔ مسلم ، کتاب البیوع ، باب اخذ الحلال وترك الشبهات]

حدیث بتاتی ہے کہ مومن کا دل کیسا ہوتا ہے آپ مومن کو کیسے پہچانیں گے۔ مومنانہ سیرت و کردار کی بنیادی خوبی کیا ہے یہ کہ مومن محبت و الفت کا پیکر ہوتا ہے۔ پیار و محبت کا مرکز ہوتا ہے۔ اس کو سب سے پیار ہوتا ہے اور سب کو اس سے پیار ہوتا ہے۔ وہ محبتوں کا سفیر ہوتا ہے وہ محبتوں کا پیامبر ہوتا ہے۔ سرتا پا مجسم محبت ہوتا ہے۔ اسی لیے تو اس محبت و الفت کے پیکر نبی اکرم ﷺ نے ہماری توجہ اس سرچشمۂ خوبی کی طرف یہ کہہ کر دلائی۔

لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا. [صحیح مسلم:١٩٤]

''جنت میں تمہارا داخلہ بجز ایمان کے ہو نہیں سکتا اور تم ایمان والے کیسے بن سکتے ہو جب تک کہ ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔'' اس سے یہ معلوم ہوا کہ ایمان و محبت لازم و ملزوم ہیں۔ ایمان سرچشمۂ محبت ہے اور محبت ہر خوبی کا سرچشمہ ہے۔ اسی سے تمام خوبیاں پھوٹتی ہیں، دل میں محبت نہ ہو اور اس کی بجائے نفرت ہو تو پھر ان خوبیوں کے بجائے تمام برائیاں جنم لیتی ہیں۔

''یہ صبر و تحمل، یہ رواداری، ہمدردی، رحمدلی، ایثار، خیر خواہی، تواضع، باہمی تعاون اور قربانی یہ سب محبت کی مرہونِ منت ہے۔ محبت نہ ہو تو کبر، حسد، نفرت، انتقام، تصادم، اشتعال، غیبت، چغلی، تشدد، جتھے بندیاں، سازشیں سب برائیاں ہی برائیاں جنم لیتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی لیے کہا گیا کہ اگر محبت دنیا کی حکمران بن جائے تو عدلیہ کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے۔ محبت منصبِ شہادت پر ہو تو قانون کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ مولانا رومی نے محبت کے اثرات کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: محبت تلخ کو شیریں، مٹی کو سونا، کدورت کو صفا اور درد و الم کو شفا میں تبدیل کر دیتی ہے۔ محبت تکلیف کو نعمت، قہر کو رحمت اور زندان کو جنت بنا دیتی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو لوہے کو نرم کرتی ہے۔ پتھر کو پگھلا دیتی ہے اور تن مردہ میں حیاتِ تازہ پھونک دیتی ہے۔ (ایمان اور زندگی ص: ۸۸۔ مترجم عبدالحمید صدیقی)

محبت ایمان کے نتیجے میں پیدا ہونے والی ایک بنیادی خوبی ہے۔ باقی ساری خوبیاں پھر اس محبت کے سرچشمہ سے انسانیت کو فیض یاب کرتی ہے۔ آپ کے دل میں جس شخص کی محبت ہوتی ہے اس کے اندر آپ کو کتنی خوبیاں دکھائی دیتی ہیں۔ حالانکہ وہ کوئی فرشتہ ہے کہ لغزشوں اور خطاؤں کا قصور اس سے نہ ہوتا ہو اور آپ جس سے محبت کرتی ہیں اور آپ اس کی خوبیوں کی قدر بھی کرتی ہیں۔ اول تو کمزوریاں اتنی دکھتی نہیں ہیں اور اگر کبھی کچھ خامیاں نظر آ جائیں تو آپ اپنے محبت کرنے والے دل میں ان کی کمزوریوں سے درگزر کا بہت بڑا حوصلہ پاتی ہیں۔ یہ محبت ہی ہے جو دوسروں کی کمزوریوں کو ہمدردانہ نگاہ سے دیکھنا سکھاتی ہے۔ جس سے محبت ہو اس کو معاف کرنا کتنا آسان ہوتا ہے اور وہ محبت ہی تو ہوتی ہے جس سے ایک شخص خود آگے بڑھ کر دوسرے سے جس سے اسے محبت ہوتی ہے اپنی غلطی کی معافی مانگ لیتا ہے۔ محبت دوسروں سے خراج نہیں مانگتی بلکہ وہ تو اپنی طرف سے دوسروں کے لیے ایثار کرتی ہے اور حقیقت یہی ہے کہ جس میں یہ ساری خوبیاں یکجا ہوں گی اسے کیوں نہ چاہا جائے۔ اس کے لیے دل میں کششِ محبت کیسے نہیں ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ بندۂ مومن کی تعریف آپ ﷺ اسی طرح سے کر رہے ہیں کہ مومن محبتیں بکھیرتا بھی ہے اور محبتیں وصول بھی کرتا ہے اور اس شخص کے لیے آخر کون سی بھلائی رکھی گئی ہے جو دوسروں سے محبت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ کرے اور جس سے دوسرے محبت نہ کریں۔

لیکن سوال پھر اپنے عمل کا ہے کہ میں حضور ﷺ کے اس فرمانِ مبارک کے مطابق محبت کا پیکر کیسے بنوں؟ کہ میں سب سے محبت کروں اور سب مجھ سے محبت کریں۔ ایسا بننے کے لیے مجھے مومن بننا ہوگا۔ کیوں کہ "المومن مالف" بنیاد ایمان ہی ہے۔ ایمان نے مومن کو آخر کیا کیا دیا ہے کہ وہ سراپا محبت بن گیا کیسے؟ مومن کو اس بات پر اعتماد ہے۔ یقین ہے کہ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اس زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ اللہ کا ہے۔ اچھا تو یہ سب لوگ جو میرے گرد و پیش ہیں میرے اللہ کے ہیں۔ بندوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں اسے لحاظ بندوں سے زیادہ اپنے اللہ کا ہوتا ہے۔ کسی پر کتنا ہی غصہ کیوں نہ آئے اور خوب سنانے کو جی بیتاب ہو جائے۔ مگر اس کے والدین ساتھ ہی بیٹھے ہیں۔ اس کا شوہر اس کے ہمراہ ہے تو کیسے جرأت کریں! کہیں والدین کا لحاظ ہے، کہیں اس کے شوہر کا لحاظ ہے۔ ہم صرفِ نظر کر دیتے ہیں۔ درگزر کا حوصلہ پا لیتے ہیں۔ بندۂ مومن وہی ہے جو سمجھتا ہے کہ میرا رب ہر ایک کے ساتھ ہوتا ہے، کیسے ساس کو ناروا نظر انداز کروں۔ کیسے بہو کے لیے غصہ سے دانت پیسوں؟ میری ساس کا رب اس کے ہمراہ ہے۔ میری بہو کا رب اس کے ساتھ ہی ہے وہ اسے دیکھ لے گا۔ مجھ سے پوچھے گا۔ مجھے اس کے رب کا لحاظ ہے۔ جس کی وہ ہے۔ وہ اسی وقت نہ سہی کبھی تو پوچھے گا کہ تم نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

پھر مومن کے لیے تو تنہا یہی بات کافی ہے۔ یہ سب تیرے رب کے ہیں جو میری ماں کی طرف سے والد کی نسبت سے اپنے ہوتے ہیں۔ آدمی کہاں کہاں تک ان کا لحاظ کرتا رہتا ہے۔ انسانی طبیعت میں فطرتاً یہ بات رکھی گئی ہے کہ وہ جس سے محبت کرتا ہے اُس کے متعلقین تک کا لحاظ کرتا ہے، مومن ہوتا وہی ہے جو حضور ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے یہ میرے حضور ﷺ کا ہے۔ مجھے اپنے اگلے پچھلوں کا لحاظ ہے یعنی حضور ﷺ کا لحاظ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اُس کا تعلق انبیاء کے خاندان سے ہے۔ اور انبیاء کا احترام اپنے حضور ﷺ کا احترام بندہ مومن کے دل میں اس قدر زیادہ ہے کہ اس کے ناطے سے اس کا رویہ بھی اس درجہ فراخ دلانہ محبت کا ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ میرے لیے یہ کافی نہیں کہ جو میرے بڑے ہیں۔ اللہ اکبر اُن کو تو میں نے ایسے ہی کرتے دیکھا ہے ۔

اہلِ وفا سے بڑھ کے کئے باغیوں نے عیش
دیکھے تو کوئی حوصلے پروردگار کے

مومن کو انسانیت سے اس لیے پیار و محبت ہے کہ سب انسان اللہ ہی کے ہیں۔ اللہ کس طرح سے اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے پھر انسانوں سے حضور کریمؐ کی محبت کے یہ الفاظ اُسے اللہ کے بندوں کے لیے محنت و تگ دو کرنے پر تڑپا دیتا ہے کہ ''لوگو تم پروانوں کی طرح آگ پر گرے جاتے ہو اور میں تمہیں کمر سے پکڑ پکڑ کر بچا رہا ہوں۔'' [صحیح مسلم ، کتاب الفضائل باب شفقته ﷺ، صحیح البخاری کتاب الرقاق، الانتهاء عن المعاصی،]

محبت کی بنیاد اللہ پر ایمان ہے۔ جو اللہ سے محبت کرتا ہے جو اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے جو اللہ کی کتاب سے محبت کرتا ہے بلاشبہ وہی دوسرے مومن سے محبت کرتا ہے اور جو محبتوں کو نچھاور کرتا ہے اس پر رحمت نچھاور کی جاتی ہے۔ یہ مفہوم ہے اس محبت کے پیکر کا۔ ''اَلْمُؤْمِنُ مَاْلَفٌ'' سو سب سے بڑھ کر توجہ کے لائق کام اپنے ایمان کی آبیاری ہے۔

جائزہ عمل:

1۔ اپنی زندگی میں ایمان کی اہمیت کے احساس میں اضافہ ہوا؟
2۔ کیا ایمان واقعی آپ کی زندگی کا اولین مسئلہ بن گیا ہے؟
3۔ ایمان میں بہتری اور افزائش سے انسانی محبت میں زیادتی کا احساس ہوا؟

****

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تم اس وقت تک مومن نہیں......

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النبيِّ صلی اللہ علیہ وسلم: ”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُم حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ. “

[صحیح البخاری ، کتاب الایمان ، ح: ۱۳ ـ صحیح مسلم ، کتاب الایمان ، ح: ٤٥]

”حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
لَا يُؤْمِنُ	نہیں ایمان لاسکتا
أَحَدُكُمْ	کوئی بھی تم میں سے
حَتّٰى	یہاں تک کہ
يُحِبَّ	وہ پسند کرے
لِأَخِيهِ	اپنے بھائی کے لیے
مَا يُحِبُّ	جو وہ پسند کرتا ہے
لِنَفْسِهِ	اپنے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کلام کی ایک خوبی ایجاز ہے، یعنی کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معانی ادا کر دیئے جائیں۔ حضور ﷺ کا یہ فرمانِ مبارک بھی کمالِ ایجاز کا بہترین نمونہ ہے۔ ''تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرو جو خود تم اپنے لیے پسند کرتے ہو۔'' مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ کے الفاظ انتہائی مختصر مگر معنی کی ایک پوری دنیا رکھتے ہیں۔ یہ ایک مختصر سی بات ہے جو حضور ﷺ کہہ رہے ہیں۔ عمل کر لیں تو پوری دنیا میں بہار آ جائے۔ دو افراد کے باہمی تعلق سے لے کر بین الاقوامی معاملات کے حسن کا راز اس میں (یعنی اس پر عمل کرنے میں) پوشیدہ ہے۔ یہ ایک ایسی روشنی ہے جس سے دو افراد کی باہمی رنجش سے لے کر بین الاقوامی تنازعات کے اصل اسباب کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ میرے آقا کی ساری باتیں ایسی ہی ہیں جو بلاشبہ ہر زخم کا مرہم اور ہر دکھ کا مداوا ہیں۔ بات تو اس پیغام کو دل سے قبول کرنے کی ہے اور اپنا اپنا طرزِ عمل اس کے مطابق ڈھالنے کی ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو دنیا باہمی صلح، امن، سلامتی، عافیت، محبت یگانگت، اتفاق، اعتماد و اتحاد کی دولت سے مالا مال ہو جائے۔ حضور ﷺ کی یہ بات گھر جیسے ایک چھوٹے سے یونٹ سے لے کر پورے عالم میں زبردست اور خوش گوار تبدیلی کی قوت رکھتی ہے۔ حدیث باہمی تعلقات کے حسن کی بنیاد ہے۔ یہ حدیث مجھے میرے دل کی عدالت میں لے جا کر کھڑا کر دیتی ہے۔ یہ مجھے میرے ضمیر کے کٹہرے میں کھڑا کر دیتی ہے۔ مجھ سے پوچھتی ہے کہ بتاؤ تم اپنے لیے کیا پسند کرتے ہو؟

ہر دور کا انسان ہر علاقے کا انسان خواہ وہ قدیم زمانے کا ہو یا دورِ جدید کا۔ خواہ اس کا تعلق کسی بھی براعظم سے ہو۔ پڑھا لکھا ہو یا اَن پڑھ۔ امیر ہو یا غریب، خواہ وہ ترقی یافتہ ممالک سے تعلق رکھتا ہو یا پس ماندہ علاقے کا مکین ہو اس کے سینے میں جو دل موجود ہے وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو فطری طور پر اپنے لیے یکساں پسند و ناپسند کے معیارات رکھتا ہے۔ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ کے الفاظ کہتے ہیں۔ دل پر ہاتھ رکھ کر معلوم کرو! دل کو اپنے لیے کیا اچھا لگتا ہے۔

اپنے لیے ہر ایک ہر بھلائی کو پسند کرتا ہے، ہر شر سے بچنا چاہتا ہے۔ کیا اپنے لیے مجھے گوارا ہے کہ کوئی مجھے حقیر سمجھے پھر میں کیوں دوسروں کو حقیر سمجھتی ہوں، کیا اپنے لیے مجھے گوارا ہے کہ کوئی مجھ سے نفرت کرے پھر میں کیوں دوسروں سے نفرت کروں۔ اپنے لیے تو مجھے یہی پسند ہے کہ دوسرا میری کمزوریوں کو ہمدردانہ نگاہ سے دیکھے تو پھر میں بھی دوسروں کی کمزوریوں کو ہمدردانہ نگاہ سے دیکھوں۔ اگر میں دوسروں کی کمزوریوں پر سیخ پا ہو جاؤں تو میں مومن کب ہوں؟ اس لیے کہ مجھے اپنی کوتاہیوں سے چشم پوشی ہی پسند ہے۔ اپنے لیے جب ڈانٹ ڈپٹ کا طوفان برداشت نہیں ہے تو پھر اوروں کے لیے کیوں؟ اپنے لیے تو گوارا نہیں ہے کوئی میری کوتاہیوں پر یوں سرزنش کرے تو پھر تم بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو جب تک کہ تم بھی کوتاہیوں پر یوں سرزنش کرنا نہ چھوڑ دو۔ اپنے لیے تو تمہیں یہی پسند ہے نا کہ تمہارے عیوب کی پردہ پوشی کی جائے، وہ کون سا انسان ہے جسے اپنے عیب نشر کروانا اچھا لگتا ہو تو پھر تم اس وقت تک مومن اللہ کے رسولؐ کی نگاہِ مبارک میں نہیں بن سکتے جب تک کہ تم بھی ساتر العیوب نہ ہو۔

اپنے لیے تو تمہیں یہی پسند ہے کہ تمہارے گھر والے، تمہارے احباب، رشتہ دار تمہارے ذاتی مسائل اور پریشانیوں کو حقیقی مسائل و پریشانیاں باور کر لیں۔ پھر ایسا کیوں ہے؟ کہ دوسرے کے مسئلے اور پریشانی پر وہ تم ہو جو کہتے ہو "جی!!! بنتا ہے۔ بہانہ کرتا ہے"۔ اپنے لیے تو یہی پسند ہے کہ میری عزت کی جائے بس پھر مجھے بھی دوسروں کی عزت کرنا ہوگی، اپنے لیے پسند یہی ہے کہ قدر دانی ہو، خدمات کو سراہا جائے پھر میں خود کیوں کسی کی خدمات پر آنکھ اٹھا کر دیکھنے کا بھی حوصلہ نہیں رکھتی؟ اپنے لیے کیا میں یہ پسند کر سکتی ہوں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی میری حوصلہ شکنی کرے تو پھر میں خود کیوں کسی کی حوصلہ شکنی کرتی ہوں؟ اپنے لیے کیا یہ گوارا ہے کہ بات بات پر عار دلائی جائے پھر میں خود کیوں دوسروں کو بات بات پر عار دلاتی ہوں؟ اپنے لیے تو یہی پسند ہے کہ دوسرا خندہ پیشانی سے آگے بڑھ کر مجھے سلام کرے تو پھر میں خود ایسی کیوں ہوں کہ جب دوسرا آئے تو ساری شگفتہ مزاجی خندہ پیشانی غائب ہو؟ اپنے لیے تو یہ بات ناقابلِ برداشت ہے کہ کوئی میری غیبت کرے، تو پھر دوسروں کے لیے یہ کیسے گوارا ہے کہ دن رات ان کی غیبتوں میں تسکین پا رہے ہیں؟ کیا اپنے لیے طعنہ پسند ہے؟ تو پھر خود دوسرے کو لعن طعن کیوں کر رہے ہیں؟ کیا مجھے یہ پسند ہے کہ دوسرے میری چغلیاں کھائیں پھر میں نے اس بات کو کیوں پسند کر لیا ہے کہ میں سارا سارا دن چغلیاں کرتے رہنے میں لذت پاؤں؟ اپنے لیے تو یہ کب گوارا ہے کہ کوئی مجھ پر زیادتی کرے حتیٰ کہ میرے احترام میں ادنیٰ سی کمی کر دے پھر دوسروں کے لیے یہ بات کیوں کہ ہم دوسرے کو لائق احترام ہی نہیں سمجھتے؟ اپنے لیے تو یہ پسند کہ دوسرا میرا حال پوچھے، میرے معاملات میں دلچسپی لے پھر میں خود دوسرے سے بے نیاز رہنے میں فخر کیوں محسوس کرتی ہوں؟ اپنے لیے تو یہی پسند ہے کہ ضرورت کے وقت کوئی میرا احساس کرے، مرے ساتھ تعاون کرے، پھر میں اس وقت کہاں ہوتی ہوں جب دوسروں کو میرے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے، اس وقت میں کیوں اپنی آنکھیں بند کر لیتی ہوں اور تعاون سے کیوں نظریں چراتی ہوں؟

تم اس وقت تک مومن نہیں بن سکتے جب تک کہ دوسروں کے لیے وہ کچھ پسند نہ کرو جو اپنے لیے کرتے ہو۔ اپنے لیے کیا مجھے گوارا ہے کہ جہنم کی آگ میں ڈال دی جاؤں پھر یہ کیسے گوارا ہے کہ والدین، بہن بھائی، عزیز و اقارب، دوست احباب، شوہر اور اولاد سب اپنوں کے لیے، انسانیت کے لیے سچی تڑپ کیوں نہیں کہ کہیں جہنم کے ایندھن نہ بن جائیں؟ کیا اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے آگ کا بستر گوارا ہے؟ گھر کو آگ لگا دی جائے۔ یہ نقصان برداشت ہے پھر اپنے بچوں کو ،شوہروں کو، بھائیوں کو، آگ کے بستروں پر چھوڑ کر اپنی نماز پر کیسے مطمئن ہوگئی؟ انفرادی زندگی کے معاملات کے ساتھ اجتماعی زندگی کے معاملات کی طرف آیئے۔

کیا کوئی اپنے لیے یہ برداشت کر سکتا ہے کہ اس کا اپنا بھائی اسے دشمنوں کے حوالے کر دے؟ پھر یہ ہم ہی ہیں کہ جنھوں نے اپنے مومن بھائیوں کو پکڑ پکڑ کر دشمنوں کے حوالے کیا ہے اب اس کے بعد کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

''ہم مومن ہو ہی نہیں سکتے جب تک کہ ہم دوسرے مومن بھائی کے لیے وہ کچھ پسند نہ کریں جو اپنے لیے کرتے ہیں۔'' میرے آقا کی یہ مختصر سی بات جس پر پوری کی پوری زندگی کی اصلاح کا دارومدار اور تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے۔ تمام برائیوں کے لیے زبردست بند ہے، دوہرے معیارات کا توڑ ہے۔ اپنے لیے کچھ، دوسروں کے لیے کچھ اسی بات کو تو ہمارے مہربان رب نے فرمایا: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۔ [المطففین: ۱] ''ڈنڈی مارنے والوں کے لیے تو تباہی ہے۔''

حدیث کے معنی و تشریح کے لیے ہمارے ہاں درس تو بہت عمدہ ہیں جو زبان سے دیئے جاتے ہیں مگر حدیث سے انحراف کی داستانیں معاشرے کے سکون کو ہر طرف برباد کر رہی ہیں۔ وہ میری ایک دوست ہی تھیں جنھیں اپنی بھابھی سے شکایت تھی۔ بھرے خاندان کی خدمت خوش دلی سے کیوں نہیں کرتی، اپنے لیے اس شہر میں ہی مکان بنانے پر آمادہ نہیں کہ پکنک پوائنٹ کے نزدیک ہے، سسرال سیر و تفریح کے بہانے آ کر ڈیرہ ڈالتے رہیں گے۔ یہی جیتی جاگتی مثالیں آپ کے گرد و پیش ہر طرف ہیں اور آیئے اپنے اندر جھانک کر دیکھیں کیا یہ مثالیں میری ہی تو نہیں ہیں؟ وس بارہ بہن بھائیوں کے کنبے کی ایک نوجوان لڑکی نے بھابھی کی شکایت کی کہ وہ ہمیں بوجھ سمجھتی ہیں، اپنے لیے شادی کا پیغام آنے پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاف کہتی ہیں جی میں ''بہروں'' میں شادی نہیں کروں گی۔ پھر وہ شکوہ کرتی ایک بچی یاد آ گئی کہنے لگی کہ یہ کیا رواج ہے کہ لڑکی بس شوہر کے ساتھ رہے گی کیوں شوہر کے گھر میں کیوں نہ رہے..... وہ تو مجبور ہے نوکری کے سلسلے میں باہر رہنے پر اور اپنی نسبت طے ہونے پر شور مچا دیا کہ واضح کر دیں لڑکی سسرال کے گھر نہیں رہے گی، جہاں شوہر کی نوکری ہوئی وہیں اس کے ساتھ رہے گی۔ بس یہ ساری باتیں اسلام کے منافی ہیں۔ نبی ﷺ کے اس قولِ مبارک کو زندگیوں سے خارج کر دینے کا نتیجہ ہے۔

آیئے! ہم تو عہد کریں کہ ہم اس حدیثِ پاک پر عمل کی بہاروں سے اپنی اور جہاں والوں کی آنکھیں ٹھنڈی کریں گے۔ ان شاء اللہ

جائزہ عمل:

1۔ ہفتہ میں کتنی بار حضور ﷺ کے یہ الفاظ یاد آتے رہے؟

2۔ کتنے لوگوں کے ساتھ رویے میں یہ حدیث یاد آئی؟

3۔ کتنے رویوں میں اصلاح کا باعث بنی؟

.....

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ ہم میں سے نہیں

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا."

[ترمذی، ابواب البر والصلة: ۱۹۲۳]

"عمرو بن شعیب اپنے دادا عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس شخص کا تعلق ہم سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
لَيْسَ	نہیں ہے
مِنَّا	ہم میں سے
مَنْ	جو
لَمْ	نہیں
يَرْحَمْ	وہ رحم کرتا
صَغِيْرَنَا	ہمارے چھوٹے پر
وَلَمْ	اور نہیں
يُوَقِّرْ	وہ عزت کرتا
كَبِيْرَنَا	ہمارے بڑوں کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ الفاظ ایک حساس طبیعت پر بہت بھاری ہیں جب کہ یہ الفاظ ہوں اس کی طرف سے جو جہان بھر میں پیارا ہو، جیسے کسی محبوب، شتے کی طرف سے کہہ دیا جائے کہ میں تمہاری کچھ نہیں لگتی اور تم میرے کچھ نہیں لگتے۔ تو پھر دن ان الفاظ کا بوجھ ہم اپنے سینے پر محسوس کرتے ہیں۔ اٹھتے بیٹھتے کاموں کے درمیان، لیٹے ہوئے کروٹوں تک میں ان الفاظ کی ٹیسیں محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے لیکن پھر یہ کیا ہوا کہ جو حضور آقائے دو جہاں ﷺ یہ کہہ دیں "لَيْسَ مِنَّا" یعنی وہ شخص ہم میں سے نہیں، تو ہم پرواہ نہیں کرتے۔ اور غور و فکر کے لائق ہی نہ سمجھیں کہ میرے حضور ﷺ مجھ سے کیوں ناراض ہو گئے اور اس بات پر دل نہ تڑپے کہ جلد اپنے محبوبؐ کو منا لوں۔ جس کی باتوں کو ہم ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں یہ تو وہ شخص ہوا کرتا ہے جس کی ہمیں پرواہ نہیں ہوتی اور جس کے لیے ہمارے دل میں کوئی مقام نہیں ہوتا۔ حضور ﷺ کی بات سننے سے پہلے آئیے اللہ سے وہ دل طلب کریں جس میں اس کے محبوب کا مقام ہو۔ حضور ﷺ کا دل میں مقام ہوگا تو "لَيْسَ مِنَّا" آپ سن ہی نہیں سکیں گے، آپ یقیناً تڑپ کر کہیں گے۔ حضور ﷺ! آپ یوں نہ کہیں میں اپنے آپ کو یقیناً بدلوں گی آپؐ ناراض نہ ہوں۔

حضور ﷺ کیا کہہ رہے ہیں کہ جو بڑوں کی عزت نہیں کرتا اور چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔ اس کا ہم سے کیا تعلق؟

حدیث کے الفاظ پر غور کریں تو پتا چلتا ہے کہ حضور ﷺ کو سبھی سے کتنی محبت تھی۔ آپ تمام انسانوں سے کتنا پیار کرتے تھے کیونکہ اس میں بڑوں کا بھی ذکر ہے اور چھوٹوں کا بھی ذکر ہے۔ تمام انسانوں کا حق ادا کرو گے تو میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ بات کہہ کر ہر گھر کی بہار، ہر محلہ، بستی، خاندان، برادری اور معاشرہ میں خوشگواری کا راز آپ ﷺ نے ہمیں بتا دیا۔ یہ حدیث بھی گھروں میں روشن کیا جانے والا بلب ہے۔ جس کی روشنی میں سارے معاملات ہی سنور جاتے ہیں اور اس حدیث پر عمل نہ ہو تو ہم کیسے دکھی ہوتے ہیں، کتنے زخم لگتے ہیں، کتنے صدمے سہتے ہیں۔

کس شخص کا تعلق حضور ﷺ سے نہیں ہے؟ وہ بدنصیب "لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا" جو ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا۔

بڑوں میں کون کون لوگ شامل ہیں؟ وہ سب جو عمر میں، علم میں، تجربے میں، رشتے میں، مقام و مرتبہ میں اور نیکیوں میں سبقت لے جانے میں ہم سے بڑے ہوں۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ. [الحجرات:۱۳] "اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بڑا اور عزت کے لائق وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہو۔"

حضور ﷺ مجھے کہہ رہے ہیں کہ اگر تم نے بڑوں کی عزت نہ کی تو پھر تمہارا ہم سے کیا تعلق؟ بادی النظر میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں بڑوں کی عزت کرنے والوں میں سے نہیں ہوں، لیکن آیئے اس وقت دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر صرف اور صرف خود کو دیکھیں کہ یہی لمحات ہماری کامیابی کی ضمانت دیتے ہیں۔

گھر کے اندر دیکھوں تو میرے شوہر بڑے ہیں اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ [النساء:۳٤] یہ میری ساس بڑی ہیں۔ یہ میری نند بڑی ہیں۔ یہ میرے والدین بڑے ہیں۔ مجھے ان سب کی عزت کرنا ہے۔ عزت کرنے میں اور عزت نہ کرنے میں کون سی باتیں شامل ہیں یہ بھی تو معلوم ہونا ضروری ہے۔

عزت میں یہ بات شامل ہے کہ بڑا مخاطب ہو تو بات کو خاموشی سے سنا جائے، بڑے کی بات درمیان میں کاٹی نہ جائے، بات سنتے وقت آپ پر جھنجلاہٹ طاری نہ ہو۔ بات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات پر آپ نہ الجھیں۔ جب کہ یہ بات بے عزتی میں شامل نہیں تو اور کیا ہے کہ آنکھ اٹھا کر دیکھا ہی نہ جائے جیسے کوئی وجود ہے ہی نہیں، بڑا بات کر رہا ہو تو سنی ہی نہ جائے خود کو اور باتوں میں الجھا دیا جائے۔ بڑے کی بات کاٹ دی جائے بڑا مخاطب ہو تو آپ پر جھنجلاہٹ طاری ہو جائے جب کہ حکم یہ ہے کہ: فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا . وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا. [بنی اسرائیل : ۲۳،۲۴]

''ان دونوں کو اُف تک نہ کہو اور نہ انہیں ڈانٹو اور ان سے اچھی بات کہو اور اپنے بازو نرمی اور شفقت سے ان کے لیے جھکا دو اور ان کے حق میں دعا کرو۔ اے رب ان پر رحم فرما جیسے انہوں نے مجھے بچپن میں پیار و محبت سے پالا۔''

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی اہلیہ محترمہ کے انتقال پر جب تعزیت پر جانے کا اتفاق ہوا تو مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا محترم کی منجھلی بیٹی اسماء آپا نے اپنے ابا جان (مولانا) کے حوالے سے بتایا کہ ہمارے ابا نے کبھی ہماری دادی کے سامنے آنکھ اٹھا کر بات نہیں کی ہمیشہ نظر جھکا کر بات کرتے۔ اس وقت دل نے گواہی دی کہ مولانا سورۃ بنی اسرائیل کی اس تشریح کرنے میں کتنے سچے تھے جو تفہیم القرآن میں انہوں نے کی ہے۔ پھر بڑوں کی عزت نہ کرنے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ان سے مشورہ لیا ہی نہ جائے اور معاملاتِ زندگی میں ان سے رائے لینا گوارا ہی نہ ہو۔

اب یہ بات کہ بڑوں کی عزت میں کیا کیا شامل ہے اس پر بھی غور کر لیں۔ بڑوں کی عزت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ان کا مسئلہ سنا جائے۔ بڑھاپے کی لاٹھی بنیں، عیادت کریں، تیمارداری کریں، بے نیازی نہ برتیں، قطع تعلق نہ کریں، ان کی باتوں سے ناراض نہ ہوں۔ ان سے کترائیں نہیں، آنکھیں بند نہ کریں، ان سے بچنے کی کوشش نہ کریں بلکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کے مسائل میں دلچسپی لیں۔ ان کے ساتھ بیٹھیں۔ عمر کے ساتھ ساتھ احساسِ تنہائی بڑھ جاتا ہے۔ بالعموم ہم عمر لوگ تو یوں بھی بچھڑ جاتے ہیں۔ کام کرنے کی طاقت بھی کمزور پڑ جاتی ہے۔ ایسے میں حساسیت بڑھ جاتی ہے۔ بڑوں کی عزت یہ ہے کہ ان کی ضروریات کا بغیر کہے خیال رکھا جائے۔

اگر ہم یہ سب کچھ اپنے گردو پیش میں اپنے بڑوں کے ساتھ کر رہے ہیں اور اپنی ناموری کے لیے نہیں صرف اللہ اور رسولؐ کی خوشنودی کے لیے کر رہے ہیں تو حضور ﷺ ہم سے خوش ہیں ورنہ حضور ﷺ کی طرف سے اظہارِ بیزاری ہے۔

دوسری بات جس کی طرف حضور ﷺ نے ہمیں متوجہ کیا وہ یہ ہے کہ ''وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں سے شفقت نہ کرے۔''

اب جیسے آدھی دنیا ہم سے بڑی ہے تو آدھی دنیا ہم سے چھوٹی بھی ہے۔ چھوٹا عمر میں، رشتے میں، تجربے میں، مشاہدے میں، فکر و نظر میں، ایمان و شعور میں بلکہ ہر دائرہ زندگی میں خواہ وہ گھر کا ہو، ساس بہو کا معاملہ ہو، نند بھاوج کا معاملہ ہو تنظیم میں ناظمہ یا کارکن کا معاملہ ہو یا اداروں میں استاد شاگرد کا معاملہ ہو۔ بڑے اگر چھوٹوں کے ساتھ مشفق ہوں تو حضور ﷺ خوش ہیں اگر وہ اپنے چھوٹوں کے ساتھ مشفقانہ رویہ نہیں رکھے ہوئے ہیں تو حضور ﷺ ''لَیْسَ مِنَّا'' کہہ کر اپنی ناراضگی کا اظہار کر رہے ہیں۔

شفقت اور مہربانی میں کیا کیا شامل ہے؟ اس کا ہم پوری طرح سے ادراک نہیں رکھتے، شفقت و مہربانی میں یہ بات شامل ہے کہ اپنے سے چھوٹوں کی کمزوریوں پر ہمدردانہ نگاہ ڈالی جائے یعنی ساس بہو کی کمزوری پر، استاد شاگرد کی کمزوری پر، والدین اولاد کی کسی غلطی پر، ناظمات کارکنان کی لغزشوں پر ہمدردانہ نگاہ ڈالیں۔ شفقت میں یہ بھی شامل ہے کہ کمزوری پر رعایت دی جائے، درگزر کا معاملہ کیا جائے، سرزنش نہ کی جائے، ڈانٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈپٹ اور سخت گیری کا رویہ نہ ہو، حوصلہ شکنی نہ ہو، نیکی پر قدر دانی ہو، چھوٹوں کی بات بھی سنی جائے، ان کی رائے کو بھی اہمیت دی جائے، انہیں بھی شریکِ مشورہ کیا جائے، ان کی خواہشات کا بھی احترام کیا جائے۔ ان کی ذاتیات میں بھی دلچسپی لی جائے۔ اگر حضور ﷺ شہادتِ حق کی گراں ترین ذمہ داری کا سب سے بڑا بوجھ رکھتے ہوئے ننھے عمیر سے یہ پوچھ سکتے ہیں! اے عمیر تمہارے مومولے کا کیا حال ہے؟ تو ساس بہو سے، ناظمہ کارکن سے، ہر بڑا ہر چھوٹے کی ذات میں دلچسپی آخر کیوں نہیں لے سکتا؟ چھوٹوں سے شفقت میں یہ بھی شامل ہے کہ ان کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو، دوسرے بچوں کو ان پر فوقیت نہ دیں۔ احساسِ کمتری کا شکار نہ ہونے دیں۔ طعنہ زنی نہ کریں۔ برے نام سے نہ پکاریں۔ بچے کی برائی جگہ جگہ بیان نہ کرتے پھریں، ان کی سنیں اور ان کے مسائل حل کریں۔ ان کی خدمت کریں۔ یہ سب شفقت و مہربانی کے رویے ہیں۔

حدیثِ پاک ہمیں اپنے طرزِ عمل کے محاسبے کی دعوت دے رہی ہے۔ اپنے سے بڑوں کے ساتھ ہمارا رویہ کیا ایسا ہی ہے جیسا حضور ﷺ کہہ رہے ہیں اور اپنے سے چھوٹوں کے ساتھ ہم کیا ویسے ہی رہ رہے ہیں جیسے حضور ﷺ کو پسند ہے؟

میرے لیے تنہا یہ بات کافی ہے کہ چونکہ ہم حضور ﷺ کے ہیں اور حضور ﷺ ہمارے ہیں۔ اس لیے ان کی بات کے احترام میں میں ہمیشہ بڑوں کی عزت کرتی رہوں گی اور چھوٹوں پر مشفق اور مہربان بن کر رہوں گی۔ ان شاء اللہ

ایک بات مزید قابلِ غور ہے کہ آپؐ نے پہلے چھوٹوں پر شفقت کا تذکرہ کیا ہے، بعد ازاں بڑوں کی عزت کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے معاشرتی زندگی میں بڑوں کی ذمہ داری بہر طور سوا ہے۔

علم، سُوجھ بوجھ، عمر گزارنے کے تجربات و مشاہدات کے لحاظ سے جو بڑا ہے تو حُسنِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمل کا اس سے تقاضا بھی زیادہ ہونا ہی چاہیے۔ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں) کی اصل روح بھی تو یہی ہے۔ جسے سو روپے دیئے ہیں اس سے صرف اتنا حساب تو نہیں لیا جائے گا جتنا دو روپے والے سے لیا جائے گا اور جسے دو روپے ہی دیئے گئے ہیں اس سے سو کا حساب مانگنا از روئے عقل و انصاف بھی تو درست نہیں۔

جائزہ عمل:

1۔ دورانِ ہفتہ حضور ﷺ کی یہ پکار سنائی دیتی رہی؟

2۔ اپنے گھر کے اندر کتنے بڑے ہیں؟ اور کتنے چھوٹے ہیں؟ اس کا احساس کر لیا؟

3۔ بڑوں کی عزت میں کوئی کمی تو نہیں کی؟

4۔ اور چھوٹوں پر مشفقانہ رویہ کا معاملہ کیا؟

••••••••••

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجلسیں امانت ہیں

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ اِلَّا ثَلَاثَةَ مَجَالِسَ، سَفْكُ دَمٍ حَرَامٍ اَوْ فَرْجٌ حَرَامٌ، اَوْ اِقْتِطَاعُ مَالٍ بِغَيْرِ حَقٍّ."

[سنن ابی داود، کتاب الاداب، باب فی نقل الحدیث رقم الحدیث ٤٨٦٩، ٥/١٨٩۔ یہ حدیث "حسن" ہے۔]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجلسیں امانت کے ساتھ ہیں سوائے تین مجلسوں کے، حرام خون بہانے کی مجلس، یا زنا کی مجلس، یا بغیر حق کے مال لوٹنے کی مجلس۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
اَلْمَجَالِسُ	مجلسیں
بِالْاَمَانَةِ	امانت ہیں
اِلَّا	سوائے/مگر
ثَلَاثَةَ	تین
مَجَالِسَ	مجلسیں
سَفْكُ	بہانا
دَمٍ	خون
حَرَامٍ	کسی بے گناہ کا
اَوْ	یا
فَرْجٌ	شرم گاہ
حَرَامٌ	جو حرام ہو (اسے حلال کر لینا)
اِقْتِطَاعُ	لوٹ لینا/قبضے میں کر لینا
مَالٍ	کوئی مال
بِغَيْرِ	بغیر
حَقٍّ	کسی حق کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ دو الفاظ پر مبنی میرے نبی ﷺ کی بات ہمیں گھریلو، خاندانی، جماعتی، معاشرتی زندگی میں کتنا سکون دیتی ہے۔ وہ جو عَزِيزٌ عَلَيْكُمْ مَا عَنِتُّمْ. [التوبة] ہے اس نے ہمیں ہر وہ بات سکھا دی ہے کہ اگر اس پر عمل کر لیں تو پریشانی آ ہی نہیں سکتی۔ مسائل جنم ہی نہیں لیں گے۔ کجا یہ کہ مسائل کا انبار لگ جائے اور ہم الجھنوں کا شکار ہو کر رہ جائیں۔ آپ ﷺ کی تو ساری ہی باتیں اس لیے ہیں کہ ہم ذہنی کوفت سے بچے رہیں۔

وہ کیا بندوبست ہے کہ پریشانی آئے ہی نہیں۔ پریشانی آ جانے پر جہاں ہاتھ پکڑ کر پریشانی سے نکلنے کا راستہ دکھایا ہے؟ وہاں حفظِ ماتقدم کے طور پر ساری عملی تدابیر بتا دی ہیں۔ اب یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ آپ ﷺ کے ان قیمتی الفاظ پر نہ تو غور کرتے ہیں نہ انہیں اپنی عملی زندگی کا حصہ بناتے ہیں۔

اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ: ''مجلسیں امانت ہیں''۔ امانت کا مطلب یہ ہے کہ دو یا دو سے زائد لوگ راز میں کوئی بات کریں، اور احتیاط سے، اشارے سے ادھر ادھر دیکھ لیں کہ کہیں اور غیر متعلقہ آدمی تو نہیں ہے؟ زبان سے کوئی باضابطہ منع نہ بھی کرے تو آپ کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ نہیں چاہتے کہ بات کسی دوسرے کو بتائی جائے۔ لہٰذا یہ سب باتیں امانت ہیں۔ ان باتوں کو غیر متعلقہ جگہ بیان کرنا خیانت ہے۔

گھریلو زندگی میں خاندانی معاملات ہوں یا جماعتی دائرے میں مل بیٹھ کر بات کرنا پڑے یا رشتے ناطے کے وقت، کسی مشترکہ کاروبار کو شروع کرتے وقت، کسی مسئلے کے بھی حل کے لیے سر جوڑ کر بیٹھنا پڑے تو اس مجلس میں مسئلے کے ہر پہلو پر کھل کر بات کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔ حُسن و قبح اور مثبت اور منفی بات بھی کھولنی پڑتی ہے تاکہ حقیقت سے قریب تر اور انصاف پر مبنی فیصلے تک پہنچ سکیں، اب اگر مجھے یہ ڈر ہو کہ میں جن لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات کر رہی ہوں وہ یہاں سے اٹھنے کے بعد مجلس کے اندر کی گفتگو دوسرے افراد تک بیان کر دیں گے تو آخر میں کیوں کر کھل کر بات کر سکوں گی؟ میں تحفظات کے ساتھ بات کروں گی اور جب بات اس طرح سے کی جائے کہ کچھ بات کی اور کچھ چھپائی، راز افشا ہونے کے ڈر سے تو ایسے میں پوری صورتِ واقعہ سامنے نہیں آ سکے گی اور جب پوری بات اپنے ہر پہلو سے سامنے آنے سے رہ جاتی ہے تو فیصلہ اور مشورہ کیسے حقیقت پر مبنی اور انصاف سے قریب ہو سکتا ہے؟

بات آزادانہ ماحول میں بغیر کسی تحفظات کے کھل کر کرنا ممکن نہیں ہے جب تک بولنے والے کو یہ یقین نہ ہو کہ اس کی باتوں کی حفاظت کی جائے گی جیسے کہ امانتوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔ یہ تو نبی ﷺ نے منافق کی پہچان بتائی ہے کہ ''جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ خیانت کرے''۔

[صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق، رقم الحدیث: ۳۳]

اس کا مطلب یہ ہے کہ مجلسوں کی باتیں جب ہم ادھر ادھر ہر جگہ بیان کرتے رہتے ہیں تو ہم خیانت کر رہے ہوتے ہیں اِلّا یہ کہ ایسا کرنا ناگزیر ہو جائے۔ (جیسا کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے، بیان کرتے ہیں کہ) اسی مذکورہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجلسیں امانت ہیں سوائے تین مجلسوں کے۔ ایک وہ جس میں ناحق خون بہانے کا مشورہ ہو رہا ہو، دوسری وہ جس میں کسی کے مال کو ناحق لوٹنے کا مشورہ ہو، تیسری وہ مجلس جس میں بدکاری کا مشورہ ہو رہا ہو۔ [ابو داود]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا۔ [النساء: ۵۸]

''اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے اہل کے حوالے کرو۔''

ارشادِ خداوندی کا منشاء یہ بھی ہے کہ مشورہ میں کسی ایسے شخص کو بھی شریک نہ کرو جو پیٹ کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہلکا ہو، جو مجلس کے راز کی حفاظت کرنا نہ جانتا ہو۔ ہم تو حضور ﷺ کی دانائی اور حکمت کی انمول باتوں کو بڑی بے نیازی سے جھٹک دیتے ہیں اور پھر عمر بھر اس کے نقصانات بھی برداشت کرتے ہیں مگر جانتے نہیں ہیں کہ یہ سزا کس بات کی حکم عدولی کے باعث ملی ہے۔

آیئے! اب اس حدیث پر عمل نہ کرنے کے نقصانات پر غور کریں۔ ہم ایک ایسی فضا میں جہاں کی گئی بات محفوظ نہیں رہتی کیسے دیانتداری سے رائے دے سکیں گے؟ اور جہاں معاملات کے ہر ہر پہلو کو واضح نہ کر پائیں وہاں معاملات کا فیصلہ کیسے انصاف پر مبنی ہوگا؟ گویا مجلس سے خیانت ظلم وفساد پر منتج ہوتی ہے۔

پھر جہاں ایک محفل میں کی گئی باتیں ہر جگہ پھیلائی جا رہی ہوں وہاں بے اعتمادی کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ کینہ، بُغض اور پھوٹ پڑنے سے ہمیں کون سی چیز بچائے گی؟ جب مجلس کے مشورے یوں برسرِ عام سامنے آئیں کہ ''اچھا اس نے میرے بارے میں یہ رائے دی تھی''۔ جماعتی دائرے کے اندر کی باتیں یوں افشا ہو جائیں کہ ''اچھا یہ فلاں ہے جس نے میرے پروگرام کی مخالفت کی تھی یا میرے پروگرام پر یوں منفی تبصرہ کیا تھا۔'' مجلس کی باتوں کی حفاظت نہ کر کے ہم نے کوئی خیر کا کام نہیں کیا۔ ہم نے تو شیطان کی خدمت کی ہے جو چاہتا ہی یہ ہے کہ تمہارے درمیان پھوٹ واقع ہو جائے۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ. [المائدۃ: ۹۱]

پھر یہ کہ مجالس میں کئی اہم فیصلے بھی ہوتے ہیں جو اگر وقت سے پہلے افشا ہو جائیں تو جو فیصلے کے حق میں نہیں ہوتے، وہ تو ٹانگ کھینچیں گے اور رکاوٹیں بھی ڈالیں گے۔ حوصلے بھی پست کریں گے، اور اس طرح کوئی بھی اہم کام کسی ایک پہلو پر بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ ہمیں یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ اِسْتَعِیْنُوْا عَلٰی نَجَاحِ الْحَوَائِجِ بِالْکِتْمَانِ لَهَا. [شعب الایمان، للبیهقی] ''ضروریات کی تکمیل کے لیے انہیں خفیہ رکھنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مدد لو۔"

جائزہ عمل:

1۔ دورانِ ہفتہ حضور ﷺ کے یہ الفاظ یاد آتے رہے؟

2۔ کیا آپ نے اپنا جائزہ لیا کہ آپ مجلسوں کے امین ہیں یا خائن؟

3۔ راز کی حفاظت کی شعوری طور پر مشق کی؟

••••••••••

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مومن.....مومن کا آئینہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ. وَالْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ. یَکُفُّ عَلَیْهِ ضَیْعَتَهُ وَیَحُوْطُ مِنْ وَّرَائِهِ.

[بخاری، الادب المفرد: ۲۳۹- بیهقی فی شعب الایمان: ۲/۱۱۳/ ۷٦٤٥ - ابو داؤد: ۲/ ۲۰٤ سلسلة الاحادیث الصحیحه: ۹۲٦ الجزء الثانی]

"مومن مومن کا آئینہ ہے اور مومن مومن کا بھائی ہے، وہ اس کے نقصان کو روکتا ہے اور اس کے پیچھے اس کی حفاظت کرتا ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
اَلْمُؤْمِنُ	مومن
مِرْآةُ	آئینہ ہے
اَخُو الْمُؤْمِنِ	مومن کا بھائی
يَكُفُّ	روکتا ہے
عَلَيْهِ	اس پر سے
ضَيْعَتَهٗ	اس کے نقصان کو
وَيَحُوْطُ	اور حفاظت کرتا ہے
مِنْ وَّرَائِهٖ	اس کے پیچھے سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتہائی مختصر بات، الفاظ مختصر مگر بات بہت گہری، بہت جامع۔ آپ ﷺ کی باتیں ایجاز کا بہترین نمونہ ہیں۔ اس حدیث میں بندۂ مومن کا دوسرے بندۂ مومن کے ساتھ جو باہمی اعتماد اور باہمی خیر خواہی کا تعلق ہے یہ اس کا اظہار ہے۔ تین الفاظ پر مشتمل بات مطالب کی پوری دنیا اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ فرمایا: اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ۔

''مومن دوسرے مومن کے لیے آئینہ ہے۔'' یہ استعارہ ہے۔ یعنی بمنزلہ آئینہ ہے۔ مجسم آئینہ ہے آئینے کی سی خوبیاں رکھتا ہے۔ آیئے اس ننھی سی بات کے ہر ایک لفظ پر غور کرتے ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ آئینہ کی خوبیاں کیا ہیں جو ایک مومن میں ہونی چاہئیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ مومن کے لیے آئینہ ہر شخص کیوں نہیں بن سکتا؟ مومن ہی کیوں بن سکتا ہے؟

تیسری بات یہ کہ مومن ہر کسی کا آئینہ کیوں نہیں بن سکتا۔ صرف مومن ہی کے لیے آئینہ کیوں بنتا ہے؟

یہ حدیث اصلاً ہمارے اندر کیا خوبی پیدا کر رہی ہے؟ یقیناً کسی خاص بات کی قدر و قیمت ہمارے دل میں بٹھا رہی ہے۔

آئینہ کی کیا خوبیاں ہیں۔ (جو ایک مومن میں ہونی چاہئیں)

آئینہ آپ کو آپ کی حقیقی تصویر دکھاتا ہے۔ مکمل تصویر جیسی کہ فی الواقع آپ ہیں۔ آپ کا حلیہ بے کم و کاست بتاتا ہے۔ آپ کی اصلیت بغیر لاگ لپٹ کے بیان کر دیتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ چہرہ تو گول ہے مگر وہ لمبا دکھا دے، آپ کی آنکھیں تو بڑی ہوں وہ چھوٹی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دکھادے۔ حضور ﷺ فرمارہے ہیں کہ مومن مومن کا آئینہ ہے۔ مومن بھی بمثلِ آئینہ اپنے مومن بھائی کو اس کا حال بتادیتا ہے۔ اسے خودشناس بنادیتا ہے۔ اس کی پہچان اور شناخت دیتا ہے۔ جیسے آئینہ بتاتا ہے کہ بال بکھرے ہوئے ہیں، مانگ ٹیڑھی ہے۔ میک اپ ڈھنگ سے نہیں کیا ہوا ہے اور یہ کہ منہ بھی ڈھنگ سے دُھلا ہوا نہیں ہے۔ ہونٹوں کے اس طرف پیسٹ لگا ہوا ہے۔ بس بالکل ویسے ہی ایک مومن اپنے مومن بھائی کو خواہ رشتے میں وہ والدین، بہن بھائی، دوست احباب، ہمسائے، اہل کار، شوہر، اولاد، تمام کلمہ پڑھنے والے مومن، حکام اور ذمہ داران ہی کیوں نہ ہوں۔ مومن ان کے لیے بمثلِ آئینہ ہے کیونکہ وہ انہیں ان کی اصل تصویر جو ان کے ایمان واخلاق کی اور سیرت وکردار کی ہے پوری طرح دکھادیتا ہے۔ ان کے فکر ونظر میں کجی ہے، ان کے تصورات اور رجحانات کی گندگی، ان کے عقائد ونظریات کی کجی، ان کے نقطۂ نظر اور زاویۂ نگاہ میں کہاں کہاں بگاڑ ہے، ان کی بے ہنگم، بے مقصد، فضول، لایعنی، بے ڈھنگی طرزِ زندگی کو ان پر واضح کرتا ہے لیکن اس کے لیے ایک شرط ہے وہ یہ کہ آئینہ ہو صاف شفاف۔ اعلیٰ کوالٹی کا ہو نہ داغ والا نہ دھبہ والا، نہ گدلا، نہ زنگ آلود۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے مِرْآۃُ (آئینہ) کسی فاسق، فاجر، بدعمل کو نہیں کہا بلکہ مومن کو کہا ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ مِرْآۃُ الْمُؤْمِنِ۔ وہ بندہ مومن ہے، مومنانہ اوصافِ حمیدہ رکھتا ہے۔ اس کا اپنا دامن کردار صاف وشفاف اور بے داغ ہے۔ اگر آئینہ زنگ آلود ہوگا۔ خود گدلا ہوگا۔ گرد وغبار سے اٹا ہوگا، اس پر جگہ جگہ چکناہٹ کے داغ ہوں گے تو وہ کیا خاک شکل دکھائے گا۔ ٹھیک اسی طرح مومن اگر خود امین ہے کبھی کسی قیمت کوئی معمولی سے معمولی گھپلا کرنے پر آمادہ نہیں دیکھا گیا تو بہت سے خائنوں کے لیے بمثلِ آئینہ ہے۔ مومن کے قریب جا کر اس کے دیانتدار رویے کو دیکھ کر اپنی بددیانتی نظروں میں گھومنے لگتی ہے۔ مومن چونکہ خود سچا ہوتا ہے اس لیے جھوٹ بولنے والا اس سچے مومن کو دیکھ کر اندر سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خود کو پہچان لیتا ہے۔ مومن تو اصولوں کا پابند ہوتا ہے تو بے اصولی کرنے والا اس آئینے میں خود کو دیکھ کر ضمیر کی لعن طعن سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ .[القیامۃ: ۱۴-۱۵]

''ہر انسان اپنے آپ کو بخوبی جانتا ہے خواہ کتنی ہی معذرتیں کیوں نہ پیش کرے۔''

اگر میں اور آپ فکر و نظر میں، عقیدہ و اعمال میں خود اجلے ہیں، ستھرے ہیں، بغض، حسد، کبر، دوسرے کی تحقیر، دوسرے کی تذلیل، دوسروں کو عار دلانے کے داغ، دھبے، زنگ ہم پر چڑھا ہوا نہیں ہے جب ہم خود کدورتوں، نفرتوں اور دل کی کمین گاہوں میں چھپ کر وار کرنے والے نہیں ہوتے۔ خود مفاد پرست دنیا طلبی کی چکناہٹ کے داغ نہ رکھتے ہوں، اپنی بڑائی اور احساسِ برتری کی گندگی ہم پر نہ لگی ہوئی ہو، نفس پرستی کی میل نہ لگی ہو، خود نمائی اور خود پرستی کے دھبے نہ ہوں، انتہائی بے غرض، بے لوث، جذبۂ خیر خواہی۔ سوز و درد کا اجلا پن اور شفافیت رکھتے ہوں گے تو پھر ہم ''مرأۃ المومن'' ہیں۔ پھر ہمیں زبان سے بھی کچھ کہنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ ہمارا حسنِ عمل ہمارے کردار کی بلندی ایک خاموش آئینہ ہے جو اس کے سامنے سے گزرے گا اپنا کمزور حال دیکھ کر نفسِ لوّامہ کی پکار ضرور سنے گا۔ مومن کو تو رضائے الٰہی کے مقصدِ وحید نے دین کی آلائش سے پاک صاف کیا ہی ہوتا ہے۔ ایسا مومن مثلِ آئینہ ہے۔ وہ زبان سے کچھ بھی نہ کہے لیکن اس کا سرتاپا حسنِ عمل دوسرے کو اپنے داغ دھبے خود ہی دکھا دیتا ہے۔ آپ غصے میں ہوں شدید جذبات میں کچھ اول فول کہہ جاتے ہیں، مخاطب انتہا درجے کا متحمل ہو تو کیا اس کے روبرو پانی پانی نہیں ہو جاتے؟ کیا اس کے تحمل نے اس کے عفو و درگزر نے مثلِ آئینہ ہمیں اپنے داغ دھبے نہیں دکھائے؟ اور جب وہ مومن زبان سے کچھ کہتا ہے تو اس کے پاس تو حکمت، موعظہ حسنہ ہے۔ انتہائی دلسوزی، انتہائی دردمندی، انتہائی اخلاص، محبت اور خیر خواہانہ جذبات کے ساتھ بات کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا سلیقہ اور قرینہ اس کے حضور ﷺ کا سکھایا ہوتا ہے اسی لیے تو مخاطب کے اندر کوئی کد پیدا نہیں ہوتی اور وہ کسی قسم کے ردعمل (Reaction) کا شکار نہیں ہوتا۔ یہ مومن کی چارہ سازی اور غمگساری پر اعتماد ہی تو ہے جس کے باعث دوسرے کی نظر اپنے عیوب پر جاتی ہے۔ ایسے ہی تو بات نہیں کہی گئی کہ تیرا دوست ایسا ہو کہ جیسی اصلاح وہ تیری کرنا چاہتا ہے ویسی اصلاح وہ پہلے اپنی کرتا ہے۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

سینہ روشن ہو تو ہے سوزِ سخن عین حیات
ہو نہ روشن تو سخن مرگِ دوام ہے ساقی

سو اس پوری گفتگو سے جو بات واضح ہوئی وہ یہی کہ ''مرآۃ'' بننے کے لیے مومن بننا ضروری ہے۔ اپنے اندر مومنانہ اوصاف و کردار پیدا کرنا ہوگا۔ پھر آئینے کی ایک اور خوبی پر نظر ڈال لیجیے کہ وہ صرف آپ کو آپ کی تصویر دکھاتا ہے۔ کسی غیر کے سامنے آپ کی تصویر نہیں رکھتا۔ آپ کو رسوا نہیں کرتا۔ جب آپ اس کے سامنے سے ہٹ جاتی ہیں تو تصویر محفوظ کر کے دوسروں کو دکھانے کے لیے نہیں رکھتا۔ یہی حال بندۂ مومن کا ہے کہ دوسروں کا حال، دوسروں کی کمزوریاں، دوسروں کے نقائص جس کا اگرچہ اس نے انہیں تو احساس دلایا ہے مگر وہ کسی اور کو دکھانے کے لیے، اوروں کے سامنے بیان کرنے کی فضول لذت کی خاطر اسے مثلِ آئینہ اپنے دل کے اندر محفوظ نہیں رکھتا۔ پھر ایک پہلو یہ بھی ہے جو غور طلب ہے کہ آئینہ اس کو تصویر دکھاتا ہے جو دیکھنا چاہتا ہے اور اس کے لیے چل کر آئینہ تک آتا ہے۔ مومن بھی مثلِ آئینہ دوسرے کی طرف سے اسی طلب اور اٹھنے کا منتظر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دوسرے کی اصلاح سے پہلے طلبِ اصلاح اس کے اندر پیدا کرتا ہے۔ وہ اس کے اندر اپنی اصلاح اور اپنے تزکیہ و تربیت کے لیے فکر اور شوق کی آبیاری کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب آیئے حدیث کے تیسرے لفظ پر غور کرتے ہیں کہ مومن اپنی مومنانہ صفات کے ساتھ آئینہ ہے۔ مگر کس کے لیے؟ المومن مرآۃ المومن آئینہ مومن کے لیے ہے، ایمان سے عاری انسان کے لیے نہیں۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ آئینہ تو صاف وشفاف ہے لیکن اگر کوئی آئینہ کے سامنے جا کر آنکھ بند کر لے یا پھر دیکھنے والے کی نگاہ بہت کمزور ہے، اب وہ جو عینک ہے وہ بھی نہیں مل رہی ہے تو اس کمزور نظر والے کو عینک کے بغیر کیا دکھائی دے گا؟ خواہ آئینہ کتنا ہی شفاف اور اعلیٰ کوالٹی کا کیوں نہ ہو۔ مگر اس کی محبت اور نصیحت سے ہم اس وقت فیض یاب نہیں ہو سکتے جب تک کہ خود اپنی آنکھیں نہ کھولیں اور دیکھنے کے لیے تیار نہ ہوں یا پھر آئینہ میں دیکھ تو رہے ہوں مگر نگاہ میں ٹیڑھا پن یا کجی ہو تو کیا خاک دکھائی دے گا۔ اپنی نظر کمزور ہو تو اپنی شکل غیر واضح اور مبہم دکھائے دے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن جو مثلِ آئینہ ہے، اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے سب سے پہلی بنیادی چیز آنکھ کا کھولنا، نگاہ کا تیز ہونا ہے۔ نگاہ میں یہ روشنی کہاں سے پیدا ہوتی ہے؟ یہ روشنی ایمان ہی سے پیدا ہوتی ہے، اپنی نظر کی کمزوری اور اپنی نظر کی کجی کو دور کرنے کے لیے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [النور: ۳۵] سے نور و روشنی طلب کرنی ہے جو اس نے اپنی کتاب نور وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۔ [النساء: ۱۷۴] کی شکل میں ہمیں عطا کی ہے تو گویا حضور ﷺ ہمیں یہ سمجھا رہے ہیں کہ مومن دوسرے مومن کے لیے آئینہ کا کام اس وقت کر سکتا ہے جب وہ دوسرے مومن کی نگاہ میں قرآن کی روشنی ڈالے گا۔ جس طرح آنکھ پر موتیا آ جانے سے سب کچھ دھندلا دھندلا ہو جاتا ہے، اسی طرح نفاق، فسق و فجور اور دنیا پرستی کے باعث دل کی آنکھوں پر غلاف چڑھ جاتے ہیں۔ دل کی آنکھ پر آنے والے پردے میں جب قرآن و حدیث کی روشنی پڑتی ہے تو وہ پردہ چھٹ جاتا ہے یہ ذمہ داری اس مومن کی بھی تو ہے کہ وہ خود کو سنوارنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے روشنی کا اہتمام کرے۔ اصلاحِ احوال کے لیے اللہ کے حضور کھڑے ہونے اور اپنی زندگی کا حساب دینے کا ایمان و یقین تو بنیاد کا کام کرتا ہے۔ مخاطب کے اندر آپ کی عمدہ سے عمدہ نصیحت کیا کارگر ہو سکتی ہے جب تک وہ خود اپنے آپ کو چیک نہ کرے۔ الغرض حدیث کا خلاصہ یہی ہے کہ مومنانہ صفات ہوں گی تو ہم کسی کے لیے آئینہ بنیں گے اور اللہ پر اور آخرت پر ایمان کی کیفیات پیدا کریں گے اور اصلاحِ احوال پر آمادہ ہوں گے تو پھر آئینہ دیکھ کر صاف ستھرے ہو جائیں گے۔

جائزہ عمل:

1۔ میرا وجود کس کے لیے مثلِ آئینہ ہے؟ شوہر، والدین، اولاد، دوست احباب؟

2۔ کیا میں بحیثیتِ داعی، بحیثیتِ معلّمہ مثلِ آئینہ ہوں؟

3۔ کیا کوئی ہے جو میرے لیے مثلِ آئینہ ہے؟ کیسے بن گیا؟

4۔ مومن کا آئینہ بننے کے لیے مجھے اپنے ساتھ کیا محنت کرنا ہوگی؟

5۔ دوسرا میرا آئینہ بنے اس کے لیے مجھے کیا محنت کرنا ہوگی؟

••••••••••

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصل دولت مند.....کون ؟

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ : ”لَيْسَ الْغِنٰی عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ.“

[صحیح البخاری ، کتاب الرقاق، ح: ٦٤٤٦۔ مسلم ، کتاب الزکوۃ ، ح: ١٠٥١]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دولت مندی ، مال و دولت کی کثرت وفراوانی کا نام نہیں بلکہ اصل دولت مندی تو نفس کی دولت مندی ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
لَيْسَ	نہیں ہے
الغِنىٰ	دولت مندی
عَنْ كَثْرَةِ	کثرت وفراوانی سے
الْعَرَضِ	مال ودولت کی
الغِنىٰ	اصلی وولت مند
غِنَى	دولت مندی ہے
النَّفْسِ	نفس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارے ہاں یہ تصور عام پایا جاتا ہے کہ خوشحالی، امارت وتونگری، آسودگی کا تعلق مال و اسباب کی کثرت سے ہے۔ اونچے اونچے شاندار مناصب ومقام مرتبہ سے ہے۔ حدیثِ پاک اس تصور کو درست کرتی ہے۔ مال واسباب کی کثرت کی دوڑ میں بھاگنے والوں پر یہ حقیقت واضح کرتی ہے کہ اصل میں غنی وہ نہیں ہے جس کے پاس مال ودولت کے انبار ہوں اصل میں غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہو، اصل مالداری تو دل کی مالداری ہے۔ آپ نے اپنے گردوپیش بہت سے ایسے لوگ دیکھے ہوں گے کہ جن کے پاس ان کی ضروریاتِ زندگی سے کہیں بڑھ کر عیش وعشرت کے سامان ہر طرف ہوں گے مگر پھر بھی وہ مطمئن نہیں، ہر وقت اس سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص برابر لگی ہوئی ہے۔ مال ہے کہ سنبھالے نہیں سنبھلتا مگر (هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ) زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص بڑھتی ہی جاتی ہے۔ ایسے لوگ کیا خاک غنی ہیں؟ یہ تو محتاج لوگ ہیں یہ لوگ دولت کے انبار ہونے کے باوجود احتیاج کا شکار ہیں لہٰذا یہ محتاج ہیں۔ اس کے برعکس بعض لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہوں گے کہ ان کی ضروریات ناگزیر حد تک بھی پوری ہوتی نظر نہیں آتیں مگر ان کے دل میں مال ودولت کی ہوس نہیں ہوتی کیونکہ یہ احتیاج کا شکار نہیں۔ یہی معنی نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا ہے کہ مال داری مال واسباب کی کثرت کا نام نہیں بلکہ اصل مال داری دل کی مال داری کا نام ہے۔

مال دار اصل میں وہ شخص ہے جو اپنے سینے میں مطمئن دل رکھتا ہے، جس کا دل خوش باش ہوتا ہے۔ پُرسکون ہوتا ہے۔ جو دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہوتا ہے۔ مال دار اصل میں وہ ہے جس کے لیے مال و دولت جاہ ومرتبہ، عزت وشہرت کا وجود اور عدمِ وجود برابر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے۔ اگر ملے تو خوشی نہ ہو اور نہ ملے تو دکھ نہ ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس دراہم کی دو تھیلیاں تھیں اسی وقت سب تقسیم کر دیں۔ اس روز روزے سے تھیں۔ روزہ افطار کیا تو لونڈی کہنے لگی: کیا ہی اچھا ہوتا آپ ایک درہم گوشت کے لیے رکھ لیتیں جس سے ہم روزہ افطار کرتے۔ فرمایا: اگر تم یاد کروا دیتیں تو میں رکھ لیتی۔

آپ کو غرباء کے پاس جانے کا موقع کبھی تو ملتا ہوگا، اپنے گھر کھانے کو ہو نہ ہو مگر آگے بڑھ کر سب کچھ پیش کر دینے والا غنی دل تو ہوتا ہے، اس کے برعکس محل نما مکانوں میں آپ کو کچھ پیش کرنے کے لیے بہت لمبی سوچ بچار ہوتی ہے اس لیے کہ وہ محتاج ہوتے ہیں اصل دولت تو دل کا غنی ہونا ہے۔ دل کس کا غنی ہوتا ہے؟ غنٰی کیسے پیدا ہوتا ہے؟ اس کی بنیاد اور جڑ کیا ہے؟ اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل۔

دل اس کا غنی ہوتا ہے جسے سب کچھ اللہ مالک الملک، شہنشاہوں کے شہنشاہ سے لینا ہوتا ہے۔ جس کی نگاہ اس کے خزانۂ رحمت پر ہوتی ہے۔ اس کے خزانۂ بخشش پر وہ یقین رکھتا ہے، یَدَاہُ مَبْسُوْطَتٰن ''اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔'' عربی کا ایک شعر کبھی پڑھا تھا جس کا مفہوم یہی تھا کہ اس کی بے نیازیاں ہزار نیازمندیوں پر دلالت کرتی ہیں۔

دنیا و مافیہا سے بے نیاز صرف وہی ہو سکتا ہے جو اس کا نیاز مند ہو جس کی نیازمندیاں فقط اللہ کے لیے اور صرف آخرت کے لیے ہوتی ہیں، اسی کا دل غنی ہو سکتا ہے جس نے دائمی، بہاروں کا سودا چکایا ہو۔ آپ اونچی پرواز پر ہوں تو بڑے بڑے مکانات، شاندار گاڑیاں یوں ڈِنکی کھلونے کی طرح نظر آتے ہیں۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب نگاہ دائمی قیام گاہوں کے دائمی عیش کدے پر نصب ہو جائے تو پھر متاع دنیا کے لیے حرص وطمع کہاں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ دل کا غنی وہی شخص ہو سکتا ہے جو صرف ایک رب العالمین کا محتاج ہوتا ہے۔ جسے لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ ”زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے۔“ [بخاری، کتاب الجهاد: ۲۷۳٤۔ مسلم: ۱۸۰۵] پر اعتبار ہوتا ہے۔ اس بات کو نبی ﷺ یوں بیان کرتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو آخرت کی فکر کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے الجھے ہوئے کاموں کو سلجھا دیتا ہے۔ اس کے پاس دنیا آتی ہے مگر ناک رگڑتی ہوئی اور جو دنیا کی فکر میں ہی مشغول رہے اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی کا احساس مسلط کر دیتا ہے۔ اس کے معاملات کو الجھا دیتا ہے۔ ساری فکر کے باوجود دنیا بھی اس کو اس سے زیادہ نہیں ملتی جتنی اس کے مقدر میں ہوتی ہے۔“ [السلسلة الاحاديث الصحيحة: ٤٠٤]

پھر غنیٰ پیدا کرنے کے لیے ایک عملی مشورہ حضور ﷺ یہ بھی تو دے رہے ہیں ”اگر تم مال و دولت میں اپنے سے برتر کو دیکھو اور دل میں اس کی حرص پیدا ہو تو اپنے سے کم تر لوگوں کو دیکھو تا کہ حرص وطمع کی بجائے شکر کے جذبات پیدا ہوں۔“ [صحيح بخاری: ٦٤٩٠]

جامع ترمذی میں ایک اور حدیث اسی سے متعلق حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہ کے حوالے سے بیان ہوئی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں دولت مندوں کی صحبت میں رہا تو اپنے سے زیادہ کسی کو غمزدہ نہ پایا۔ اپنی سواری سے اچھی سواری اور اپنے کپڑوں سے اچھے کپڑے دیکھتا (اور غم کھاتا جب) غریبوں کے ساتھ رہا تو (اس رنج وغم سے) آرام حاصل ہو گیا۔

پھر اس حدیث کو بھی تازہ کر لیجیے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے آدم کے بیٹے! تو میری بندگی کے لیے فارغ ہو جا، میں تیرے دل کو غنیٰ سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کو دور کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کرے گا تو میں تیرے دونوں ہاتھوں کو مشاغل سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کو دور نہیں کروں گا۔[احمد: ۸۶۸۱، ابن حبان: ۳۹۳]

غنیٰ کے نتیجے میں اور کون کون سی خوبیاں پیدا ہوتی ہے؟ غنیٰ ہو تو طبیعت لٹانا جانتی ہے۔ سخاوت کی خوبی پیدا ہوتی ہے۔ جس کا دل غنی ہو وہ اپنا حق لینے سے تو بے نیاز ہے، وہ صرف حق دینا جانتا ہے کیوں کہ وہ حق دوسروں سے لینے کا محتاج تو ہے نہیں۔ حق دیتا ہے لیتا نہیں۔ کیوں کہ اسے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ اس کی مزید تشریح اس روایت سے ملتی ہے جسے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم پر لوگوں کا جو حق ہے وہ ادا کرو اور جو تمہارا حق ہے وہ اللہ سے مانگو۔'' [بخاری: ۳۶۰۳، مسلم: ۱۸۴۳]

غنیٰ سے شکر گزاری کا وصف بھی پیدا ہوتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ ایک بار انہیں اطلاع ملی کہ ان کا ایک بحری جہاز سمندر میں غرق ہو گیا تو کہنے لگے الحمدللہ پھر دوبارہ اطلاع ملی کہ وہ خبر غلط تھی جہاز بخیریت ہے تو پھر یہی کہا الحمدللہ۔ غنیٰ ایک ایسی روشنی ہے جس میں ہر طرف شکر ہی شکر کے ترانے ہیں۔ جس میں صرف اور صرف اللہ ہی سے اجر پانا ہو۔ جس کے پیشِ نظر صرف اور صرف دارالخلد، دارالقرار کی شاندار کامیابیاں ہوں۔ اسے تو ہر صدمے، ہر آزمائش کے اندر بھی شکر کے ایسے ایسے پہلو نظر آتے ہیں اور ایسی ایسی خوشیاں ملتی ہیں، جس کا تصور اس دل میں آ ہی نہیں سکتا، جس میں غنیٰ نہ ہو۔

میری ایک دوست ہیں اللہ ان سے راضی رہے اور وہ بھی اسی طرح ہمیشہ اللہ سے راضی رہیں، سولہ سال کی نوجوان بچی کی اچانک وفات کے اس لمحہِ دل خراش میں ان کی زبان سے بات بات پر شکر کا کلمہ ان کے دل کے غنی ہونے پر ہی دلالت کر رہا تھا۔ کہنے لگیں شکر ہے، عین موقع پر ہی اللہ نے جان لے لی اگر بستر پر مدتوں معذور کر کے ڈال دیتا تو پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی ہم عاجز تھے۔ شکر ہے کہ مجھے خوش کرنے کو اللہ نے یہ خبر سنوادی کہ وہ آج روزہ سے تھی۔ شکر ہے کہ وہ ایک ایسے جہاں میں گئی ہے جہاں جتنا مرضی کھیلے کودے، مجھے کوئی خوف اور اندیشہ نہیں ہوگا۔ بلا روک ٹوک باغات میں سیر و تفریح کرتی رہے۔ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے اس کی زندگی کا امتحان بہت مختصر سا لیا۔ لمبے چوڑے مشکل امتحان میں نہیں ڈالا، شکر ہے اس رب کا جس نے اس کی ہمسائی کے ذریعے مجھے یہ بھی سنواڈالا کہ وہ کل اپنی کسی ہمسائی کی خدمت کے لیے اس کے گھر جا کر نیکی کمانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ شکر ہے کہ اس کے قضا روزے مکمل ہونے کی اطلاع بھی میں نے سن لی، شکر ہے کہ اس نے اس سال کی زکوٰۃ بھی ادا کر دی تھی اور کیا میں اس بات پر شکر نہ کروں کہ اسے اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ کے اس فرمان پر عمل کرنے کی سعادت بھی بخشی کہ تم پر دو راتیں نہ گزریں کہ تم وصیت لکھ لو۔ یہ سب شکرانے غِنَی النفس ہی کے ثمرات ہیں۔ الحمدللہ

اس کے برعکس دل کی تونگری نصیب نہ ہو، غِنٰی نہ ہو تو پھر کون کون سی برائیاں پیدا ہوتی ہیں؟ حرص، لالچ، طمع، هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ بے قراری، شکوہ شکایت، رونا دھونا، طبیعت ہے کہ خوش ہونا جانتی ہی نہیں عیش کدے میں ہو اور روٹھا بیٹھا ہو۔ دکھوں سے بھرا پڑا ہو۔ حدیث میں حضور ﷺ نے طمع سے منع کرتے ہوئے فرمایا: ''لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے پوری طرح بے نیاز ہو جاؤ تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔'' [ابن ماجه: ٤١٠٢ ضعيف]

اور پھر یہ اسی طمع و لالچ کا نقصان ہے جسے سلف میں سے کسی نے اسی طرح بیان کیا۔

طمع کرنے والے سے پوچھا جائے کہ تیرا پیشہ کیا ہے؟ تو کہے گا ذلت حاصل کرنا، اور تیری انتہا کیا ہے تو کہے گا محرومی'' اللہ تعالیٰ ہم سب کو غنی بنائے۔ اس دل کا سارا غِنٰی، سارا لالچ، سارے شوق، ساری حاجتیں، سارے ارمان، ساری تمنائیں، صرف اور صرف اپنے سے وابستہ کر لے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الفتح میں محمد ﷺ کے دوستوں کے تذکرے میں جب ان کے باطن کی تصویر کھینچی گئی تو ان کے دل کا حال یہی بتایا گیا کہ اس میں صرف اس ایک پیاری ہستی کے لیے نیازمندی موجود ہے، ماسوا اس کے وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہیں۔ اور جب تم انہیں دیکھو گے تو اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں انہیں مشغول دیکھو گے۔ رب کی خوشنودی کی طلب ہی دل کے غنی ہونے کا باعث بنتی ہے۔ مال و دولت کی کثرت سے آدمی غنی نہیں بنتا۔ اللہ ہی کے لیے خالص ہونے سے دل غنی ہوتا ہے۔

پھر اس یمنی نوجوان کا تذکرہ بھی سن لیں۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تیرہ افراد پر مشتمل ایک وفد کے ہمراہ آیا۔ آپ ﷺ اس کی آمد پر خوش ہوئے اور وفد کے ارکان کی خوب عزت و تکریم کی۔ دورانِ قیام انہوں نے مختلف امور سے متعلق استفسار کیا اور علمِ دین حاصل کرتے رہے۔ یہ لوگ آپ ﷺ کے پاس زیادہ عرصہ نہیں ٹھہرے تھے ان کی خواہش تھی کہ جلد از جلد واپس چلے جائیں اور اپنے اہلِ وطن کو حضور ﷺ کی تعلیمات سے آگاہ کریں چنانچہ چند دن ٹھہرنے کے بعد وہ رخصت ہوتے وقت آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے حضرت بلال کو بھیجا تاکہ انہیں عام وفود سے زیادہ ہدایہ و تحائف پیش کریں۔ جب وہ تحائف وصول کر چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کوئی ساتھی محروم تو نہیں رہا؟ انہوں نے جواب دیا ایک لڑکا جسے ہم اپنے سامان کے پاس چھوڑ آئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے بھی ہمارے پاس بھیج دینا۔ واپس جا کر انہوں نے لڑکے سے کہا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور اپنی کوئی حاجت ہے تو پوری کرا لو۔ لڑکا آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! میں اس وفد کے ساتھ یہاں آیا تھا جو ابھی آپ کے پاس حاضر ہوا تھا۔ آپ نے ان کی حاجات تو پوری کر دی ہیں ایک میری حاجت بھی پوری کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا: تیری حاجت کیا ہے؟ لڑکا بولا میری حاجت میرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھیوں جیسی نہیں ہے وہ لوگ آئے تو اسلام کے لیے تھے لیکن دنیا کا مال ومتاع لے کر گئے ہیں۔ میں واللہ صرف اس لیے آیا تھا کہ آپ ﷺ میرے حق میں اللہ سے یہ دعا کریں کہ وہ میری مغفرت فرمائے۔ مجھ پر رحم کرے اور میرے دل کو غنی کر دے، آپ ﷺ نے اسی وقت لڑکے کی طرف رخ پھیرا اور دستِ دعا اٹھا دیئے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَاجْعَلْ غِنَاہُ فِیْ قَلْبِہٖ۔

پھر اس لڑکے کو بھی ویسے ہی تحائف عطا کرنے کا حکم دیا جیسے اس کے ساتھیوں کو دیئے جا چکے تھے۔ اس کے بعد یہ حضرات خوش خوش یمن روانہ ہوئے۔ پھر اس واقعے کو کافی عرصہ بیت گیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر یہی لوگ منیٰ میں رسول ﷺ سے ملے اور اپنا تعارف کرایا۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: اس لڑکے کا کیا حال ہے جو تمہارے ساتھ آیا تھا۔ کہنے لگے یا رسول اللہ! اس جیسا آدمی ہم نے کوئی نہیں دیکھا۔ نہ اس جیسا قناعت کرنے والا شخص ہمارے علم میں ہے۔ اگر لوگ ساری دنیا کا مال و دولت بھی آپس میں بانٹ رہے ہوں تو وہ ان کی طرف التفات نہیں کرتا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: الحمدللہ مجھے پوری امید ہے کہ اس کی موت بھی عالمِ یکسوئی میں واقع ہو گی۔ ان میں سے ایک صاحب نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا ہر شخص یکسوئی کے عالم میں نہیں مرتا، آپ ﷺ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: بعض لوگ پراگندگیِ فکر کے ساتھ مرتے ہیں۔ وہ بسترِ مرگ پر پڑے ہوتے ہیں لیکن ان کی خواہشات، ان کے افکار، ان کے پروگرام اور منصوبے کہاں کہاں لیے پھرتے ہیں ایسے لوگ جو عالمِ نزع میں بھی یک سو نہیں ہوتے، اللہ کو ان کی کچھ پرواہ نہیں کہ وہ کس چیز کے غم میں اور کس حالت میں مر رہے ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے کہا: ہاں وہ نوجوان تو ہم میں بہترین زندگی بسر کر رہا ہے۔ دنیا کی محبت اس کے دل میں مطلق نہیں اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر قانع ہے [الطبقات الکبری ابن سعد]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضور ﷺ کی وفات کے بعد ارتداد کا جو طوفان اٹھا اس کی رو میں بہت سے اہلِ یمن بھی بہہ گئے۔ اس موقع پر یہی نوجوان اپنی قوم کو خدا یاد دلاتا رہا اور انہیں اسلام کی حقانیت اور قدر و قیمت بتاتا رہا۔ نتیجتاً اس کی قوم کا کوئی فرد مرتد نہ ہوا۔ پورا واقعہ اَلْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ کی کتنی خوبصورت عملی تصویر ہے۔ اور احادیث میں دل کو غنی کرنے کی یہ دعا کتنی دل نشین ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی ۔ "اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت کا، تقویٰ کا، پاک دامنی کا، اور غِنا کا سوال کرتا ہوں۔"

جائزہ عمل:

1۔ الغنی غنی النفس حضور ﷺ کی اس بات نے کتنی بہنوں کو اپنے دل کا جائزہ لینے پر متوجہ کیا؟

2۔ میرے لیے مشکل ہے اس شے کی نگہبانی۔ مشکل تو ہے مگر ناممکن تو نہیں ہے نا؟

3۔ غنٰی کا وصف اپنے اندر پیدا کرنے میں کون سی تدبیر کو زیادہ کارگر پایا؟

4۔ اس خوبی کو اپنانے سے آپ کو نقد کیا فائدہ ہوا؟

****

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعا عبادت ہی ہے

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم : ''اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ'' ثُمَّ قَرَأَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ: ﴿اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ. اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾.

[صحيح ابن حبان ، كتاب الرقائق ، باب الادعية رقم الحديث ٨٩٠، قال الامام الالبانی ، صحيح الاسناد]

''نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دعا عبادت ہی ہے۔'' پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ''مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ جو لوگ گھمنڈ میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں ضرور وہ ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
الدُّعَاء	دعا
هُوَ	یہ/وہی/وہ
العِبَادَة	عبادت
ثُمَّ قَرَاَ	پھر پڑھی
هٰذِهِ الْاٰيَة	یہ آیت
اُدْعُوْنِیْ	پکارو مجھے
اَسْتَجِبْ	میں قبول کروں گا
لَكُمْ	تمہاری
اِنَّ	بے شک
اَلَّذِيْنَ	جو لوگ
يَسْتَكْبِرُوْنَ	تکبر کرتے ہیں
عَنْ عِبَادَتِیْ	میری عبادت سے
سَيَدْخُلُوْنَ	جلد وہ داخل ہوں گے
جَهَنَّمَ	جہنم
دَاخِرِيْنَ	ذلیل ہو کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث دعا ہی کو عبادت کہہ رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے معاً بعد یہ آیت تلاوت فرمائی: ''مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، جو لوگ گھمنڈ میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں۔ ضرور وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔'' اس آیت میں دعا اور عبادت کو مترادف کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دعا عین عبادت ہے، جانِ عبادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا، اللہ اس پر غضبناک ہوتا ہے۔'' [سنن الترمذی]

دعا پکارنے کو کہتے ہیں اور عبادت اللہ تعالیٰ کی بندگی اور مکمل اطاعت کا نام ہے۔ حضورؐ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پکارنا، اُس سے مانگنا مکمل اطاعت کی روح ہے۔ کیسے؟ اس بات کو سمجھنے کے لیے ہمیں خود دعا کی اصل حقیقت پر غور کرنا ہوگا۔ دعا پکارنے کو کہتے ہیں۔ ہم پکارتے کس کو ہیں؟ وہ جو موجود ہو، جو موجود ہی نہ ہو، اسے ہم کیوں آواز دیں گے؟ ہم پکارتے اس کو ہیں جو قریب ہو۔ جو دور، بہت دور ہو، اسے کیوں کر پکاریں۔ ہم پکارتے اسی کو ہیں جو سنتا ہو، جو سن ہی نہ رہا ہو، اسے پکارنا فضول ہے۔ ہم پکارتے اسی کو ہیں جو سن کر مدد کو آتا ہو، جو مدد کو آنے کے لیے تیار نہ ہو اسے کیوں پکاریں گے۔ ہم پکارتے اسی کو ہیں جو مدد کی قدرت رکھتا ہے۔ جو خود بے بس پڑا ہو جو خود اپنے بکھیڑوں میں جکڑا ہوا ہو وہ ہماری مدد کیسے کر پائے گا؟ سو اللہ تعالیٰ کی ان ہی صفات کا استحضار کہ وہ موجود ہے۔ اِنَّ مَعِیَ رَبِّی (میرا رب میرے ساتھ ہی تو ہے)۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد۔ (کچھ بھی تو دور نہیں میری شہ رگ سے زیادہ میرے قریب)۔ اِنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ (یقیناً اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے) یعنی میرے اور میرے دل کے درمیان میں ہے۔ دل سے بھی زیادہ قریب ہے۔ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (تم جہاں کہیں چلے جاؤ تمہارے ساتھ ساتھ ہے۔)

آپ سے دعائیں کرواتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہر دم موجود ہونے کا یقین اگر آپ کے رگ و پے میں سرایت کر چکا ہو تو پھر آپ اس قابل ہو جاتے ہیں کہ اس کی موجودگی میں اس کی نافرمانی کی جرات نہ کر سکیں۔ آپ ملازمہ کے سر پر سوار ہوں تو وہ صفائی اچھی طرح کرتی ہے، آپ اِدھر اُدھر ہو جائیں سامنے موجود نہ ہوں تو پھر کہاں کہاں سے کیسی کیسی ڈنڈی مارتی ہے۔ دعا کو هُوَ الْعِبَادَة اسی لیے کہا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہر دم ہر جگہ شاہد ہونے کے یقین کا نام ہے اور یہی یقین ہے جو ہمہ وقت اطاعت کی بنیاد اور اصل طاقت ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی یہ صفت کہ وہ سمیع ہے "اِنَّنِیْ اَسْمَعُ" (یقیناً میں سنتا ہوں) اور سمیع بھی اس شان کا کہ وہ تو میری ان خاموش صداؤں ("نِدَاءً خَفِيًّا: مریم: ۳) کو بھی جنہیں خود الفاظ نہیں دیئے ہوتے سنتا ہے۔ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ [ق: ۱۶] "اور ہم اس کے دل میں ابھرنے والے وسوسوں تک کو بھی جانتے ہیں۔"

تو یہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا ایسا ادراک اور اتنا گہرا شعور ہے جس کی وجہ سے دعا کے لیے ہاتھ اٹھتے ہیں، ہاں یہی احساس جب رگ و پے میں جذب ہوتا ہے اور ہڈیوں کے گودے تک پہنچتا ہے کہ وہ سمیع ہے، تو سرتاپا اطاعت بن جاتا ہے۔ وہ سمیع ہے تو کیسے جھوٹ بولوں؟ کیسی غیبت کروں؟ چغلی کیسے کھا سکتی ہوں؟ طعن و تشنیع کیسے کر سکتی ہوں، غصہ میں اول فول کی جرات کیسے! وہ سمیع سن لے گا اور پھر جب دعا نے یہ یقین بھی دیا ہو کہ وہ اَن کہی کو بھی سنتا ہے تو پھر اس یقین کے باوجود دل کو کیسے گندا رکھ سکتی ہوں اور وہ جو حسد، بغض، کینہ، کبر، تحقیر نے اس دل میں بڑ بڑا ہٹیں اور خاموش فقرے چُست کر رکھے ہوتے ہیں، وہ سب بھی دم توڑ جاتے ہیں کہ وہ سن لے گا۔ تو دعا هُوَ الْعِبَادَة اس طرح سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اللہ کی اطاعت کا سرچشمہ ہے اور اللہ کی نافرمانی پر بند باندھتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی اس صفت پر یقین اور اعتبار کہ اللہ تعالیٰ ہی اس لائق ہے کہ اسے مدد کے لیے پکارا جائے۔ آپ کے جسم و جان میں خون کی طرح گردش کرے تو آپ ماسوا سے بے نیاز ہو جاتے ہیں ،آپ کی امیدوں، آرزوؤں اور مدد کا مرکز و محور صرف اللہ کی ذات بنتی ہے تو پھر صرف ایک ہی آقا کے وفادار بنتے ہیں، اسی کا نام تو عبادت ہے، دعا کو آپ کیسے هُوَ الْعِبَادَةُ نہیں کہیں گے کہ دعا نے ہی تو آپ کے اندر اپنی بے بسی، اپنے عجز، اپنی درماندگی، اپنی فقیری اور اللہ تعالیٰ کے عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا [الکهف: ٤٥] ہونے پر مان دیا ہے۔ اور اس کی قدرتِ کاملہ پر یقین رکھنے والا اس کے مقابل میں کیسے کھڑا ہو سکتا ہے؟ اس کی عافیت اسی میں ہے کہ وہ اس کے حضور سر ڈال دے، اپنا سب کچھ اس کے سپرد کر دے۔ اپنی رائے، اپنا خیال، اپنا عمل، اپنا رویہ، اپنا برتاؤ، اپنی آزادی سب اس کے حوالے کر دے۔ اسی کا نام عبادت ہے۔ دعا یقیناً اس طرح اطاعت کی قوتِ محرکہ بنتی ہے۔ سبحان اللہ! دعا ''غائب'' کو حاضر کر دیتی ہے۔ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ کا یقین بٹھاتی ہے ۔ اے جلوۂ نادیدہ تو میری نظر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اختیاراتِ کُل پر اعتبار بٹھاتی ہے۔ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ [آل عمران: ١٥٤] بے شک تمام اختیارات اللہ ہی کو حاصل ہیں، وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ [یوسف: ٢١] بے شک اللہ اپنے حکم (کو نافذ کرنے) پر قادر ہے کا یقین جڑ پکڑتا ہے۔ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ [ابراهيم: ٢٧] ۔ دعا ہی کے ذریعہ ان تمام بنیادی عقائد پر اعتماد مضبوط ہوتا ہے۔ دعا اصل میں معرفتِ الٰہی کا شاہکار ہے۔ اللہ تعالیٰ سے آشنائی اللہ تعالیٰ سے تعلق کا نام ہے ۔ دعا تو اللہ تعالیٰ سے آپ کے سچے تعلق کی مستقل دلیل ہے۔

دعا تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی ہر دم موجودگی، انتہائی قربت، اس کا آپ کے تمام جزوی معاملات میں غایت درجہ ذاتی دلچسپی اور ان کو حل کرنے میں آپ کی مدد پر آپ کے احساس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو بیدار کرتی ہے۔ اگر آپ دعا نہیں کریں گے تو صفاتِ الٰہی کا یہ شعوری استحضار کیسے ہوگا؟ اپنے عجز کا احساس نہ کرنا اللہ کی قدرتِ کاملہ پر اعتبار کو نہ بڑھانے کی کوشش اللہ کے غضب کی موجب بنتی ہے۔

دعا کے سلسلہ میں چند بنیادی باتوں کو سمجھنا بھی از حد ضروری ہے۔ یہ کہ دعا اور قبولیتِ دعا میں بسا اوقات ایک لمبا فصل ہوتا ہے۔ آپ اس فصل سے گھبرا جاتے ہیں۔ طویل مدت سے اسے پکار رہی ہوں۔ آخر دعا کیوں نہیں قبول ہو رہی ہے؟ تو یہ کہنا جلد بازی ہے۔ حضور ﷺ اس سے منع فرماتے ہیں۔ فرمایا: ''جلد بازی یہ ہے کہ آدمی کہے میں نے بہت دعا کی، بہت دعا کی مگر میں دیکھتا ہوں کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی، اور یہ کہہ کر تھک جائے اور دعا مانگنی چھوڑ دے۔'' [صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، ح: ۵۰۲۵]

دعا کی قبولیت میں دیر بے سبب نہیں ہوتی۔ آپ بھی تو اپنے بچے کے منہ سے نکلی ہر بات ہر مقام پر اسی شکل میں تو پورا نہیں کرتیں، بچہ آپ کی ٹانگوں سے لپٹا رو رو کر ضد کر رہا ہے کہ آئس کریم چاہیے، ابھی کھانی ہے۔ آپ afford کر سکتی ہیں، آپ ماں کا دل رکھتی ہیں آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت آئس کریم کھانا بچے کے حق میں فائدہ مند نہیں ہے۔ آپ باوجود قدرت رکھنے کے اسے اس لمحہ آئس کریم لے کر نہیں دیتیں۔ پھر وہ آپ ہی ہوتی ہیں کہ کسی مناسب وقت میں اس کے لیے آئس کریم خود منگواتی ہیں۔ یہ جو دعا کی قبولیت میں دیر ہوتی ہے اس کا راز بھی تو یہی ہے کہ وہ ستر ماؤں سے بڑھ کر خیر خواہی کا علم رکھنے والا جو جس وقت جس شکل میں جتنا جس کے لیے جہاں تک خیر سمجھتا ہے وہ اسے نواز دیتا ہے۔ اور جب نہیں نوازتا تو وہ چیز اس وقت اس شکل میں مناسب نہیں ہوتی۔ اس کے دینے میں بھی خیر ہے اور اس کے نہ دینے میں بھی خیر ہے۔ بِیَدِکَ الْخَیْر کا مفہوم بھی تو یہی ہے نا!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ دعا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک پر یہ اعتبار دل میں بٹھاتی ہے اور اس کے نتیجہ میں جو شخصیت جو سیرت و کردار آپ کا بنتا ہے وہ راضی برضا کا ہے اور راضی برضا رہنا عین عبادت ہے۔

پھر یہ کہ دعا کی قبولیت کی ان تین شکلوں کو یاد رکھا جائے جس کی وضاحت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی وہ روایت کرتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی مسلمان دعا کرتا ہے جس میں گناہ یا قطع رحمی کی بات نہ ہو تو اللہ تعالیٰ تین باتوں میں سے ایک اسے ضرور عطا فرماتا ہے :

- یا دعا کے مطابق اس کی خواہش پوری کر دی جاتی ہے۔
- یا اس کی دعا کو آخرت کے لیے ذخیرہ اجر بنا دیتا ہے۔
- یا دعا کے برابر اس سے کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے۔

صحابہ کرامؓ نے یہ سن کر عرض کیا تب تو ہم کثرت سے دعا کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اَللّٰهُ اَكْثَرُ'' یعنی اللہ کے خزانے بہت زیادہ ہیں۔[احمد]

دعا کے بارے میں ایک الجھن جو بہت سے ذہنوں میں شیطان ڈالتا رہتا ہے، وہ یہ ہے کہ جب تقدیر کی برائی اور بھلائی بھی اللہ کے اختیار میں ہے اور وہ اپنی غالب حکمت اور مصلحت کے لحاظ سے فیصلہ کر بھی چکا ہے: ''وَرُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ''[سنن الترمذی] جو کچھ طے ہو چکا ہے رونما ہو کر ہی رہے گا، پھر دعا مانگنے کا فائدہ؟ یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ جو آدمی کے دل سے دعا کی ساری اہمیت ہی نکال دیتی ہے۔ قرآن کی یہ آیت اس غلط فہمی کو دور کرتی ہے: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۔ [الغافر : ٦٠]

''اور تمہارے رب نے فرمایا تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔''

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قضا کو کوئی چیز نہیں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ٹال سکتی مگر دعا۔[المستدرك ، صحيح الاسناد]

اللہ کے فیصلے کو بدل دینے کی طاقت کسی میں نہیں مگر اللہ خود اپنا فیصلہ بدل دیتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب بندہ اس سے دعا مانگتا ہے۔ اس لیے تو حضور ﷺ فرماتے ہیں: فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِالدُّعَاءِ .[الترمذی، حديث حسن] ''اے اللہ کے بندو! دعا کو اپنے اوپر لازم کرلو۔''

حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''بے شک تمہارا رب غایت درجہ حیا اور کرم کی صفت رکھتا ہے۔ جب بندہ اس کے آگے مانگنے کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اس کو شرم آتی ہے کہ وہ انہیں خالی واپس کردے۔''[سنن الترمذی]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی یہ چاہے کہ پریشانیوں اور تنگیوں کے وقت اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے اسے چاہیے کہ عافیت اور خوش حالی کے زمانے میں دعا زیادہ کرے۔''[سنن الترمذی، حديث حسن]

دعا کے سلسلہ میں یہ بات بھی دل میں بٹھانے کی ہے کہ دعا قبول ہو یا نہ ہو۔ بہر حال ایک بہت بڑے فائدہ سے وہ کسی صورت میں بھی خالی نہیں ہے۔ اور وہ فائدہ یہ ہے کہ آپ جب اپنے رب کے سامنے اپنی حاجات پیش کرتی ہیں، تو اس سے دعا مانگ کر گویا آپ نے اس کی آقائی اس کی عظیم ترین بالادستی کا اعتراف کیا ہے۔ اور اپنی بندگی و عاجزی اور اپنی بے بسی و درماندگی کا اقرار کیا ہے۔ یہ اعتراف اور اقرار بذاتِ خود جانِ عبادت ہے۔ جس کی وجہ سے آپ کسی حال میں بھی محروم نہیں رکھی جائیں گی، قطع نظر اس بات سے کہ وہ خاص چیز ایک خاص شکل میں آپ کو عطا کی جائے جس کے لیے آپ نے یہ دعا کی۔

حضور ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا: ''اِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَنْزِلُ" . [سنن الترمذی، حدیث حسن] "یقیناً دعا نافع ہے ان امور کے بارے میں جو پیش آ چکے ہیں اور ان کے بارے میں بھی جو ابھی پیش نہیں آئے۔"

دعا مانگنا تو ہر فرد کو آتا ہے۔ قبولیت کی خاص شرائط کے حوالہ سے جو بات واضح طور پر بتائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کا رزق، رزق حلال ہو، رزق حرام کی صورت میں دعا قبول نہیں ہوتی۔ "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر کر کے غبار آلود، پراگندہ بالوں کے ساتھ (حج یا جہاد) کے لیے آتا ہے۔ دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر دعا مانگتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا پینا اور پہننا حرام مال سے ہے۔ حرام مال سے ہی پرورش کیا گیا ہے، ایسے شخص کی دعا کیسے قبول کی جائے گی۔" [اسے مسلم نے روایت کیا ہے]

دعا کے سلسلہ میں یہ پہلو بھی اہم ہے کہ ہمیں دعائیں سیکھنی کس سے ہیں۔ سبحان اللہ! دعا سکھا بھی وہی رہا ہے جس نے قبول کرنی ہیں۔ عرش والے نے فرش والے سے جب کلام کیا۔ (قرآن۔ اللہ کا کلام ہی تو ہے) تو مانگنے والی دعائیں بھی تو سکھلا دیں۔ قرآنی دعاؤں کے نام سے یہ مجموعہ آپ کو الگ سے بھی مل جائے گا۔ اہلِ ایمان کو مختلف واقعات میں سے گزرتے ہوئے ان کی ضروریات کے حوالہ سے ستر سے زائد دعائیں ہیں جو قرآن مجید میں درج ہیں۔ آپ یوں بھی کر سکتی ہیں کہ دوران تلاوت ان قرآنی دعاؤں کو highlight کر دیجئے۔ پھر یاد کرنے کی مشق اور مانگنا لازم کر لیجئے۔

پھر وہ دعائیں جو اس مہربان ہستی ﷺ نے سکھائی ہیں جو مستجاب الدعوات تھے۔ جن کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت حاصل ہوا۔ ہم کوشش کریں ان مسنون مبارک الفاظ سے اس کو پکارنے کی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق مسنون دعاؤں کی تعداد سات سو کے لگ بھگ بتائی گئی ہے۔ مختلف احوال، مقام اور اوقات سے متعلق مسنون دعاؤں کے لیے مندرجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذیل کتب سے استفادہ کریں اور اپنا معمول بنالیں:

- پیارے رسول ﷺ کی پیاری دعائیں از عطاء اللہ حنیف
- اذکارِ مسنونہ از خلیل حامد حامدی
- معارف الحدیث جلد پنجم باب اذکار و دعوات از منظور نعمانی
- دعا کے مسائل از اقبال کیلانی
- حصن المسلم از سعید بن علی القحطانی
- نماز میں پڑھی جانے والی دعائیں از ام عبد منیب
- معوذاتِ نبویہ اور مروجہ تعویز از ام عبد منیب

''جامع دعاؤں'' کے ایک ایک لفظ پر آپ غور کریں گی تو آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ دعاؤں سے حضور ﷺ نے کس طرح ہماری تربیت کی ہے۔ دعائیں ہماری زندگی کے کس پہلو کی تربیت کرتی ہیں؟ دعائیں ہماری آرزوؤں، چاہتوں کی، امنگوں کی خواہشات کی، تمناؤں کی، تربیت کرتی ہیں۔ ہمیں بتاتی ہیں کہ چاہے جانے کے لائق مانگے جانے کے لائق کیا کیا چیزیں ہیں گویا دعائیں بذاتِ خود ہمارے شوق، اُمنگ، آرزو اور تمنا کی سمت متعین کرتی ہیں۔ ہماری فرمائشیں کون سی ہونی چاہئیں؟ یعنی وہ ہزاروں خواہشیں کیا ہوں کہ جن پر دم نکلے؟ اس وقت میرے سامنے معارف الحدیث جلد پنجم اذکار و دعوات میں سے ''جامع اور ہمہ گیر دعائیں'' کا باب کھلا ہے۔ جس کا لفظ لفظ بندۂ مومن کی اصل امنگوں اور اصل شوق کو بیان کر رہا ہے۔

دین اور دنیا دونوں حالتوں کی سلامتی، آخرت کی درستگی، موت کے وقت ہر شر سے راحت اور حفاظت کا وسیلہ، ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی، مخلوق کی نامحتاجی، عفت و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاکدامنی، اچھے اخلاق اور راضی برضا، باطن کو ظاہر سے اچھا اور ظاہر کو بھی نیکی سے آراستہ ایسے گھر والے صالح مال و اولاد جو نہ خود گمراہوں نہ دوسروں کے لیے گمراہ کن ہوں۔ نعمتوں کے شکر کی عظمت و اہمیت کو سمجھوں، تیرا ذکر کثرت سے کروں، تیری نصیحتوں کی پیروی، تیری وصیتوں اور حکمتوں سے غفلت نہ برتوں، سراپا اطاعت بنوں، اپنے حضور عاجزی و نیازمندی سے جھکنے والا بنا دے۔

نرم دل اپنی بارگاہ میں رجوع کرنے والا، ایسا ایمان دے جو آخرت میں حجت بنے۔ میری زبان کو ٹھیک چلنے والی بنا، دل کو ہدایت اور سینہ کو کینہ کپٹ اور ہر قسم کے کھوٹ سے پاک کر، ایسا قول ایسا عمل دے جو جنت کے قریب کر دے، ہر اس قول اور عمل سے پناہ دے جو جہنم سے قریب کرنے والا ہو۔ ہر فیصلہ جو تو میرے حق میں کرنے والا ہے خیر کا ضامن ہو۔ تیری رحمت کو واجب کر دینے والے اعمال ہر گناہ سے محفوظ رہنے، ہر نیکی کی توفیق، جنت کا حصول، جہنم سے نجات۔ کھڑے بیٹھے ہر حالت میں میرے اسلام کی حفاظت، اچھے عمل کی توفیق، برے عمل کو چھوڑ دینے کی توفیق، اپنے مسکین بندوں سے مجھے محبت دے۔ میرے دل کو نفاق سے، میرے اعمال کو ریا کی آمیزش سے، میری زبان کو جھوٹ سے، میری آنکھوں کو نظر کی خیانت سے پاک صاف کر دے۔ دین کے معاملہ میں استقامت، ثابت قدمی، ہدایت، سوجھ بوجھ میں پختگی، قلب سلیم، عمر بھر اپنی بندگی، بہترین عمل پر خاتمہ، پاک صاف زندگی اور آخرت کی طرف ایسی مراجعت ہو جس میں رسوائی نہ ہو۔ پل بھر کے لیے نفس کے حوالے نہ کر۔ سماعت و بصارت اور قلوب میں بیوی بچوں میں برکت، نفس کو تقویٰ سے آراستہ فرما، دل کے کان اپنے ذکر کے لیے کھول، اللہ اور رسول ﷺ کی تابعداری کی توفیق دے۔ میرا حال ایسا بنا کہ تیرے حضور حاضر ہونے تک تیرے قہر و جلال سے میں ہر وقت ترساں ولرزاں رہوں۔ وہ آنکھیں عطا فرما جو تیرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عذاب اور غضب کے خوف سے آنسوؤں کی بارش برسا کر دل کو سیراب کریں۔

مجھے ایسا کر دے کائنات کی ساری چیزوں سے زیادہ مجھے تیری محبت اور ساری چیزوں سے زیادہ تیرا خوف ہو۔ اپنی ملاقات کا شوق مجھ پر طاری کر دے اتنا کہ دنیا کی ساری حاجتوں کا احساس اس کی وجہ سے فنا ہو جائے۔ مجھے ان کاموں میں تقویت دے جو تجھے محبوب ہیں۔ اور جو رغبت و چاہت کی چیزیں تو نے مجھے عطا نہیں کیں میں اس فراغت کو ان کاموں میں استعمال کروں جو تجھے محبوب ہیں۔ میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ، میری انتہائی خوشی اس بات کو بنا کہ میں پورا پورا مسلم بن جاؤں وغیرھا۔

پیارے نبی ﷺ نے تو بندۂ مومن کی آرزوؤں کی یوں تشریح کی ہے جو دعاؤں میں ڈھل کر عرش تک پہنچتی ہیں۔ اب آیئے اس طرف کہ جو دعائیں اس وقت ہم تڑپ تڑپ کر صدقِ دل سے مانگ رہے ہیں وہ کیا ہیں؟ اگرچہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اسی سے مانگو، حاجاتِ دنیا کی فریادیں یقیناً اسی سے کرنی ہیں مگر یہ ہماری دعاؤں میں اور قرآنی و مسنون دعاؤں میں کیا نسبت ہے؟ دنیا کے مزے دنیا کے عیش، دنیا کی آسائشیں دنیا کی عیاشیوں کے گرد گھومنے والی ضروریات کے لیے کتنی دعائیں ہیں؟ اور ابدی جہاں کی کامیابیوں کی ضروریات کے لیے کتنی التجائیں ہیں؟ مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ قرآنی و مسنون دعائیں بذاتِ خود مجھ سے یہ کہہ رہی ہیں ؎

میری دعا ہے تیری آرزو بدل جائے

دعائیں تربیت کا کتنا بہترین سامان ہیں۔ دعائیں کردار ساز ہیں، سیرت بنا رہی ہیں۔ ہمیں اندر باہر سے سجا رہی ہیں اور حسین جنت کا حسین مکین بنا رہی ہیں۔

ہر دعا..... عمل کا ایک پروگرام ایک پلاننگ ہے جو آپ کے سپرد کر رہی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا .....اے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا کر۔ کہنے والا تقویٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی راہ کو کیوں کر نہ دیکھے گا۔ تقویٰ کی راہ پر چلنے والوں سے رشتہ کیوں نہ جوڑے گا۔ تقویٰ کے منافی گفتار و کردار حرکات و سکنات سے کیوں نہ بچے گا۔ دل سے تقویٰ کو طلب کرے پھر اسلام کے راستہ پر آخری آخری گنجائش و رعایت تلاش کرنے پر آخر کیسے راضی ہو سکتا ہے؟

"وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا" اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے ہماری یہ دعا جب بلند ہوتی ہے تو پھر پلٹ کر ہم سے کچھ پوچھتی بھی تو ہے تم نے کیا مانگا؟ صرف متقی نہیں متقیوں کا امام؟ کیا واقعی؟ Moderate Islam کا تو پھر ہر تصور کھرچ کھرچ کر ذہنوں سے نکالنا ہوگا۔ متقیوں کے امام انبیاء کرام ہیں۔ حضور پاک ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ کیا آج کی اکیسویں صدی میں ہم حقیقتاً اس بات پر خوش ہیں کہ ہماری اپنی نسل ترجیحاتِ دنیا و آخرت کے ابواب میں متقیوں کے امام کے مشابہ ہو جائیں؟

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم دعاؤں کے الفاظ کے معنی جانتے ہوں۔ ہم دعائیں پڑھ نہ رہے ہوں مانگ رہے ہوں۔ مانگنے کا تعلق دل کی چاہت سے ہے۔ دل کی سچائی سے مانگیں تو وہ عطا کرنے والا آپ کو صرف اتنا نہیں دے گا جتنا آپ نے مانگا۔ ہم جب اپنے ننھے سے قلب و ذہن کی محدود نظر، سمجھ اور چاہت کے بقدر مانگیں گے تو وہ قریب مجیب، رحمٰن و رحیم، الوہاب اپنی لامحدود وسعتوں کے بے پایاں، بے کراں پیمانے سے ہمیں عطا کرے گا۔ ان شاء اللہ

جائزہ عمل:

1۔ کیا میں نے اس حدیث کو پڑھنے، سمجھنے کے بعد دعا مانگنے کا سلیقہ سیکھ لیا؟

••••••••••

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سادگی کا تعلق ایمان سے ہے

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: ذَکَرَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَوْمًا عِنْدَهُ الدُّنْیَا ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَلَا تَسْمَعُوْنَ، اَلَا تَسْمَعُوْنَ. اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِیْمَانِ. اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِیْمَانِ."

[رواہ ابو داؤد ، کتاب الترجل ، باب ۱ ۔ حکم الحدیث]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھیوں نے آپ ﷺ کے سامنے دنیا کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم سنتے نہیں، کیا تم سنتے نہیں۔ یقیناً سادگی ایمان سے ہے۔ یقیناً سادگی ایمان سے ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
ذَكَرَ	ذکر کیا
يَوْمًا	ایک دن
عِنْدَهُ	ان کے پاس
اَلَا	کیا نہیں
تَسْمَعُوْنَ	تم سنتے
اِنَّ	یقیناً، بے شک
اَلْبَذَاذَةَ	سادگی
مِنَ الْاِيْمَان	ایمان میں سے ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سادگی کا تعلق ایمان سے ہے۔ ایمان کے کس حصہ سے ہے؟ ایمان بالآخرۃ سے ہے۔ یعنی دنیا کے بارے میں یہ ایمان و یقین کہ وہ عارضی ہے، فانی ہے اور آخرت کے بارے میں یہ ایمان و یقین ہے کہ وہ دائمی ہے، لازوال ہے، ابدی ہے۔

کیا آپ وقتی، عارضی، جلد اور یک لخت ٹوٹ جانے والی چیز پر اپنا وقت، پیسہ، قوت صرف کرنے کے لیے تیار ہوں گی؟ ہاں! جو پائیدار ہے، مستقل کام آنے والی ہے، اس کے لیے وقت، پیسہ، قوت، توانائی خرچ کرنا عقلمندی کی بات ہے۔

ہم اس چکا چوند مادی دور میں مادیت کے منہ زور سیلاب میں جو غرق ہو رہے ہیں تو اس کی وجہ دل کا اس ایمان و یقین سے خالی ہونا ہے کہ دنیا عارضی ہے۔ دنیا کو ہم نے ابدی مان لیا ہے۔ اسی وجہ سے تو کل سرمایۂ حیات دنیا کے لیے جھونک رہے ہیں اور اگر کبھی دنیا کو حقیقت میں عارضی مانا ہوتا تو پھر سادگی ہمارا شعار ہوتا۔

یہی وجہ ہے کہ وہ جس کا ایمان بالآخرۃ کامل تھا اور جس نے دنیا کی حقیقت و دنیا کے بنانے والے سے سمجھ لی تھی کہ وہ متاعِ قلیل ہے تو ان کا معیارِ زندگی اس پہلو سے منفرد تھا۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ مملکتِ اسلامیہ کے سربراہ تھے لیکن اس کے باوجود جو معیارِ زندگی آپ ﷺ نے پیش کیا۔ اس کی شان کتنی سادہ تھی۔ پھر آپ ﷺ کے چاروں بہترین خلفاء نے بھی سادگی کا پورا پورا اہتمام کیا۔ اور جن پاک ہستیوں نے سادگی کا یہ بلند ترین معیار پیش کیا زمانے نے بھی تو صرف انہی کو خلفائے راشدین تسلیم کیا۔

اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِیْمَانِ معلم و مربی نبی محترم ﷺ کے گھر کا منظر دیکھنا ہو تو آیئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں۔ آپؓ فرماتے ہیں: ''میں نے دیکھا کہ ایک طرف کھجور کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چٹائی پڑی تھی، ایک کونے میں تھوڑے سے جو پڑے تھے، دیوار پر ایک بکری کی کھال لٹک رہی تھی، حضور ﷺ کے جسم پر کھجور کی چٹائی کی نشان موجود تھے اور جسمِ مبارک پر ایک تہہ بند اور موٹی چادر تھی۔" [صحیح بخاری]

پھر حضور ﷺ کی محرم راز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کیجئے اور ان سے پوچھئے تو انہوں نے آپ ﷺ کے طرزِ زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے عروہؒ سے فرمایا: میرے بھانجے! ہم کبھی کبھی لگاتار تین تین چاند دیکھ لیتے تھے (یعنی دو مہینے) اور حضورؐ کے گھروں میں چولہا گرم نہ ہوتا تھا، (عروہؒ کہتے ہیں) میں نے عرض کیا کہ پھر آپ لوگوں کو کیا چیز زندہ رکھتی تھی؟ حضرت عائشہ ﷺ نے جواب دیا: دو کالی چیزیں، یعنی کھجور کے دانے اور پانی (ان پر ہی ہم جیتے تھے)۔ [بخاری: ٦٤٥٩ مسلم]

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ جو چولہے میں مہینہ بھر آگ نہیں جل رہی، صرف کھجور اور پانی پر مہینوں گزر بسر ہو رہی ہے۔ یہ غربت، مسکنت، مالی مجبوری، معاشی بدحالی کا نتیجہ ہے؟ کیا یہ افلاس کی زیادتی کے باعث تھا؟ کیا یہ دورِ عسرت کی داستان ہے جو سنائی جا رہی ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ سادگی، یہ فقر مدنی زندگی کا ہے جب کہ آپ ﷺ کی فوجیں دنیا کو فتح کرنے کے لیے چہار جانب آگے بڑھنے کے لیے پابرکاب تھیں۔ جزیرۃ العرب کے اندر سے مالِ غنیمت مختلف فتوحات کے نتیجے میں مدینہ کے دارالخلافہ کی طرف دریا کے دھاروں کی طرح بہہ رہا تھا۔ عُسر کے دور کا اختتام اور یُسر کے دور کا آغاز تھا۔ ایسے میں جو تصویریں حضور ﷺ کی سامنے آتی ہیں وہ ہرگز قلتِ مال کا نتیجہ نہیں، اس کے پیچھے اختیار، دنیا کی آسائشوں سے قصداً ہاتھ اٹھانا، سروسامانِ زندگی سے شعوری گریز اور مالِ دنیا سے سوچی سمجھی بے اعتنائی نظر آتی ہے۔ حضور ﷺ نے دنیا اور اس کے سروسامان کو خود دھتکار رکھا تھا۔ اس بات کی مزید وضاحت کے لیے وہ حدیث کافی ہے جس میں نماز کے دوران حضور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ﷺ نے کسی چیز کو اس طرح سے پیچھے دھکیلا تھا جیسے کسی سے بچنے کے لیے دھکیلا جاتا تھا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''دنیا مجسم ہو کر میری طرف آئی تھی اور میں نے اس کو دھتکار دیا۔''

نگاہوں میں اب تک جھلکتی ہے دنیا
تو مات اس کی سا ی ہی فتنہ گر ی کر

جو نقشہ سادگی کا آپ ﷺ نے پیش کیا، اپنے اہلِ بیت کے لیے بھی یہی پسند فرمایا کیوں کہ اہلِ بیت تا قیامت معلم و داعی کی حیثیت رکھتے تھے۔ چاروں خلفاء کا راستہ بھی یہی سادگی تھا۔ میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے۔ لیکن پھر کیا ہوا، دنیا داروں کا تذکرہ نہیں کر رہی ہوں، ہمارے ہاں بدنصیبی سے حال یہاں تک آن پہنچا کہ اپنی تمام تر تعیشاتِ زندگی پر ایک تفاخر اور تکاثر کا جذبہ رکھتے ہوئے اس پر اسلام کا تڑکا لگانے کو وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ [الضحیٰ] کی آیت ربانی سنا کر قرآن پر اپنے عمل کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں بھئی اللہ کے دیئے کا اظہار تو کرنا چاہیے یہ تو تحدیثِ نعمت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم تلبیس ابلیس کا شکار ہیں۔ میری بہنو! سچ کہو قرآن کے مطالب کو ہم زیادہ سمجھتے ہیں یا وہ ہستیاں جنہوں نے بغیر کسی واسطے کے براہ راست آفتابِ نبوت سے روشنی حاصل کی۔ نہ اُن سے بڑھ کر فہمِ قرآن کسی کے پاس ہے نہ اُن سے بڑھ کر عاملِ قرآن کوئی اور ہے۔ وہاں تو صدیقِ اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ غزوۂ تبوک کے موقع پر پورا پورا مال اور نصف مال تحدیثِ نعمت کے طور پر سب ملتِ بیضا پر قربان کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی تحدیث نعمت دیکھنی ہو تو قیمتی سامان تجارت سے لدے ہوئے اونٹوں کی قطاریں دیکھ لیں اور ابو دحداح اور ام دحداح کے اس نخلستان کو دیکھ لیں۔ جس کا سودا تحدیثِ نعمت کے طور پر منعمِ حقیقی ہی کے ہاتھوں چکایا گیا۔ یہ کس نے کہہ دیا کہ دنیا پرستی، ہوس پرستی اور نمائش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پہاڑ کو تحدیث نعمت کی آڑ میں بلند سے بلند تر کرتے جاؤ۔

اب ذرا حضور ﷺ کی وہ دعا بھی سن لیجئے جو آپ ﷺ اپنے لیے مانگا کرتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی کہ پروردگار! محمد ﷺ کے گھر والوں کو روزی بس ضرورت کے مطابق دے۔[بخاری: ٦٤٦٠ مسلم] پھر وہ جس نے اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِیْمَانِ کا سبق دیا۔ایک مرتبہ آپ ﷺ کسی راستے سے گزرے ایک بلند عمارت نظر آئی۔فرمایا: یہ کس کا مکان ہے؟ لوگوں نے ایک انصاری کا نام لیا۔آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔اور جب انصاری آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا تو آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا۔انہوں نے دوستوں سے حضور ﷺ کی ناراضگی کا سبب دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا۔وہ انصاری فوراً گئے، اپنے مکان کو منہدم کر دیا۔آپ ﷺ دوبارہ جب ادھر سے گزرے تو فرمایا وہ عمارت کیا ہوئی؟ تو لوگوں نے سارا حال سنایا۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ مکان جو ضرورت سے زائد ہو، صاحب خانہ کیلیے وبال ہے۔ [ابو داؤد: ٥٢٣٧]

ایک بار آپ ﷺ کسی غزوہ سے واپس آئے تو حضرت عائشہؓ نے بڑے شوق سے گھر کو سجا رکھا تھا اور ایک رنگین پردہ بھی لگایا تھا۔آپ ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے سلام کیا آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر ناگواری کے تاثرات تھے۔آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہ دیا پھر خود اپنے ہاتھ سے پردے کے دو ٹکڑے کر دیئے اور فرمایا: اللہ نے ہمیں مٹی اور پتھر کو آراستہ کرنے کا حکم نہیں دیا ہے۔[مسلم: ٦/١٥٨۔احمد: ٢٧٤]

سیرت کے واقعات اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات سن کر یکسر تبدیلی کا عمل تو صرف ان ہی کو نصیب ہوتا ہے جن سے حضور ﷺ کی ناراضگی برداشت نہیں ہوتی۔حضورؐ سلام کا جواب نہ دیں، حضورؐ منہ پھیر لیں۔تو یہ ناقابلِ تصور صدمہ اور دھچکا ہی ہے۔جو طرزِ زندگی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں گہری تبدیلی کا باعث بنتا ہے۔ اور جہاں حضور ﷺ کی ناراضگی کی کوئی پرواہ نہ ہو، وہاں پر مادیت کا بہاؤ تیز سے تیز تر ہوتا جاتا ہے۔

پھر حضور ﷺ کا وہ قول بھی یاد رکھنے کا ہے ''خوش نصیب ہے وہ شخص جو اسلام لایا، بس ضرورت بھر سامان رکھا اور جو کچھ اللہ نے اس کو دیا، اس پر وہ قانع رہا۔'' [مسلم] جس کو حضور ﷺ خوش نصیب کہہ رہے ہیں، ہمارے نزدیک وہ قابلِ رحم ہوتا ہے، ہم اس پر ترس کھا رہے ہوتے ہیں۔ ہائے بیچارا سہولیاتِ زندگی سے محروم، سخت حالوں میں ہے، بمشکل زندگی کی گاڑی چلا رہا ہے۔ حضور ﷺ اور ہمارے سوچنے کے انداز میں اتنا زیادہ فرق کیوں آ رہا ہے؟ کیا اسی کا نام ہے حضور ﷺ کی باتوں پر ایمان لانا۔ بار بار سوچیے۔

ایک واقعہ سنانے کو جی چاہتا ہے جو کہ دوسری صدی ہجری کی ابتداء کا واقعہ ہے۔ مولانا مودودیؒ نے اسے اپنے ایک مضمون ''مسلمان کی طاقت کا اصل منبع'' (از تنقیحات) میں بیان کیا ہے آپ یہ واقعہ انہی کی زبانی سن لیجیے۔ ''نبی ﷺ کے وصال کو صرف ایک صدی گزری تھی۔ مسلمان ایک زندہ قوم کی حیثیت سے دنیا پر چھا رہے تھے۔ ایران، روم، مصر، افریقہ، اسپین کے وارث ہو چکے تھے۔ دلوں میں ایمان تھا۔ سمع و اطاعت کا نظام بھی قائم تھا۔ مگر پھر بھی جو لوگ عہد صحابہ کے فاقہ کش خستہ حال صحرانشینوں سے زور آزمائی کر چکے تھے انہوں نے اِن سروسامان والوں اور اُن بے سروسامانوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق محسوس کیا۔ رتبیل جو اس وقت سجستان کا فرماں روا تھا۔ اس نے بنی امیہ کے عمال کو خراج دینا بند کر دیا۔ جب یزید بن عبدالملک کو خراج طلب کرنے کے لیے رتبیل کے پاس بھیجا تو کہنے لگا: وہ لوگ کہاں گئے؟ جو پہلے آیا کرتے تھے۔ ان کے پیٹ فاقہ زدوں کی طرح پچکے ہوئے ہوتے تھے۔ پیشانیوں پر سیاہ گٹے پڑے رہتے تھے۔ کہا گیا وہ لوگ تو گزر گئے۔ اس پر رتبیل نے ایک دشمن کی حیثیت سے جو کچھ کہا وہ دوستوں اور ناصحوں کے ہزار وعظوں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیادہ سبق آموز ہے۔ کہنے لگا: اگرچہ تمہاری صورتیں ان سے زیادہ شاندار ہیں مگر وہ تم سے زیادہ عہد کے پابند اور تم سب سے زیادہ طاقتور تھے۔

پھر مزید لکھتے ہیں کہ: ''کسی عمارت کا استحکام اس کے رنگ وروغن، نقش ونگار، زینت و آرائشِ صحن وچمن اور ظاہری خوشنمائی سے نہیں ہوتا۔ نہ مکینوں کی کثرت، نہ ساز وسامان کی افراط اور اسباب وآلات کی فراوانی اس کو مضبوط بناتی ہے۔ اگر اس کی بنیادیں کمزور ہوں، دیواریں کھوکھلی ہوں، ستونوں کو گھن لگ جائے، کڑیاں اور تختے بوسیدہ ہو جائیں تو اس کو گرنے سے کوئی چیز بچا نہیں سکتی، خواہ وہ مکینوں سے خوب معمور ہو اور اس میں کروڑوں روپے کا مال واسباب بھرا پڑا ہو، اور اس کی سجاوٹ نظروں کو بھاتی اور دلوں کو موہ لیتی ہو۔ تم صرف ظاہر کو دیکھتے ہو۔ تمہاری نظر مدِ نظر پر اٹک کر رہی جاتی ہے مگر حوادثِ زمانہ کا معاملہ نمائشی مظاہر سے نہیں بلکہ اندرونی حقائق سے پیش آتا ہے۔ وہ عمارت کی بنیادوں سے نبرد آزما ہوتے ہیں۔ دیواروں کی پختگی کا امتحان لیتے ہیں۔ ستونوں کی استواری کو جانچتے ہیں۔ اگر یہ چیزیں مضبوط اور مستحکم ہوں تو زمانے کے حوادث ایسی عمارت سے ٹکرا کر پلٹ جائیں گے اور وہ ان پر غالب آجائے گی خواہ وہ زینت وآرائش سے یکسر محروم ہو۔ ورنہ حوادث کی ٹکریں آخر کار اس کو پاش پاش کر کے رہیں گی اور وہ اپنے ساتھ مکینوں اور اسبابِ زینت کو بھی لے بیٹھے گی۔

ٹھیک یہی حال حیاتِ قومی کا بھی ہے۔ ایک قوم کو جو چیز زندہ اور طاقتور اور سربلند بناتی ہے وہ اس کے مکان، اس کے لباس، اس کی سواریاں، اس کے اسباب عیش، اس کے فنونِ لطیفہ، اس کے کارخانے، اس کے کالج نہیں، بلکہ وہ اصول ہیں، جن پر اس کی تہذیب قائم ہوتی ہے، اور پھر ان اصولوں کا دلوں میں راسخ ہونا اور اعمال پر حکمران بن جانا ہے۔ یہ تین چیزیں یعنی اصول کی صحت، ان پر پختہ ایمان اور عملی زندگی پر ان کی کامل فرماں روائی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حیاتِ قومی میں وہی حیثیت رکھتی ہے جو ایک عمارت میں اس کی مستحکم بنیادوں، اس کی پختہ دیواروں اور اس کے مضبوط ستونوں کی ہے۔ جس قوم میں یہ تینوں چیزیں بدرجہ اتم موجود ہوں، وہ دنیا پر غالب ہو کر رہے گی۔ اس کا کلمہ بلند ہوگا، اللہ کی زمین میں اس کا سکہ چلے گا، دلوں میں اس کی دھاک بیٹھے گی، گردنیں اس کے حکم کے آگے جھک جائیں گی اور اس کی عزت ہوگی، خواہ وہ جھونپڑی میں رہتی ہو، پھٹے کپڑے پہنتی ہو، فاقوں سے اس کے پیٹ پچکے ہوئے ہوں، اس کے ہاں ایک کالج بھی نہ ہو، اس کی بستیوں میں ایک بھی دھواں اڑانے والی چمنی نظر نہ آئے، اور علوم وصناعات میں وہ بالکل صفر ہو، تم جن چیزوں کو سامانِ ترقی سمجھ رہے ہو وہ محض عمارت کے نقش ونگار ہیں، اس کے قوائم وارکان نہیں ہیں، کھوکھلی دیواروں پر اگر سونے کے پترے بھی چڑھا دو گے تو وہ ان کو گرنے سے نہ بچا سکیں گے۔''

ابھی اس بات کو بہت دن نہیں گزرے ہیں۔ حال ہی میں ایک ویب سائٹ پر ایک تحریر فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ کے نام سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ آپ بھی پڑھیے۔

''۱۹۷۳ کی بات ہے عرب اسرائیل جنگ چھڑنے کو تھی۔ ایک امریکی سینیٹر جو اسلحہ کمپنی کا سربراہ تھا۔ ایک اہم کام کے سلسلہ میں اسرائیل کی وزیر اعظم گولڈا مائیر کے پاس لے جایا گیا۔ اس نے ایک گھریلو عورت کے مانند سینیٹر کا استقبال کیا، کچن میں بٹھایا، چائے کی پیالی بنائی، دھوئی، اپنی جگہ پر رکھی، اس نے اس دوران طیاروں، میزائیلوں، توپوں کا سودا شروع کر دیا اور بھاؤ تاؤ کے بعد شرائط طے پا گئیں تو گولڈا مائیر سینیٹر کی طرف پلٹی اور بولی: مجھے یہ سودا منظور ہے۔ آپ تحریری معاہدے کے لیے اپنا سیکرٹری میرے سیکرٹری کے پاس بھجوا دیں۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب اسرائیل شدید اقتصادی بحران کا شکار تھا۔ اس کے باوجود اسرائیل کی وزیر اعظم نے اسرائیل کی تاریخ میں خریداری کا اتنا بڑا سودا کر ڈالا۔ یہ سودا اتنا بڑا تھا کہ جب خود اسرائیلی کابینہ کے سامنے آیا تو اس نے اسے رد کیا اور رد کرنے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنیاد یہ تھی کہ اس خریداری کے بعد اسرائیلی قوم کو برسوں تک دن میں ایک کھانے پر اکتفا کرنا پڑے گا۔ گولڈا مائیر نے ارکانِ کابینہ کا مؤقف سنا اور کہا: آپ کا خدشہ درست سہی لیکن اگر ہم جنگ جیت گئے، اور ہم نے عربوں کو پسپائی پر مجبور کر دیا تو تاریخ ہمیں فاتح قرار دے گی اور جب کسی قوم کو تاریخ فاتح قرار دیتی ہے تو وہ یہ بھول جاتی ہے۔ جنگ کے دوران قوم نے کتنے انڈے کھائے تھے اور روز کتنی بار کھانا کھایا جاتا تھا۔ اس کے دسترخوان پر شہد، مکھن، جیم تھا یا نہیں اور ان کے جوتوں میں کتنے سوراخ تھے یا ان کی تلواروں کے نیام پھٹے و پرانے تھے۔ فاتح صرف فاتح ہوتا ہے۔

گولڈا مائیر کی دلیل وزنی تھی۔ اسرائیلی کابینہ نے اس سودے کی منظوری دے دی آنے والے وقت نے ثابت کر دیا کہ گولڈا مائیر کا اقدام درست تھا۔ اور پھر دنیا نے دیکھا۔ اسی اسلحہ اور جہازوں سے یہودی عربوں کے دروازے پر دستک دے رہے تھے۔

جنگ کے ایک عرصہ بعد واشنگٹن پوسٹ کے نمائندے نے گولڈا مائیر کا انٹرویو لیا۔ سوال تھا: امریکی اسلحہ خریدنے کے لیے آپ کے ذہن میں جو دلیل تھی۔ فوراً آپ کے ذہن میں اسی وقت آئی تھی یا پہلے سے حکمتِ عملی تیار کر رکھی تھی؟ گولڈا مائیر نے جو جواب دیا وہ چونکا دینے والا تھا۔ بولی: میں نے یہ استدلال اپنے دشمنوں کے نبی (محمد ﷺ) سے لیا تھا۔ میں جب طالبہ تھی تو مذاہب کا موازنہ میرا پسندیدہ موضوع تھا۔ انہی دنوں میں نے محمد ﷺ کی سوانح حیات پڑھی۔ اس کتاب میں مصنف نے ایک جگہ لکھا تھا کہ جب محمد کا وصال ہوا تو ان کے گھروں میں اتنی رقم نہیں تھی کہ چراغ جلانے کے لیے تیل خریدا جا سکے لہٰذا ان کی اہلیہ (حضرت عائشہؓ) نے ان کی ذرہ بکتر رہن رکھ کر تیل خریدا لیکن اس وقت بھی محمد (ﷺ) کے حجرے کے دیواروں پر نو تلواریں لٹک رہی تھیں۔ میں نے جب یہ واقعہ پڑھا تو میں نے سوچا کہ دنیا میں کتنے لوگ ہوں گے جو مسلمانوں کی پہلی ریاست کی کمزور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اقتصادی حالت کے بارے میں جانتے ہوں گے لیکن یہ بات پوری دنیا جانتی ہے کہ مسلمان آدھی دنیا کے فاتح ہیں۔ لہٰذا میں نے فیصلہ کرلیا کہ اگر مجھے اور میری قوم کو برسوں بھوکا رہنا پڑے، پختہ مکانوں کی بجائے خیموں میں زندگی بسر کرنا پڑے تو بھی اسلحہ خریدیں گے۔ خود کو مضبوط ثابت کریں گے اور فاتح کا اعزاز پائیں گے۔ گولڈا مائیر نے اس حقیقت پر سے پردہ تو اٹھا دیا، مگر ساتھ ہی انٹرویو نگار سے درخواست کی کہ اسے آف دی ریکارڈ رکھا جائے، شائع نہ کیا جائے۔ چنانچہ واشنگٹن پوسٹ کے نمائندے نے یہ واقعہ حذف کر دیا۔ وقت دھیرے دھیرے گزرتا گیا۔ یہاں تک کہ گولڈا مائیر انتقال کر گئی اور وہ انٹرویو نگار بھی عملی صحافت سے الگ ہو گیا۔ اس دوران ایک اور نامہ نگار، امریکہ کے بیس بڑے نامہ نگاروں کے انٹرویو لینے میں مصروف تھا۔ اس سلسلے میں وہ اسی نامہ نگار کا انٹرویو لینے لگا جس نے واشنگٹن پوسٹ کے نمائندے کی حیثیت سے گولڈا مائیر کا انٹرویو لیا تھا۔ اس انٹرویو میں اس نے اس گولڈا مائیر کا واقعہ بیان کر دیا۔ اس نے کہا کہ اب یہ واقعہ بیان کرنے میں اسے کوئی شرمندگی محسوس نہیں ہو رہی ہے۔

گولڈا مائیر کا انٹرویو کرنے والے نے مزید کہا: میں نے اس واقعے کے بعد جب تاریخِ اسلام کا مطالعہ کیا، تو میں عرب بدوؤں کی جنگی حکمتِ عملی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہوا کہ وہ طارق بن زیاد جس نے جبرالٹر (جبل الطارق) کے راستے اسپین کو فتح کیا تھا، اس کی فوج کے آدھے سے زیادہ مجاہدین کے پاس پورا لباس نہیں تھا۔ وہ بہتر بہتر گھنٹے ایک چھاگل پانی اور سوکھی روٹی کے چند ٹکڑوں پر گزارا کرتے تھے۔ یہ وہ موقع تھا کہ جب گولڈا مائیر کا انٹرویو نگار قائل ہو گیا کہ: تاریخ فتوحات گنتی ہے۔ دسترخوان پر پڑے انڈے، جیم اور مکھن نہیں دیکھتی۔

گولڈا مائیر کے انٹرویو نگار کا اپنا انٹرویو جب کتابی شکل میں شائع ہوا تو دنیا اس ساری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

داستان سے آگاہ ہوئی۔ یہ حیرت انگیز واقعہ تاریخ کے دریچوں سے جھانک جھانک کر مسلمانانِ عالم کو جھنجھوڑ رہا ہے۔ بیداری کا درس دے رہا ہے۔ ہمیں سمجھا رہا ہے کہ ادھڑی عباؤں اور پھٹے جوتوں والے گلہ بان، چودہ سو برس قبل کس طرح جہاں بانی کرنے لگے؟ ان کی ننگی تلوار نے کس طرح چار براعظم فتح کر لیے؟

پرشکوہ محلات، عالیشان باغات، زرق برق لباس، ریشم و کمخواب سے آراستہ و پیراستہ آرام گاہیں، سونے، ہیرے اور جواہرات سے بھری تجوریاں، خوش ذائقہ کھانوں کے انبار اور کھنکھاتے سکوں کی جھنکار اگر ہمیں بچانے میں کامیاب ہوتی تو تاتاریوں کی ٹڈی دل افواج بغداد کو روندتی ہوئی مستعصم باللہ کے محل تک نہ پہنچتی۔ آہ! وہ تاریخِ اسلام کا کتنا عبرت ناک دور تھا جب مستعصم باللہ، آہنی زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑا، چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان کے سامنے کھڑا تھا۔

کھانے کا وقت آیا تو ہلاکو خان نے خود سادہ برتن میں کھانا کھایا اور خلیفہ کے سامنے سونے کی طشتریوں میں ہیرے جواہرات رکھ دیئے۔ پھر مستعصم باللہ سے کہا: ''جو سونا چاندی تم جمع کرتے تھے اسے کھاؤ۔'' بغداد کا تاج دار بے چارگی و بے بسی کی تصویر بنا کھڑا تھا، بولا: میں سونا کیسے کھاؤں؟ ہلاکو نے فوراً کہا: پھر تم نے یہ سونا چاندی کیوں جمع کیا تھا؟ وہ مسلمان جسے اس کا دین ہتھیار بنانے اور گھوڑے پالنے کی ترغیب دیتا تھا، کچھ جواب نہ دے سکا۔ ہلاکو خان نے آنکھیں گھما کر محل کی جالیاں اور مضبوط دروازے دیکھے اور سوال کیا: تم نے ان جالیوں کو پگھلا کر آہنی تیر کیوں نہ بنائے؟ تم نے یہ جواہرات جمع کرنے کے بجائے اپنے سپاہیوں کو کیوں نہ دیے، تاکہ وہ جانبازی اور دلیری سے میری افواج کا مقابلہ کرتے۔ خلیفہ نے تاسف سے جواب دیا: اللہ کی یہی مرضی تھی۔ ہلاکو خان نے کڑک دار لہجے میں کہا: پھر جو تمہارے ساتھ ہونے والا ہے وہ بھی اللہ کی مرضی ہوگی۔ پھر ہلاکو خان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے مستعصم باللہ کو قالین میں لپیٹ کر گھوڑوں کی ٹاپوں تلے روند ڈالا، بغداد کو قبرستان بنا ڈالا۔ ہلاکو خان نے کہا: آج میں نے بغداد کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالا ہے اور اب دنیا کی کوئی طاقت اسے پہلے والا بغداد نہیں بنا سکتی۔ تاریخ تو فتوحات گنتی ہے، محل، لباس، ہیرے جواہرات، لذیذ کھانے اور زیورات نہیں گنتی۔'' مسلمانوں کی یہ ساری زبوں حالی اور قابلِ شرم حالت حضور ﷺ کی باتوں پر کان نہ دھرنے کے نتیجے میں ہی ہوتی ہے۔ کاش ہم نے حضور ﷺ کی ان باتوں کو لائقِ توجہ سمجھا ہوتا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: میرے دوستوں میں قابلِ رشک وہ ہے۔ جو سبک بار یعنی دنیوی ساز وسامان میں نہایت ہلکا پھلکا ہو۔ نماز میں اس کا حصہ بڑا ہو۔ اپنے رب کی عبادت احسان کے ساتھ کرتا ہو فرماں برداری کرتا ہو خلوت اور جلوت میں اور اس کی طرف انگلیوں سے اشارے نہ کیے جاتے ہیں (گم نام ہو) اور اس کی روزی بقدرِ کفاف ہو اور وہ صابر و قانع ہو۔ [مسند احمد، ترمذی] دنیا اور سامانِ دنیا کی چمک دمک، زیب و زینت ہرگز ہرگز رشک کے قابل نہیں کہ ہم انہیں حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے رہیں۔ یہ تو سب کی سب متاعِ قلیل ہے۔ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا۔ (الکہف: ۸) بہت جلد، بہت جلد، یہ سب کچھ بے آب و گیاہ چٹیل میدان میں تبدیل ہو جائے گا۔

ایک موقع پر آپؐ نے یوں بھی فرمایا: میں تم پر فقر و ناداری کے آنے سے نہیں ڈرتا لیکن مجھے یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا تم پر وسیع کر دی جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کر دی گئی تھی۔ تم اسے بہت زیادہ چاہنے لگو گے جیسے انہوں نے اس کو چاہا۔ پھر وہ تم کو برباد کر دے گی جیسے کہ پہلے لوگوں کو اس نے برباد کر دیا۔ [بخاری: ٦٤٢٥ مسلم، کتاب الزھد والرقاق] معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر حضور ﷺ بھیجتے ہیں تو کیا فرماتے ہیں: معاذ! عیش کوشی سے بچنا۔ اللہ کے بندے عیش کوش نہیں ہوتے۔ [مسند احمد]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن ہمارا حال کیا ہے؟ ہم کہتے ہیں ہمارے اپنے بیٹے اور ہماری اپنی بیٹیاں عیش کوشی کی زندگی آخر کیوں نہ گزاریں؟ کیوں نہ دنیا بھر کی آسائشیں اور عیش وعشرت ان کے قدموں میں ڈھیر کریں؟ اُمّ درداءؓ کہتی ہیں۔ میں نے ابو درداءؓ سے کہا: تم مال اور منصب کیوں نہیں طلب کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: تمہارے آگے بڑی دشوار گھاٹی ہے۔ اسے گراں بار یعنی زیادہ بوجھ والے آسانی سے پار نہ کر سکیں گے۔ اس لیے میں پسند کرتا ہوں اس گھاٹی کو عبور کرنے کے لیے ہلکا پھلکا رہوں۔ [شعب الایمان بیھقی] ابو درداءؓ تو حضور ﷺ کی بات سنیں اور ہم نہ سنیں.....؟ تو پھر اٰمِنُوْا کَمَا اٰمَنَ النَّاسُ کی کوئی ادنیٰ سی شبیہہ اپنے اندر کیسے پیدا کریں گے۔ اور پھر سوال یہ ہے کہ وہ دشوار گزار گھاٹی صرف ابو درداء رضی اللہ عنہ کو عبور کرنی ہے؟ کیا ہم اس سے مستثنیٰ ہیں؟

حضور ﷺ کی یہ بات جب چودہ صدیوں کا سفر کر کے آج کے دور میں نوجوان بچی مریم خنساء تک پہنچی۔ تو اس کے ایمان کا حال اسی کے سسر صاحب نے بتایا اس وقت جب وہ دنیا کے دارالامتحان سے دارالعیش کی طرف روانہ ہوگئی کہ شادی کے بعد گھر میں کسی چیز کے اضافے کا مشورہ دیا تو کہنے لگی۔ ''ابا جان! میں اپنے سامان میں اضافہ کرنا نہیں چاہتی کہ مجھے پل صراط پار کرنا ہے۔'' میں یہاں صرف اتنی بات کا اضافہ کروں گی کہ کیا پل صراط صرف مریم خنساء کو پار کرنا ہے؟

حدیث کا موضوع تو سادگی ہے مگر آپ سوچیں گی بات کو بہت پھیلا دیا گیا۔ اس کی وجہ بھی حدیث ہی کے الفاظ میں ہے۔ اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِیْمَانِ . جب ایمان کے اسباق کا علم نہ ہو۔ جب تک ایمان قوی اور توانا نہ ہو۔ اس وقت تک ''سادگی'' کے پیغام کی حقیقت سمجھ آ ہی نہیں سکتی۔ دنیا اور آخرت کی ان بنیادی حقیقتوں کو دل سے قبول کرنا آپ کو نتیجتاً سادگی پر لائے گا اور جب تک دل نے ان باتوں کو قبول ہی نہیں کیا تو پھر کیسی سادگی؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میرے آپ کے کہنے سے نمائشی سادگی تو ہو سکتی ہے لیکن اس بات کا کیا علاج ''ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں'' یوں بھی ہم سب اس بات کا تو اعتراف کرتے ہی ہیں کہ زائد از ضرورت اشیا کا جھمیلا۔ کتنا تکلیف دہ ہے۔ کرائے کے مکان میں رہنے والے تو اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ کرایہ کے گھر میں چیزیں کم سے کم رکھی جاتی ہیں۔ ہاں جو مستقل رہائش گاہ ہوتی ہے وہاں کے لیے دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ اپنے گھر کو ہر قسم کے پسندیدہ ساز و سامان سے جس طرح چاہو آراستہ کرو۔ اسی بات پر اعتبار آپ ﷺ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْآخِرَةِ۔ کہہ کر بٹھاتے ہیں۔ لَهُمْ مَا يَشَاءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۔[ق:۳۵] دلوں کے سارے ارمانوں کو پورا کرو اپنے اصلی گھروں میں۔ صرف ارمان نہیں ہمارے پاس تو اس کے سوا بھی بہت کچھ ہے سو آپ نے دیکھا سادگی نتیجہ ہے ایمان بالآخرۃ کا۔ عیش الآخرہ پر جتنا جتنا ایمان بڑھے گا دنیا کی زندگی میں سادگی پر اتنا اتنا دل راضی رہے گا۔

آپ نے سیرت کی کتب میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ پڑھا ہوگا۔ ذرا اس کو اب زیادہ توجہ سے سن لیجیے۔ ایک مرتبہ ایک آدمی حضرت ابوذر غفاریؓ کے گھر آیا۔ گھر میں چاروں طرف نظر ڈالی تو حیرت سے ابوذر غفاریؓ سے پوچھنے لگا: آپ لوگوں کا سامان کہاں ہے؟ ابوذرؓ نے کہا: اصل میں ہم نے ایک دوسرا گھر لے لیا ہے اور بس کچھ دیر میں دوسرے گھر میں منتقل ہونے والے ہیں۔ کہنے لگا: مگر جب تک آپ یہاں ہیں آپ کا سامان یہاں ہونا چاہیے۔ اس پر ابوذرؓ نے کہا: مالک مکان نجانے کب یہاں سے نکال دے۔

اس بات کی بھی وضاحت ضروری ہے کہ جہاں تک ضروریاتِ زندگی کا تعلق ہے۔ تو مانا کہ ہر شخص کے لیے یکساں ضروریات کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ہر شخص کا مزاج، پیشہ، عمر، صنف، معاشی حالات کے لحاظ سے ضروریات مختلف ہو سکتی ہیں۔ لیکن لفظ ضرورت پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی تو کبھی غور کیا ہوتا۔ ضرورت ضرر سے بنا ہے۔ ضرر نقصان کو کہتے ہیں۔ ضرورت اس چیز کو کہتے ہیں کہ اگر نہ ہو تو انسان کے ایمان یا جان کو واقعی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

ام عبدمنیب صاحبہ نے اپنی کتاب ''اشیائے ضرورت کا اسلامی معیار'' میں اس بات کو کو بہت عمدگی سے سمجھایا ہے کہ تین بنیادی ضرورتیں تو ایسی ہیں بہر طور جو ہر فرد کے لیے یکساں ہیں۔ جس کی نشاندہی حضور ﷺ نے فرمایا: ابنِ آدم کے لیے ان چیزوں کے علاوہ کسی چیز میں حق نہیں ہے۔ ایک آدمی کو تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا دوسرا بغیر سالن کے روٹی اور پانی اور تیسرا سر چھپانے کے لیے مکان۔ [سنن ترمذی] اس حدیث کی تشریح میں امام ابنِ حزم فرماتے ہیں: کہ ایسا لباس جو جاڑے اور گرمی سے محفوظ رکھے اور ستر پوشی کا کام دے۔ ایسی غذا جو صحت کو محفوظ رکھے اور مرض وضعف سے بچالے۔ ایسی رہائش گاہ جو اتنی مضبوط ہو کہ تیز آندھی میں برقرار رہے۔ گرمی دھوپ سے بچالے۔

معلوم ہوا کہ سادگی ضروریاتِ زندگی سے انکار نہیں کرتی لیکن آسائشِ زندگی اور عیش کوشی کے منافی ہے۔ سادگی نمائش اور دکھاوا تکاثر تفاخر، تکلف تصنع ان سب کے منافی ہے۔ سادگی کا اطلاق زندگی کے تمام معاملات پر ہوتا ہے۔ رہائش میں، لباس میں، کھانے میں، لین دین میں، برتاؤ میں کسی بھی معاملے میں نہ تکلف نہ تصنع، یہ سمجھداری کے منافی نہیں بلکہ عین سمجھ ہے۔

یہ حدیث زندگی گزارنے کے انداز اور معیارِ زندگی سے بحث کرتی ہے۔ آج کے اس چکاچوند ماری دوڑ میں جہاں ہر طرف هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کے فتنوں میں خود ہم کم وبیش مبتلا ہیں۔ ہمیں شرمسار کرتی ہے۔ یہ خوب سے خوب تر کا جنوں توڑتی ہے۔ لباس، رہائش، کھانے، لذت کام ودہن، تعریفوں کے پل باندھنے سے روکتی ہے۔ ایک بزرگ کسی راستے سے گزر رہے تھے۔ دوسرے ساتھی نے ایک بلند وبالا شاندار گھر کی تعریف کی تو کہنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لگے: یہ تمہارے اس حرفِ تعریف نے اس اللہ کے بندے کو مجبور کیا کہ وہ اس کا دیا پیسہ اس طرح سے اڑا دے۔ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۔ (البلد:٦) ''میں نے لپیں بھر بھر کر مال اڑا دیا۔'' جب دنیا ہی مچھر کے پر کے برابر وقعت اللہ کی نگاہ میں نہیں رکھتی۔ جب دنیا ہی مردار بکری کے کن کٹے بچے سے زیادہ حضور ﷺ کی نگاہ میں ذلیل وحقیر شے ہے۔ تو کیا اس دنیا کے بلند وبالا عمارات، یہ اعلیٰ زرق برق، شاہانہ لباس، یہ عمدہ نفیس نت نئے کھانے، خوان ہائے یغما یہ کوئی قابلِ ذکر شے ہے؟ ہاں! رشک کرنا ہے، سمجھنا ہے تو سادگی پر رشک کریں۔

ڈاکٹر عذرا بتول، یہ جب جمعیت میں آئیں تو ننھی منی سی ساتھی تھیں، شادی کے بعد اوکاڑہ میں ہائش پذیر ہوئیں۔ اوکاڑہ میں پرائیوٹ ہسپتال تھا۔ خوب چلتا تھا۔ اپنی وفات سے چند روز قبل ان کے بچوں نے قرآن پاک حفظ کیا تو گھر والوں کو مدعو کیا۔ ان کی بڑی بہن ڈاکٹر امّ کلثوم لاہور سے گئیں تو برہم ہوئیں کہ دعوت کرنے چلی ہو اور چار پلیٹیں نہیں کہ ایک جیسی گھر سے نکلیں، ڈاکٹر امّ کلثوم بتا رہی تھیں کہ ہنستے ہنستے فوراً اپنے پرس سے پیسے نکالے اور کہا: اچھا جا کر لے آئیں پر ''اللہ دا واسطہ بہت ودھیا نہ لے آنا (بہت بڑھیا نہ لائیے گا) اس لیے کہ بڑھیا کراکری کا سامان عذرا نے اپنے اگلے گھر کے لیے رکھا ہوا تھا۔ کون سے گھر میں؟ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ۔[الغاشية:١٣-١٦] ''عالی مقام جنت کے اندر اونچی مسندیں ہوں گی۔ ساغر رکھے ہوئے ہوں گے، گاؤ تکیوں کی قطاریں لگی ہوں گی، نفیس فرش بچھے ہوں گے'' صاحبِ حیثیت تھیں۔ بڑھیا کراکری بھی لی جا سکتی تھی مگر پھر یہ سامانِ عیش جو مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنّٰتِ عَدْنٍ میں چاہیے تھا۔ کہاں سے آتا؟ یہ ہے مطلب حضور ﷺ کی اس بات کا اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِيْمَانِ۔

سادگی کی برکات کیا ہیں؟ آسانی، سہولت، راحت، سکون، صحت، نعمت، مقصدِ زندگی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے وقت میں کشائش، گھنٹے تو وہی چوبیس ہیں جو ہر فرد کو یکساں طور پر ملے ہوئے ہیں۔ پچیسواں تو آپ کو نہیں ملے گا۔ ضروریاتِ زندگی کم سے کم ہوں گی تو کم سے کم وقت، مال، قوت اور توانائی اس پر خرچ ہوگی۔ وگرنہ کل سرمایہ حیات اس پر صرف ہو جائے گا۔ اور جب ہم آپ اپنے اصلی گھر پہنچیں گے۔ اِنَّ اِلَیْنَا اِیَابَھُمْ۔ اور یقیناً بلاشبہ ہم سب کو وہاں پلٹنا ہے۔ تو ایسا نہ ہو کہ دیوالیہ ہو چکا ہو۔ اپنے اصل وطن کے لیے کوئی investment کی ہی نہ ہو۔ آخرت کے لیے زیادہ سے زیادہ سرمایہ حیات لگانے سے تو پھر طرزِ زندگی سادہ ہی ہوگی نا! اب ہمارا اپنا انتخاب ہے۔ عارضی عیش یا دائمی عیش؟ سادگی کی طرف بڑھیے اور پورے اعتماد اور خوشی کے ساتھ۔ سادگی کی طرف بڑھنے کا حوصلہ پیدا کریں۔ بتدریج کوشش کا آغاز کریں۔ چند عملی نکات اور قابلِ عمل مشورے پیشِ خدمت ہیں۔ سیرتِ پاکؐ سے، صحابہ و تابعین کی سیرتِ پاک سے، ہر دور کے اہلِ ایمان کی سیرتوں سے، اپنے دور کے ان لوگوں سے جو آخرت کے طلبگار ہوں، جن کا شعار سادگی ہو، ان سے بالقصد تعلق جوڑیے کہ ''صحبتِ اہلِ صفا نورِ حضور و سرور'' بلندیوں کی طرف دیکھتے رہیں، یوں آپ بھی ایک ایک سیڑھی چڑھتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ

سال بھر جو کپڑے، جوتے، برتن اور دیگر گھر کا سامان استعمال ہی میں نہیں آیا۔ وہ زائد از ضرورت ہے۔ انہیں کم کیا جا سکتا ہے کہ نہیں؟ کم کر سکتے ہیں تو کرتے جایئے اور حساب لگایئے کیا کوئی بڑا نقصان ہوا ہے؟

معیارِ زندگی میں تدریج کے ساتھ کمی اور پھر اس پر جماؤ۔ آپا جی بنت الاسلام صاحبہ کے مشورے بہت عملی ہوا کرتے تھے، وہ کہا کرتی تھیں: ایک وقت میں چار چار ڈشز پیش کرنے والا سوچ سکتا ہے کہ تین کر سکتی ہوں؟ تین والا دو پر آ جائے۔ لباس میں کہا کرتی تھیں: بس تھوڑی سی کم قیمت پر گزارہ کر سکتی ہیں؟ پانچ جوڑے بنانے والا سوچے چار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جوڑوں کے ساتھ گزارا کیا واقعی ناممکن ہے؟

متاعِ دنیا کوئی قابلِ ذکر شے نہیں ہے۔ تذکرے کرنا چھوڑ دیں، تعریف کے پُل نہ باندھیں اَھْلَکْتُ مَالًا لُبَدًا۔ میں نے ڈھیروں ڈھیر مال اڑا دیا، کا باعث بھی تو بیشتر یہی تعریفیں ہیں۔ ہاں! آپ کو تعریف کرنی ہے تو اس بات کی کریں کہ یہ کام کم وقت میں کم توجہ کے ساتھ، کم سے کم اہتمام، کم سے کم خرچ کے ساتھ ہوا ہے۔

ضرورتِ زندگی جب سامنے آئے تو اسے مؤخر کر دیں۔ مجھے جوتا چاہیے، مجھے کپڑے چاہییں آپ خود سے کہتی رہیں۔ ہاں! لوں گی۔ آج نہیں کل، پھر کہئے آج نہیں کل، آپ کو بارہا تجربہ ہوگا کہ ایک ہفتے بعد آپ کو محسوس ہوگا کہ اب حقیقت میں ضرورت باقی نہیں رہی۔ بس تھوڑی سی محنت اور توجہ کے ساتھ ضرورت کو ٹالنے کی مشق کریں تو ضرورت ختم ہو جاتی ہے۔

چند کتابیں جو خاص اس موضوع پر لکھی گئی ہیں، ان سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ "الفقر فخری" از سید اسعد گیلانی، "اشیائے ضرورت کا اسلامی معیار" از اُم عبد منیب، "خود ساختہ بوجھ" از بنت عائشہ، "کتاب الرقاق"، معارف الحدیث جلد دوم، از منظور نعمانی۔

سادگی ہی کے حوالے سے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اظہارِ نعمت سادگی کے منافی ہے۔ نہیں! دوسروں کو اپنے محتاج ہونے کا تاثر دینا درست نہیں ہے۔ کیا قیمتی لباس پہننا معیوب ہے؟ لباس اگر ساتر ہو، پہن کر دکھاوا نہ ہو، مقصد دوسروں سے اظہارِ برتری نہ ہو، خود سے گھٹیا لباس پہننے والوں کو کم تر نہ سمجھا جائے، مزاج میں تکبر نہ ہو، انکساری ہو، پہن کر اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس سے وفا نبھائی جا رہی ہو تو قیمتی لباس پہننا معیوب نہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے: جو چاہو پہنو، جو چاہو کھاؤ۔ جب تک کہ دو باتیں نہ ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسراف اور تکبر۔ [صحیح البخاری، کتاب اللباس] مگر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ سب باتیں جائز ہیں۔ ہم کون ہیں جائز کو ناجائز، حلال کو حرام کہنے والے۔ یہ باتیں جائز ہیں مگر معیاری نہیں ہیں۔ معیارِ مطلوب حضور ﷺ متعین کر گئے۔ سٹینڈرڈ سادگی ہے۔ اعلیٰ ترین چیز، قابلِ رشک چیز، قابلِ تقلید چیز سادگی ہے۔ جہاں تک اور جس حد تک میں اپنی زندگی میں لانے کی کوشش کر سکوں، بس اس کیلیے مضبوط، قوی، توانا، شعوری، مستحضر ایمان کی ضرورت ہے۔ اَللّٰھُمَّ زَیِّنَّا بِزِیْنَۃِ الْاِیْمَان. ''اے پروردگار! ہمیں زینتِ ایمان سے مزین کر دے۔'' آمین!

جائزہ عمل:

1۔ کیا آپ نے یہ بات واقعی سمجھ لی ہے کہ سادگی کا تعلق دراصل ایمان سے ہے؟

2۔ ایمان کے بغیر سادگی، زندگی میں شامل نہیں ہو سکتی؟

3۔ کیا آپ نے اپنی زندگی پر غور کیا ہے کہ اس میں سادگی لانے کی ضرورت ہے، یا سادگی لائی جا سکتی ہے؟

4۔ کیا آپ نے سادگی اپنانے کا ارادہ کر لیا ہے (نیت کر لی ہے)؟

5۔ سادگی اپنانے کا فیصلہ کب کریں گی؟

6۔ سادگی اختیار کب کریں گی؟ سال بعد/کل سے/آج سے؟

7۔ مجھے اپنی زندگی کے کس کس پہلو اور معاملے میں سادگی کو اپنانا ہے؟

••••••••••

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہن کیسے دور ہو؟

عَنْ ثَوْبَانَؓ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :
"يُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى
الْاَكَلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا "فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ
يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ:"بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ
كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عُدُوِّكُمُ
الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ"
فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!:وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: "حُبُّ
الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ."

[سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب تداعی الامم علی الاسلام]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عنقریب (کافر) لوگ تمہارے خلاف جمع ہو جائیں گے جیسا کہ کھانے والے لوگ کھانے کے تھال پر جمع ہو جاتے ہیں''، ایک شخص نے دریافت کیا: ''کیا ان دنوں ہم تعداد میں کم ہوں گے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(نہیں) بلکہ ان دنوں تمہاری تعداد زیادہ ہوگی لیکن تم سیلاب کی جھاگ کی طرح ہوگے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارے رعب اور دبدبے کو نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں وھن ڈال دے گا۔'' ایک شخص نے دریافت کیا: ''اے اللہ کے رسول! وھن کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا سے محبت اور موت سے بیزاری۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
يُوْشِكُ	قریب ہے
الْاُمَمُ	قومیں
تَدَاعَى	دعوت دیں
الاَكِلَةُ	کھانے والے لوگ
قَصْعَتِهَا	رکابی
يَوْمَئِذٍ	اس دن
غُثَاءٌ	جھاگ
السَّيْلِ	سیلاب
وَلَيَنْزِعَنَّ	البتہ وہ چھین لے گا
مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمْ	تمہارے دشمن کے سینوں سے
الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ	تمہارا رعب
وَلَيَقْذِفَنَّ	اور البتہ ضرور ڈال دے گا
قُلُوْبِكُمْ	تمہارے دلوں میں
اَلْوَهْنُ	کمزوری
حُبُّ الدُّنْيَا	دنیا کی محبت
وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ	اور موت سے نفرت/ناپسندیدگی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا یہ وہی دور نہیں ہے جس کی پیشین گوئی آپ ﷺ نے چودہ سو سال پہلے کر دی تھی۔ آج دنیا بھر کی قومیں بھوکے بھیڑیوں کی مانند امت مسلمہ کے دستر خوان پر امت کے بیٹوں، ماؤں بچوں کو ہڑپ کرنے ٹوٹ نہیں پڑی ہیں۔ اور اپنے ساتھ آوازیں دے دے کر خود امت مسلمہ کے پاسبانوں کو بلا رہی ہیں کہ آؤ اس دستر خوان پر تم بھی امت مسلمہ کا خون پینے میں ہمارے ساتھ ہم مشربی کا شرف حاصل کرو۔

امت پر یہ وقت کیوں کر آیا؟ اس کی بنیادی وجہ آپ ﷺ نے حُبُّ الدُّنْیَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ بتائی ہے۔ امت نے دھوکا کھایا، اس دنیا کے بارے میں جہاں وہ رہ رہی ہے اس نے دنیا بنانے والے سے پوچھا ہی نہیں کہ یہ دنیا کس لیے بنائی؟ پوچھا ہوتا تو وہ بتاتا: اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۔[الكهف: ۸] اور اس نے یقیناً بتایا ہے لیکن ہم نے دنیا کے بنانے والے سے یہ سب باتیں نہیں سمجھیں، ہم نے تو دنیا کے بارے میں اپنا نقطہ نظر ٹھیک وہی بنایا جیسا ان لوگوں کا نقطہ نظر ہے جو دنیا کے بنانے والے کو سرے سے مانتے ہی نہیں کہ وہ ہادی ورہنما ہے، امۃ مسلمہ نے بھی یہ سمجھ لیا کہ دنیا جس میں وہ آئے ہیں دارالخلد، دارالعیش ہے۔ اسی لیے تو ضروریاتِ زندگی سے آسائش زندگی اور آسائشِ زندگی سے تعیشاتِ زندگی کی ایک دوڑ ہے جس میں سب اندھا دھند ایک دوسرے کو مات کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اور اس پر بھی یہ سمجھ رہے ہیں کہ آج ہم جو ذلیل وخوار ہوئے ہیں تو شاید مادی دوڑ میں پیچھے رہ جانے کے باعث لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پیچھے رہ جانے کی وجہ یہی مادیت کے سیلاب میں بہہ جانا ہے۔ حب الدنیا کا روگ ہے جو ہمیں کاٹ کھا گیا ہے۔ دنیا میں غرق ہو جانے نے کافر قوموں کے لیے ہمیں تر نوالہ بنایا ہے۔ مسلمان ذلت و پستی میں کیوں ہے؟ مسلمان کافر کا تر نوالہ کیوں بن گیا ہے؟ اس کا سبب وہن ہے، یہ ایک ایسی بیماری ہے جس کے علاج سے دنیادار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو بھاگتا ہی ہے مگر "دیندار" بھی تلملا جاتا ہے۔ اور علاج کے قریب نہیں آتا، آمادہ ہی نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم سر سے پاؤں تک دنیا میں ایسے ڈوب گئے ہیں کہ اب ہم اس سے نکلنا چاہتے بھی نہیں۔ کوئی ایک عیش بھی تو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔

ہم نے "آخرت" کے بارے میں ورس تو دیے ہیں درس سنتے بھی ہیں۔ مگر اب تک آخرت کو ایک ایسی حقیقت مانا نہیں ہے کہ اس کی خاطر دنیا کا کوئی نقصان مول لے لیں۔ ہاں اگر ہماری ساری چمکتی دمکتی رنگا رنگ دنیا کے ساتھ آخرت مل جائے تو فبہا لیکن اگر کبھی آخرت میں گھر بنانے کے لیے دنیا کی کسی بھی چیز سے ہاتھ اٹھانا پڑے۔ محرومیوں کا سامنا کرنا پڑے مال و جان کی قربانی دینا پڑے تو ایسی آخرت ہمیں نہیں چاہیے ہم سب کی اپنی اپنی دنیا ہے۔ ہم اپنی اپنی دنیا کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی دنیا سے پوچھتے ہیں کہ آخرت کے لیے کتنی گنجائش ہے؟ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آخرت "خَیْرٌ وَّاَبْقٰی" ہے تو پھر تو درست بات یہ ہے کہ ہمیں آخرت سے اجازت مانگنی چاہیے کہ دنیا کے لیے کتنی گنجائش نکلتی ہے؟ معلوم ہوا کہ ابھی تو ہمیں اپنے نقطۂ نظر، زاویۂ نگاہ کو درست کرنے پر محنت درکار ہے۔ بلندی پر چڑھنا ہو تو پہلے یہ تو دیکھتے ہیں کہ اس وقت ہم کہاں کھڑے ہیں، تو اس وقت تو ہمیں اپنی توجہات اپنے نقطۂ نظر اور ترجیحات کی درستگی پر توجہ مرکوز کرنی ہوگی۔

حدیث کی کتابوں میں جس طرح کتاب الایمان، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکاۃ، کتاب الحج، کتاب البیوع اور کتاب الجہاد وغیرہا عنوانات ہوتے ہیں اسی طرح ایک عنوان کتاب الرقاق بھی ہے۔ جس کے تحت وہ احادیث درج کی جاتی ہیں جس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ دل میں رقت اور گداز پیدا ہو دنیا سے وابستگی کم ہو۔ آخرت کی فکر اور بڑھے، اس کا شوق ابھرے۔ حدیث کے ذخیرے میں سب سے زیادہ مؤثر اور زندگی کا رخ تبدیل کرنے کی سب سے زیادہ طاقت رکھنے والا حصہ بھی یہی ہے، لیکن دکھ یہ ہے کہ دینی جماعتوں کے اندر بھی دنیا کی بے ثباتی، بے وقعتی اور جنت و دوزخ کے تذکرے جس تسلسل اور تواتر سے جس قوت سے ہونے چاہیے تھے، بہت کم ہیں کیونکہ وہ ہم ہیں جو یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہتے نظر آتے ہیں بھئی ایسے تذکروں سے تو پھر ڈیپریشن ہوتا ہے یا یہ تم کیا تصوف کی طرف مائل ہوتے جا رہے ہو۔ اسلام نے ترکِ دنیا کا سبق کب دیا ہے؟ اور یوں اس بات کا حوالہ غرقِ دنیا کے سارے دروازوں کو چوپٹ کھول دینے کا جواز فراہم کرنے کو حاضر ہو جاتا ہے۔

یہ دنیا کے ساتھ تعلق، محبت، شوق اور انہماک جو انتہا سے بڑھ چکا ہے۔ اس نے لوگوں کو اس قابل نہیں چھوڑا ہے کہ دنیا کی تحقیر اور مذمت کے بارے میں جو کچھ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے وہ باتیں آسانی سے سمجھ میں آ جائیں۔ وہ لوگ جو مسلمانوں کے رہنما اور مصلح سمجھے جاتے ہیں۔ دنیا کی بے ثباتی اور بے وقعتی کے تذکرے کو بے تکلف رہبانیت کی تبلیغ کہہ دیتے ہیں۔

حضور ﷺ نے صحابہ کرام کی جس طرح سے تربیت کی ہے اور جس طرح سے ان کے دلوں سے دنیا کی محبت اٹھائی ہے اور جس طرح سے ان کے دلوں کو آخرت سے جوڑا ہے ہم دینی جماعتوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہ محنت اس طرح سے کب کی ہے؟ ہم تو بڑے مان سے کہتے ہیں کہ کیوں ہم کسی سے کم ہیں؟ اور پھر واقعی اس دنیا داری میں تو ہم نے دنیا داروں کو بھی مات کر دیا، دنیا دار تو اپنی دنیا داری کی وجہ سے بدنام ہوا اور ہم نے دینداری کے نام پر دنیا جمع کر کے خود کو دینداری میں چھپا لیا۔ اور یہ بھول گئے کہ: يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ [البقرہ:۹] ''یہ وہ لوگ ہیں جو (اپنی دانست میں) اللہ اور اہل ایمان کو دھوکہ دیتے ہیں (لیکن حقیقت کیا ہے؟) کہ یہ دھوکا تو اپنے نفس کو دے رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔''

آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کی تربیت کس ڈھب پر کی۔ وہاں تو دل کو دنیا کی محبت سے نکالنا مطلوب نظر آتا ہے۔ حُب الدنیا کو کھرچ کھرچ کر نکالا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے زیرِ تربیت جو گروہِ عظیم تیار ہوا وہ رہتا تو اس دنیا میں تھا مگر دل اس کا دوسرے جہاں آخرت میں اٹکا ہوا تھا اور چونکہ صحابہ کے دل میں آخرت سمائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئی تھی، اس لیے ایسے ایسے بڑے بڑے اعمالِ حسنہ ان کے لیے آسان تھے، جن کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ بے شک نگاہ کی بلندی ہی بلند ہمتی کا باعث بنا کرتی ہے۔ چند لمحوں ہی کے لیے سہی۔ آیئے ہم بھی خود کو شعوری طور پر حضور ﷺ کی محفل میں لے جاتے ہیں۔

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا! کیا جو بات مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ نے سنی ہے آپ بھی سنیں گے؟ کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضور ﷺ کی بات سننے کا مطلب کیا ہے؟ یہ میں بات اس لیے کہہ رہی ہوں کہ مستورد بن شداد تو جانتے تھے کہ حضور ﷺ کی بات سننا کس کو کہتے ہیں۔ ہاں تو سنیے کہ حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ دنیا کی مثال آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی دریا میں ڈال کر نکالے اور پھر دیکھے کہ پانی کی کتنی مقدار اس میں لگ کر آئی ہے۔''

[مسلم:۲۸۵۸]

اب آیئے ہم خود سے پوچھیں کہ کیا نسبت ہے؟ پانی کی اس مقدار کی جو انگلی پر رکھا ہے دریا کی روانی کے مقابلہ میں۔ تو پھر کیا وہ دنیا جو ہاتھ پر لگے پانی کی ایک بوند ہی کے برابر ہے اس طرف توجہ کا شوق انہماک اور اس کے لیے محنتوں کا یہی تناسب ہونا چاہیے؟ کیا حقیقت یہ نہیں ہے کہ ہم دنیا کو آخرت جتنی اہمیت اور آخرت کو دنیا جتنی اہمیت دے رہے ہیں؟ تو کیا ہم حضور ﷺ کے سچے پیروکار ہیں؟

حضور ﷺ کے ساتھ کچھ لوگ ہیں جو ایک جگہ سے گزر رہے ہیں، کیا آپ کو شوق ہے کہ آپ بھی حضور ﷺ کے ساتھ اکٹھے کہیں سے گزر رہے ہوں تو پھر آپ تصور کر لیجیے کہ آپ بھی حضور ﷺ کے ہمراہ ہیں۔ آپ ﷺ رکتے ہیں۔ آپ بھی رک جایئے، رستہ میں بکری کا ایک کن کٹا بچہ پڑا ہے جو کہ مرا ہوا ہے۔

گرد و پیش کا مشاہدہ کمزور بھی ہو تو اب چونکہ حضور ﷺ متوجہ کر رہے ہیں تو توجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیجیے۔فرماتے ہیں:''تم میں سے کوئی اس مرے ہوئے بچے کو صرف ایک درہم میں خریدنا پسند کرے گا؟''اس کے جواب میں صحابہ نے کہا: ہم تو اسے کسی قیمت پر بھی خریدنا پسند نہیں کریں گے (آپ بھی تو یہی کہیں گے نا)

بِاَبِی انت وامی یا رسول اللّٰہ! فکرونظر کی تربیت کا کوئی موقع ایسا نہیں کہ ہمارے مربی نے ہمیں کچھ سکھایا نہ ہو۔آپ ﷺ فرماتے ہیں: فَوَ اللّٰہ لَلدُّنْیَا اللہ کی قسم یہ دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل اور بے قیمت ہے، جتنا ذلیل اور بے قیمت تمہارے نزدیک یہ مردار بچہ ہے۔[صحیح مسلم]

ابھی ابھی تو ہم نے بھی کہا تھا کہ اس مردار کن کٹے بکری کے بچے کو کوئی بھی کسی قیمت لینا پسند نہیں کرے گا لیکن کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اس دنیا کو جو اس کن کٹے مردار بکری کے بچے سے کہیں زیادہ ذلیل اور بے وقعت ہے ہم نے اسے صرف پسند ہی نہیں کیا ہے بلکہ اس کی محبت میں ہم دیوانہ وار آگے سے آگے بڑھ رہے ہیں۔دوسروں کو درس دینے سے پہلے آیئے خود کو بٹھائیں، اپنے دل کو سمجھائیں: تم کتنے نادان ہو۔دل آیا تو کس پر بکری کے کن کٹے مردار بچے پر؟ اچھا تو تمہارا دل اتنی گھٹیا اور ذلیل چیز سے محبت کرتا ہے؟

یا پھر اُس حدیثِ مبارکہ کی روشنی میں اپنی سمجھ اور فراست وفرزانگی کا حال معلوم کر لیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر و قیمت ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کسی کافر منکر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا۔[ترمذی] سوال یہ ہے کہ جو چیز اللہ کی نظر میں مچھر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتی وہ میرے اور آپ کے قلب ونگاہ میں سمائی ہوئی کیوں ہو؟ جب دنیا مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں تو کیا اس مچھر کے پر کے گم ہو جانے کا غم پہاڑ جیسا ہو سکتا ہے؟ اور کیا مچھر کا پر مل جانے کی ایسی خوشی کہ اس پر پھولے نہ سمایا جائے اور پاؤں زمین پر نہ ٹک سکیں؟ ہماری خوشیوں کا عالم، اللہ کی پناہ۔مچھر کا پر مل جائے، یعنی دنیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مل جائے، تو اس پر اتنی خوشیاں مناتے ہیں گویا کہ کوئی دائمی سلطنت ہے جس کی فتح کا جشن ہو رہا ہے۔

اور کیا مچھر کے پر سے محرومی ایسے بڑے صدمہ کی بات ہے جس سے نڈھال ہوئے جا رہے ہیں۔ یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ احادیث بھی ہم نے صرف سنانے کے لیے رکھی ہیں۔ حضور ﷺ کی ان باتوں کو مانا نہیں ہے۔ مانا ہوتا تو دنیا کی خوشی اور غم ہماری نگاہ میں کوئی حقیقت نہ رکھتے۔ صحابہ کا حال ہرگز ہرگز ایسا نہ تھا اُن کے دلوں میں دنیا واقعی مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتی تھی۔ تبھی تو جب ابو دحداحؓ نے ام دحداح کو پکارا، کہ نکل آ دَ گھر سے یہ گھر میں نے اللہ کو قرض دے دیا ہے، تو وہ جھٹ سے نکل آئیں، لمحہ بھر کے توقف کے بغیر صرف وہی انسان اس باغ سے دستبردار ہو سکتا ہے جس کی نگاہ میں یہ باغ مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتا۔

اور یہ بات تو ہم سننے کو بھی تیار نہیں ہیں لیکن سننا پڑے گی اس لیے کہ ہم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر پابند ہیں کہ آپ ﷺ کی بات سنیں گے اور آپ ﷺ کی بات مانیں گے بھی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ مَلْعُوْنٌ مَّا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرَ اللّٰہِ وَمَا وَالَاہُ اَوْ عَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ ۔ [سنن الترمذی، حسن]

''خبردار دنیا یقیناً ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سب پر اللہ کی پھٹکار ہے سوائے اللہ کی یاد کے اور ان چیزوں کے جن سے اللہ کی خوشنودی مطلوب ہو اور عالم اور متعلم کے۔'' [ترمذی، ابواب الزھد: ۲۳۲۲]

ہمیں سوچنا چاہیے اور بار بار سوچنا چاہیے کہ وہ مال کس کام کا ہے جو نہ صرف یہ کہ آخرت میں گھر ''مَسٰکِنَ طَیِّبَۃً'' نہ دلوا سکا بلکہ ''مَاوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ'' (ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا ٹھکانا تو جہنم ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے)[آل عمران: ۱۶۲] کا باعث بنا۔

وہ عزت وشہرت ملعون ہے، جو دائمی اور ابدی رسوائیوں کا باعث بنے۔ وہ مقام مرتبہ جاہ وجلال اعلیٰ پوزیشن منصب ملعون نہیں تو کیا ہے جو ہمیشہ کی رسوائیوں کو مقدر کر دے۔ ''جیو اور مزے کرو'' کے اس کلچر پر اللہ کی پھٹکار کہ بھڑکتی، پھنکاریں مارتی، شعلہ زن جہنم میں جھلسنے کا باعث بنے۔ یہاں یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ قرآن وحدیث میں جس دنیا کی مذمت کی گئی ہے۔ وہ آخرت کے مقابل والی دنیا ہے۔ حُبِ دنیا سے مراد دنیا کی وہ محبت جو آخرت کی کامیابی کے لیے کمر کسنا بھلا دے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دنیا کو اپنا محبوب ومطلوب بنائے گا وہ اپنی آخرت کا ضرور نقصان کرے گا اور جو کوئی آخرت کو محبوب بنائے گا وہ اپنی دنیا کا ضرور نقصان کرے گا۔ پس (جب دنیا وآخرت میں سے ایک کو محبوب بنانے سے دوسرے کا نقصان برداشت کرنا لازم ہے۔) تو تم اس چیز کو جو باقی رہنے والی ہے (یعنی آخرت) اس چیز پر ترجیح دو جو فنا ہو جانے والی ہے (یعنی دنیا)۔[مسند احمد]

آپ کے پاس ایک چوائس یہ ہے کہ ایک ہی رات ہے بس صرف چند گھنٹوں کی رات اس میں آپ کے لیے ہر اس نعمت کا اہتمام کر دیا جائے گا جو آپ کے تصور میں ہے یا وہ بھی جس کا آپ تصور نہیں کر سکتے۔ مگر جونہی صبح سورج طلوع ہوگا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آگ میں دھکیل دیا جائے گا۔ دوسری چوائس یہ ہو کہ ایک ہی رات ہے بس صرف چند گھنٹوں کی رات ہر طرح کی سختیاں، جسمانی ذہنی قلبی اذیتیں، بلا مبالغہ کانٹوں کا بستر، ہر طرح کا خوف و خطرہ۔ ہر طرح کا دکھ اور اذیت لیکن جونہی صبح سورج طلوع ہوگا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے راحتوں اور نعمتوں سے نوازے جاؤ گے ایسی خوشیاں مقدر ہوں گی جو کبھی ختم نہ ہوں۔ بولو! کیا انتخاب کرو گے؟ سب کہیں گے۔ دوسری رات اگرچہ دکھ بھری شدائد سے پُر رات ہے مگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمیشہ کے عیش اور مزوں کی خاطر ایک رات کی سختی کیا معنی رکھتی ہے۔تو دنیا آخرت کے مقابلہ میں ایک رات بھی نہیں ہے۔عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا۔ایک رات یا اس کا بھی پہر۔يَوْماً اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ۔دن یا دن کا بھی کچھ حصہ......کاش کہ ہم نے یہ بات سمجھ لی ہوتی یا اب بھی ہم سمجھ جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر قوتِ تمیز،قوتِ تجزیہ،قوتِ انتخاب،قوتِ فیصلہ رکھی ہے اسی کا تو امتحان ہے۔لِيَبْلُوَكُمْ فِيمَا اٰتَاكُمْ[المائدہ:٤٨] ”تا کہ وہ تمہیں آزمائے ان چیزوں کے بارے میں جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے۔“ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو فطرتاً فلاح پسند نہیں بنایا ہے؟ کیا آپ کی طبع میں نقصان سے بھاگنے کا میلان نہیں رکھا ہے؟ کیا آپ کی فطرت میں ”ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں؟“ موجود نہیں ہے،انہی فطری داعیوں اور انہی فطری قوتوں کے استعمال کا آپ امتحان دے رہے ہیں۔یہ بات تو ننھے بچے کی فطرت میں بھی ہے۔ماں جب روٹی پکانے بیٹھی تو سب بچوں نے مل کر شور مچایا۔پہلی روٹی میری،ماں نے کہا: جو پہلے لے گا اسے خشک روٹی پکا کر دوں گی اور جو بعد میں لے گا اسے گھی والی روٹی پکا کر دوں گی۔اب ہر بچے کا جواب ایک ہی تھا۔مجھے پہلی روٹی نہیں چاہیے۔بس اسی فطرت،اسی بنیادی سمجھ اور عقل کا امتحان ہے دنیا تو متاعِ قلیل ہے۔وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى۔مگر انسان ناقص عقل نے کیا کیا۔

کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:”جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو دنیا سے اسے اس طرح پرہیز کراتا ہے جس طرح تم اپنے مریض کو پانی سے پرہیز کراتے ہو(جب کہ اسے پانی سے نقصان ہوتا ہو)۔[سنن الترمذی،صحیح] آپ نے دیکھا!دنیا سے بچانا اللہ کی محبت کی دلیل ہے۔وہ اپنے محبوب بندوں کو دنیا اور دنیا کے دھندوں میں الجھاتا ہی نہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی تربیت کا فیضان تھا کہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام دنیا آنے پر رویا کرتے تھے۔ جب کہ ہم دنیا جانے پر روتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے پاس ایک آدمی بلانے کے لیے بھیجا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب دروازے کے قریب پہنچا تو میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زور زور سے رونے کی آواز سنی۔ میں نے گھبرا کر کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ کی قسم! امیر المومنین کو کوئی زبردست حادثہ پیش آیا ہے۔ جس کی وجہ سے آپ اتنی زور زور سے رو رہے ہیں۔ میں اندر آیا، آپ کا کندھا پکڑ کر تسلی دی کہ پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: پریشان ہونے کی بات کیوں نہیں؟ پریشان ہونے کی بہت بڑی بات ہے۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر دروازے کے اندر لے گئے۔ میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ اوپر نیچے بہت سے تھیلے رکھے ہوئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''اب خطاب کی اولاد کی اللہ کے ہاں کوئی قیمت نہیں ہے۔ اگر اللہ چاہتے تو میرے دونوں ساتھیوں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی یہی مال دیتے۔ اور یہ دونوں اسے خرچ کرنے میں جو طریقہ اختیار کرتے میں بھی اسے اختیار کرتا۔''

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اب اللہ ہی جانتا ہے کہ مجھے یہ مال خیر کے لیے دیا جا رہا ہے یا شر کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ مال اس وجہ سے دور نہیں رکھا تھا کہ ان دونوں کے ساتھ شر کا ارادہ تھا اور مجھے اس وجہ سے نہیں دیا کہ میرے ساتھ خیر کا ارادہ ہے۔''

بس صحابہ اور ہم میں یہ بنیادی فرق ہے۔ ہم تو مال کے آنے کو کہتے ہیں فلاں پر اللہ کا فضل ہوا ہے جی۔ ھذا من فضل ربی۔ وہاں تو کم و بیش سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال ایسا ہی تھا۔ حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ جو حمص کے گورنر تھے۔ انتہائی فقر کی حالت تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ پیسے انہیں بھیجے۔ جیسے ہی انہیں معلوم ہوا بے اختیار انا للہ وانا الیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

راجعون پڑھا۔ اہلیہ کہنے لگیں: کیا امیر المومنین فوت ہو گئے ہیں؟ کہنے لگے: اس سے بھی بڑا حادثہ ہوا ہے۔ دنیا نے ہمارے گھر کا رخ کر لیا ہے۔ اجازت دو تو اللہ کے راستے میں تمام مال دے دوں اور اسی وقت مجاہدین کے لشکر کے لیے تمام مال بھجوا کر آخرت کے لیے سب محفوظ کر لیا۔ اور اب یہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب انہیں ٹھکانہ بنانے پر مجبور کیا گیا تو اس شرط کے ساتھ مانے کہ صرف اتنی جگہ کہ کھڑا ہوں تو سر ٹکرائے اور لیٹوں تو پاؤں ٹکرائیں۔ اس کٹیا میں موت آ رہی ہے۔ مشکیزہ، لاٹھی اور کمبل کُل اثاثہ ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ عیادت کرنے والے پوچھتے ہیں: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کہتے ہیں کہ دنیا کے سانپ جو جمع کر رکھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ صرف سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہی کو دکھانا ہے۔ ہمیں کیا نہیں دکھانا؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے: اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، فَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ "یعنی جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب تم صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو"۔ [بخاری، کتاب الزھد: ٦٤١٦]

صحابہ کرام کی عملی زندگی حقیقت میں ایسی ہی تھی۔ یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں، حضورؐ ان کے پاس آئے۔ پوچھا صبح کس حال میں کی؟ کہنے لگے: حالتِ ایمان میں کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانتے ہو ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ تم نے جو کچھ کہا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس پر معاذ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: جب بھی صبح ہوتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ میں شام نہیں کر سکوں گا اور جب شام ہوتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اب میں صبح نہیں کر سکوں گا اور جب بھی قدم اٹھاتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ اب دوسرا قدم نہیں اٹھا سکوں گا۔ گویا میں امتوں کو دیکھ رہا ہوں جو گھٹنوں کے بل بیٹھی ہیں اور انہیں ان کے اعمال نامے کی طرف بلایا جا رہا ہے اور ان کے ساتھ ان کے نبی اور وہ بت بھی ہیں جنہیں وہ پوجتے تھے اور گویا کہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہنم کی سزا اور جنت کی جزا دیکھ رہا ہوں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے ایمان کی حقیقت کو پالیا۔

آخرت پر ایمان کا دعویٰ تو ہم سب کرتے ہیں لیکن کیا ہماری صُبحیں اس کیفیت میں ہو رہی ہیں؟ اگر میں یہ سمجھ کر صبح کروں کہ اب شام نہیں ہوگی تو کیا وہ صبح میں بیکار، فضول، لایعنی، بے مصرف گفتگوؤں اور کاموں میں گزار سکتی ہوں؟ جو یہ سمجھ رہا ہو کہ اب صبح نہیں ہوگی۔ وہ اس شام اللہ کی نافرمانی کر سکتا ہے؟

یہی حال حارث بن مالک رضی اللہ عنہ کا ہے۔ صحنِ مسجد میں آرام کر رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے پاؤں سے ہلا کر اٹھایا ہے۔ حارث! تم نے کس حالت میں صبح کی؟ کہنے لگے حالت ایمان میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے جو بات تم کر رہے ہو اس کی حقیقت کیا ہے؟ حارث کہنے لگے: میں نے اپنے آپ کو دنیا سے ہٹا لیا ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے میں اپنے رب کا عرش دیکھ رہا ہوں۔ جنت والوں کو جنت میں ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اور جہنم والوں کو ایک دوسرے پر برستے دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے تمہارے دل کو ایمان سے بھر دیا ہے تم نے ایمان کو پہچان لیا ہے اب اس پر پکے رہنا''۔ اللہ اور رسول ﷺ کی باتوں کو پلے سے باندھنے والوں کا یہی حال تھا۔

عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد ایک روز رات جب گھر پلٹے تو دن بھر کی مصروفیات سے چور چور تھے۔ ایک چھوٹی سی امانت تھی جسے بیت المال میں جمع کرانا تھا، کہا کہ صبح اسے بیت المال میں جمع کرا دوں گا ان شاء اللہ! بیٹے نے کہا: آپ کو یقین ہے کہ صبح ہوگی؟ اسی وقت اٹھے اور وہ امانت بیت المال میں جمع کرا دی۔

موت کی یاد، دنیا کے یکلخت ختم ہو جانے پر یقینِ کامل، یہ یقین کتنا قوت بخش ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیسی زبردست طاقت فراہم کرتا ہے۔کیا حضور ﷺ کے یہ الفاظ آپ تک نہیں پہنچے؟''دنیا دمبدم چلی جارہی ہے اور آخرت ادھر سے چلی آرہی ہے اور ان دونوں کے بچے ہیں (یعنی انسانوں میں سے کچھ تو ایسے ہیں جو دنیا سے ویسی ہی وابستگی رکھتے ہیں جیسی وابستگی بچوں کو اپنی ماں سے ہوتی ہے اور کچھ وہ ہیں، جن کی ایسی ہی وابستگی آخرت سے ہے) بس تم اَبْنَاءُ الدُّنْیَا نہ بنو، اَبْنَاءُ الْآخِرَۃ بنو۔کل تم یہاں سے کوچ کر کے آخرت میں پہنچ جانے والے ہو۔وہاں کوئی عمل نہیں ہوگا بدلہ ہوگا''۔[شعب الایمان للبیھقی]

حضور پاک ﷺ نے کیسے کیسے دنیا سے ہمارا دل اٹھایا ہے۔تَعِسَ عَبْدُ الدِّینَارِ وَالدِّرْھَمِ.[صحیح بخاری:٦٤٣٥]''ہلاکت ہو دینار کے بندے کی اور درہم (پیسے) کے بندے کی''۔

اور پھر کبھی یوں، جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا، کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مالی وللدنیا مجھے دنیا سے کیا مطلب؟وَمَا اَنَا فِی الدُّنْیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَھَا۔اور میں دنیا میں صرف ایک سوار ہوں جو درخت کے سائے میں ٹھہرے پھر اس کو چھوڑ کر چل پڑے۔[سنن ترمذی:٢٥٦٧] حضور ﷺ کو تو دنیا سے کچھ مطلب نہ تھا۔آپ ﷺ کو تو دنیا سے کچھ نہ لینا تھا۔لیکن ہمارے لیے تو دنیا ہی دنیا سب کچھ ہے۔ہمیں تو دنیا ہی میں سب کچھ سمیٹنا ہے۔سوچ، فکر، نقطۂ نظر، زاویۂ نگاہ، ترجیحات، عمل میں یہ کیسا تضاد ہے، یہ کیسی دوری ہے، اس فاصلے کو کیسے کم کریں۔آیئے نبی کریم ﷺ کے کلام کی صحبت اختیار کریں۔صبح و شام آپ ﷺ کے کوچے میں جائیں۔آپ ﷺ کی محفلوں میں شریک ہوں۔امہات المؤمنین، آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ اور صحابیات مبشرات کی بستیوں کا چکر لگاتے رہیں۔

''وَھْن''، ''حب الدنیا'' کا علاج یہی ہے۔آخرت کے لیے یکسوئی پیدا کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آخرت کے سچے طلبگاروں سے دوستی کریں۔جب دل میں حب دنیا کی جگہ حب الآخرۃ گھر کرے گی تو آپ سب کچھ تن من دھن اللہ کی خاطر لگانے میں خوشی محسوس کریں گے۔

جہاد فی سبیل اللہ کے راستے سے گریز کے "عذراتِ ثمانیہ" جو قرآن پاک نے سورۃ التوبۃ میں آیت نمبر 24 میں بیان کیے ہیں۔سب کے سب حبِ دنیا ہی کے تو ذیل میں آتے ہیں۔تمہارے باپ اور تمہارے ، بیٹے، تمہارے بھائی بند، تمہاری بیویاں، تمہارے عزیز و اقارب، تمہارے وہ مال جو تم نے بڑی محنت سے کمائے ہیں اور تمہارے چلتے کامیاب کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز ہیں تو پھر انتظار کرو۔یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے۔

اس ایک ہی آیت میں نہایت لطیف نفسیاتی ترتیب کے ساتھ تمام محبوب مرغوباتِ نفس کی ایک فہرست دکھائی گئی ہے جسے سامنے دیکھ کر انسانِ ضعیف کی فطرت لذاتِ دنیا کی طرف کھنچتی ہے۔قرآن پاک نے چونکہ اس کی نظریں بلند افق پر مرکوز کر دی ہیں اور حبِ دنیا کی جگہ کراہیۃ الدنیا کے تصورات میں جماؤ پیدا کر دیا ہے، اس لیے وہ بسہولت دنیا سے اپنا دامن چھڑانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔اللہ اور اس کے رسولؐ سے تربیت پا کر اس ضعیف انسان کے اندر جو حاضر و شہود پر بچھتا تھا، اب اس میں اتنی صلاحیت اور اتنی طاقت آ گئی ہے کہ وہ حاضر و موجود دنیا سے لاتعلقی برت کر تمام لذاتِ ارض سے دستبردار ہو جاتا ہے۔

وَھْن کی تشریح میں جو دوسرا نکتہ آپؐ نے بیان فرمایا وہ "کراھیۃ الموت" ہے ، موت سے دور بھاگنا۔حالانکہ "اَیْنَ الْمَفَرُّ. کَلَّا لَا وَزَرَ" ایک ایسی حقیقت کا سامنا نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنا جو شدنی ہے۔ اٹل ہے، اس سے بڑی نادانی اور کیا ہے۔ ہر وقت اسی فکر میں گھلنا کہ جان کو کیسے بچایا جائے جب کہ جان تو جانی ہی ہے۔ ایمان ہاتھ سے جاتا ہے جائے، پر جان نہ جائے۔

امتِ مسلمہ کے ہر فرد کی اس کمزوری کی اصل بنیادی وجہ کراہیۃ الموت ہے۔ اسی لیے تو پوری امت بزدل، ڈرپوک، بے حوصلہ، مضمحل، ہر طاقت سے خائف اور ترنوالہ کافروں کے لیے بنی ہوئی ہے ؎

ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

وہن کا متضاد طلبِ شہادت ہے۔ کراہیۃ الموت کی جگہ جب اس امت کا فرد فرد شوقِ شہادت سے روشناس ہو جائے گا تو پھر امت کا ہر جواں، ہر بچہ، ہر بزرگ دشمنوں کے مقابل میں کھڑے ہونے کی جرأت و ہمت اور حوصلہ پائے گا۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ کراہیۃ الموت کی جگہ شوقِ شہادت اپنے سینوں میں پیدا کیا جائے کہ یہ وہن کا علاج ہے۔

شوقِ شہادت ہماری دینی روایات کا ایک حصہ ہے۔ ہمارے انبیاء کرام، حضور سرورِ کائنات ﷺ، ہمارے صحابہ کرام، ہمارے ائمہ کرام، ہمارے سلف صالحین کی یہی سنت ہے۔ اس سنت کو امت میں پھر سے زندہ کرنے کی کوشش کریں کیونکہ اللہ کے دشمن جس چیز سے سب سے زیادہ خوف کھاتے ہیں وہ مسلمانوں کا شوقِ شہادت ہے۔ کفار کی کمر اس بات پر ٹوٹتی ہے کہ مجاہدین موت سے دیوانہ وار محبت کرتے ہیں۔ اس متقابل قوت کے مقابلہ میں وہ کیسے ٹھہریں کہ یہاں زندگی سے محبت ہے، وہاں موت سے محبت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کتابِ پاک نے اور حضور ﷺ کے ارشاداتِ مبارکہ نے اللہ کی راہ میں موت سے محبت دل میں بٹھائی ہے کہ اس سے ہمت، طاقت، عزم، ارادہ، قوت، شجاعت،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دلیری، تن من دھن کی ساری قربانیاں دینے کا حوصلہ بیدار ہو، امت کا وہن دور ہو، یہی بندۂ مومن کا سروسامانِ حرب ہے وہ کراہیۃ الدنیا اور حب الموت فی سبیل اللہ سے لبریز ہوتا ہے۔ آج انہی اسباق کو پھر سے تازہ کرنے کی ضرورت ہے۔ دنیا کی متاعِ قلیل سے مکمل طور پر دل اٹھا لینے کے بعد آیئے اب اس دل میں شہادت کی طلب پیدا کریں۔

''حضور ﷺ آئے تو کیا کیا ساتھ نعمت لے کے آئے ہیں۔ جو نعمتِ عظمیٰ حضورؐ آپ کے لیے لائے ہیں وہ قرآن پاک ہے۔ آپ حضورؐ سے وہ نعمت وصول کریں گی؟ قبول کریں گی؟ یہ دو بنیادی سوال ہیں جو پہلے آپ خود سے کرلیں اور اب آپ دیکھیں کہ نعمتِ قرآن کھلی تو کیا خوشخبری ملی؟ خوشخبری حیاتِ جاوداں کی ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ. [البقرہ:۱۵۴]

''بل احیاء''... یہ مقام بلند آپ کو چاہیے۔ کہ آپ کی زندگی میں موت آئے ہی نہیں۔ آپ کی زندگی حیاتِ جاوداں بن جائے۔ یہ اپنے دل سے پوچھیں، اس دل سے جو فطرتاً موت سے بھاگتا ہے۔ اس کا تذکرہ بھی سننا گوارہ نہیں۔ اسے ایک ایسی موت سے آشنا کروایا گیا جو ہمیشہ کی زندگی ہے۔ منع کر دیا گیا، روک دیا گیا۔ خبردار! اللہ کے دین کی سربلندی کی خاطر، باطل کی قوتوں سے لڑتے لڑتے، جو اس حیاۃِ مستعار سے گزر جائے، اسے تم مردہ نہ کہو ''بل احیاء''۔ بات تو صرف اتنی ہے کہ تم اس حقیقت کا ادراک نہیں کر رہے ہو۔ اس کے بعد حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارے بھائی جنگ احد کے دن شہید کیے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹ میں رکھ دیا۔ وہ جنت کی نہروں پر آتی ہیں اور اس کے میوے کھاتی ہیں اور سونے کی قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں، جو عرش کے سائے میں لٹکی ہوئی ہیں پس جب ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روحوں نے اپنے کھانے اور اپنے پینے اور اپنے سونے کی خوشی حاصل کی۔ تو انہوں نے کہا کہ کون ہے جو ہمارے بھائیوں کو ہماری طرف سے پیغام پہنچائے کہ ہم بہشت میں زندہ ہیں اور ہمیں رزق دیا جاتا ہے تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں، اور جنگ کے وقت پیچھے نہ ہٹیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کی طرف سے یہ پیغام ان تک پہنچاؤں گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمائیں۔ [ابوداؤد]

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ. فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ . يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ. [آل عمران: ۱۶۹-۱۷۱]

''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں ہرگز مردہ گمان نہ کرو (انہیں مردہ نہ سمجھو) وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں۔ جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اس پر خوش و خرم ہیں اور مطمئن ہیں کہ جو اہل ایمان ان کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی وہاں نہیں پہنچے ہیں۔ ان کے لیے بھی کسی خوف اور رنج کا مقام نہیں ہے۔ وہ اللہ کے انعام اور اس کے فضل پر شاداں و فرحاں ہیں اور انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ مؤمنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔''

نہ صرف یہ کہ مردہ کہنے کی اجازت نہیں ہے۔ میں تو ہرگز ہرگز یہ بات برداشت نہیں کرتا ہوں کہ تم میں سے کوئی انہیں مردہ گمان بھی کرے۔ تمہارے خیال میں، تمہاری سوچ میں، تمہارے نقطۂ نظر کے مطابق اگر وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تو اس کا نقصان ہوا۔ اس نے یونہی جان جوکھوں میں ڈالی۔ خواہ مخواہ جوانی ختم کر دی۔ ابھی اس کی عمر ہی کیا تھی۔ ''ولا تحسبن'' تمہاری گفتگو کے پس پردہ تمہارے ان وسوسوں اور خیالات کا وہ کون سا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گزران ہے جو ہمیں پتہ نہیں چلتا۔ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۔ لہٰذا غلط سوچ پر، غلط گمان پر بھی قدغن لگائی ہے۔

جنہیں موت آتی ہے ان کا رزق تو واقعی بند ہو جاتا ہے۔ مگر اللہ کی خاطر کفر سے لڑنے بھڑنے والوں کو چونکہ موت آئی ہی نہیں ہے۔ بَلْ اَحْيَاءٌ اس لیے وہ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ اپنے رب کے ہاں رزق پا رہے ہیں۔

جنہیں موت آ جاتی ہے پھر ان کا اپنے پچھلوں کے ساتھ پیغام رسانی کا سلسلہ تو بند ہو جاتا ہے لیکن یہ اللہ کے راستے میں کٹ مرنے والے شہداء کی امتیازی شان ہے کہ وہ مردہ نہیں، زندہ ہیں۔ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ انہیں رزق مل رہا ہے۔ شہداء اللہ کی بخشش اور رزق کا فرحت و مسرت کے ساتھ استقبال کرتے ہیں۔ وہ اپنے بعد میں رہ جانے والی مسلم جماعت سے غیر متعلق نہیں ہوتے۔ ان کے روابط ان سے منقطع نہیں ہوئے ہیں۔ پیغام رسانی کا سلسلہ رواں ہے۔ وہ مردہ کب ہیں، وہ زندہ ہیں۔ وہ پیچھے رہ جانے والوں کو messages بھیج رہے ہیں۔ message بھجوانے کی ذمہ داری خود رب کریم نے اٹھائی ہے، پیغام یہی ہے۔ ڈٹے رہو، جمے رہو اللہ کی راہ میں تم بھی جان دو گے تو تمہارے بھی ایسے عیش شروع ہو جائیں گے۔ اپنے انجامِ خیر کی خبروں سے انہیں شاداں و فرحاں رکھتے ہیں اور یوں ان کی ثابت قدمی کا سامان بھی کرتے ہیں۔ طلبِ شہادت کے لیے اس سے زیادہ پیاری بات اور کیا ہوگی اور یوں کراہیۃ الموت، طلب الشہادۃ میں ڈھل کر زبردست قوت و شجاعت کا باعث بنتی رہی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنت میں جاتا ہے وہ دنیا میں واپس آنا کبھی پسند نہیں کرتا، خواہ اسے روئے زمین کی ساری دولت دے دی جائے، البتہ شہید دنیا میں واپس آنا چاہتا ہے اور شہادت کے عوض اسے جو عزت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہوتی ہے اس کی بنا پر چاہتا ہے کہ دس بار اللہ کی راہ میں شہید ہو۔ [صحیح بخاری، کتاب الجہاد: ۲۷۹۵]

حضرت مقدام بن معدی کربؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: شہید کے لیے اللہ کے پاس چھ انعامات ہیں:

۱۔ شہید ہوتے ہی اس کے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور جنت میں اسے (شہادت کے وقت ہی) اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے۔

۲۔ عذاب قبر سے اسے محفوظ رکھا جائے گا۔

۳۔ (قیامت کے روز) بڑی گھبراہٹ سے اسے محفوظ رکھا جائے گا۔

۴۔ اس کے سر پر عزت کا ایسا تاج رکھا جائے گا جس میں لگا ہوا ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہوگا۔

۵۔ (جنت میں) اس کا نکاح بہتر (۷۲) موٹی آنکھوں والی حوروں سے کیا جائے گا۔

۶۔ اور وہ اپنے ستر (۷۰) اعزہ و اقارب کی سفارش کر سکے گا۔ [ترمذی، صحیح: ۱۶۶۷]

حضرت سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج رات میں نے دو آدمیوں کو خواب میں دیکھا، وہ میرے پاس آئے اور مجھے درخت پر چڑھا لے گئے اور مجھے ایک ایسے گھر میں داخل کیا جو نہایت خوبصورت تھا۔ میں نے ایسا گھر کبھی بھی نہیں دیکھا تھا۔ (پھر) ان دونوں نے مجھے کہا کہ یہ مکان شہداء کا ہے۔ [بخاری: ۲۷۹۱]

راشد بن سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابیؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہے کہ مومنوں کو تو قبر میں آزمایا جاتا ہے مگر شہید کو نہیں آزمایا جاتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ان کے سروں پر تلوار کی چمک کافی آزمائش ہے۔ (یعنی وہ اللہ کی راہ میں تلوار کا لقمہ بن گئے یہی آزمائش کافی ہے۔ اب انہیں دوسری بار آزمانے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا ضرورت ہے)۔[نسائی]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس بات کو بہت محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں لڑوں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں (اس حدیث کے راوی) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (یہ حدیث بیان کر کے) تین بار کہتے کہ میں اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہوں۔ (اس بات پر کہ حضور ﷺ نے ایسا ہی فرمایا)۔[مسلم: ۱۸۷۶، کتاب الجهاد]

دورِ اول کے مسلمانوں نے جو حضور ﷺ سے براہِ راست تربیت پا رہے تھے۔ اللہ کی راہ میں جان دینے کے لیے یہ بیش بہا قیمتی انعامات کے اعلانات سنے تو انہیں زندگی سے کہیں زیادہ موت سے محبت ہو گئی ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی۔'' قابل رشک موت۔ جو اللہ کی راہ میں آئے۔ جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ کر دے۔ کہ ''صلۂ شہید کیا ہے تب و تاب جاودانہ۔''

دورِ اول کے مسلمانوں کا شوقِ جہاد قرآن و حدیث کی تعلیم اور ترغیب کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ وہ پہاڑوں جیسی طاقت سے ٹکرانے اور پاش پاش ہو جانے کو عزیز تر سمجھتے تھے اور کیسے وہ اپنے وقت کی سپر پاورز سے ٹکرائے ہیں اور انہیں اللہ کے اذن سے شکستِ فاش دی ہے۔ اس کا راز کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ زندگی سے کہیں زیادہ موت سے محبت کرتے تھے۔ جہاد پر نکلنے کے بعد اپنے بال بچوں میں واپس آنے کی بجائے اللہ کے پاس پہنچنا زیادہ محبوب رکھتے تھے۔

جنگِ بدر میں ایک صحابی حضرت عوف بن حارث رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ بندے کی کس بات سے خوش ہو کر مسکراتا ہے؟ فرمایا: اس بات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کہ بندہ خالی جسم (یعنی حفاظتی ہتھیاروں کے بغیر) دشمنوں سے بھڑ جائے۔ یہ سن کر حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے جسم سے زرہ اتار پھینکی اور تلوار لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے حتیٰ کہ خلعتِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔

غزوۂ احد کی تیاری ہو رہی تھی۔ قبیلہ بنو سلمہ کے ایک سفید ریش بزرگ حضرت عمرو بن جموح سلمی رضی اللہ عنہ لنگڑاتے لنگڑاتے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے چار بیٹے ہیں، وہ خود تو جہاد میں شریک ہونا چاہتے ہیں مگر مجھے جہاد میں شرکت سے روک رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں تو لنگڑاتا لنگڑاتا جنت میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ حضورؐ ان کے جذبۂ جہاد سے اس قدر متاثر ہوئے کہ بیٹوں سے ارشاد فرمایا: اپنے باپ کو جہاد میں جانے دو شاید اللہ تعالیٰ انہیں شہادت نصیب فرمائے۔ چنانچہ حضرت عمروؓ یہ دعا پڑھتے ہوئے گھر سے نکلے: الٰہی! مجھے شہادت نصیب فرما اور مجھے نا امید گھر واپس نہ لانا۔ ایک ٹانگ سے معذور ہونے کے باوجود بڑی بے جگری سے لڑے، ساتھ ساتھ یہ فرماتے: میں تو جنت کا متلاشی، میں تو جنت کا مشتاق۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کا ایمانِ صادق اور جذبہ کامل بارگاہِ تعالیٰ میں شرف یاب ہوا اور آپ لڑتے لڑتے شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔

جنگ احد میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ پھیلی تو بہت سے صحابہؓ حوصلہ ہار بیٹھے۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا تو پوچھا: کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ تو صحابہؓ نے کہا کہ حضور شہید کر دیے گئے ہیں (تو اب جنگ کس لیے)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب تم لوگ زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ اٹھو اور جس چیز کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جان دی ہے تم بھی اس پر جان دے دو۔ حضرت انسؓ آگے بڑھے تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ملے اور پوچھا: انس کدھر جا رہے ہو؟ حضرت انس نے جواب دیا کہ جنت کی خوشبو کے کیا کہنے، احد کے دوسری طرف سے مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ آگے بڑھے، دشمن سے دو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دو ہاتھ کیے اور جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ جنگ کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ کے جسم پر نیزوں، تیروں اور تلواروں کے 80 (اسی) سے زیادہ زخم پائے گئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ ایک جہاد میں شرکت سے پہلے ایک جگہ اکٹھے ہوئے اور دونوں نے دعا مانگنے اور ایک دوسرے کی دعا پر آمین کہنے کا عہد کیا۔ پہلے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے درج ذیل دعا مانگی: الٰہی! کل جو دشمن میرے مقابلے میں آئے وہ بڑا بہادر اور جنگجو ہو۔ مجھے اتنی ہمت اور طاقت عطا فرما کہ میں تیری راہ میں اس کو قتل کروں۔ اس دعا پر حضرت عبداللہ نے آمین کہی پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی: الٰہی! کل میرا مقابلہ ایسے دشمن سے ہو جو نہایت طاقتور اور جنگجو ہو۔ مجھے اس کے ہاتھ سے شہادت نصیب ہو۔ وہ میرے کان، ناک کاٹ ڈالے۔ جب میں تجھ سے ملوں اور تو مجھ سے پوچھے کہ اے عبداللہ! یہ تیرے کان، ناک کیوں کاٹے گئے تو میں کہوں! اے اللہ! تیرے لیے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس دعا پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آمین کہی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں صحابہ کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعا قبول فرما لی۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دورانِ جنگ ایک نامی گرامی مشرک کو قتل کیا جب کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ابن اخنس ثقفی کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کیا۔ اس کے بعد ان کی لاش کا مثلہ کیا گیا۔ ان کے ناک، کان، ہونٹ کاٹ کر ہار بنایا گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے لاش دیکھی تو بے اختیار پکار اٹھے: واللہ! عبداللہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔

جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت کی تڑپ میں صحابیات بھی صحابہؓ سے پیچھے نہ تھیں۔ حضرت خنساء بنت عمرو رضی اللہ عنہا پیرانہ سالی کے باوجود جنگِ قادسیہ میں اپنے بیٹوں کے ساتھ شریک ہوئیں۔ جنگ سے پہلے اپنے بیٹوں کے سامنے یہ ولولہ انگیز تقریر کی:

میرے بیٹو! تم اپنی خوشی سے اسلام لائے، اپنی خوشی سے ہجرت کی، اس اللہ کی قسم،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے، اسی طرح تم ایک باپ کی اولاد ہو۔ تمہارا نسب بے عیب اور تمہارا حسب بے داغ ہے۔ خوب سمجھ لو کہ جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی کارِ ثواب نہیں۔ آخرت کی دائمی زندگی دنیا کی فانی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔ کل اللہ کی نصرت کی دعا مانگتے ہوئے دشمنوں پر ٹوٹ پڑنا اور جب دیکھو کہ لڑائی کا تنور خوب گرم ہے اور جنگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں تو خاص آتش دان میں گھس جانا، دیوانہ وار تلوار چلانا، ہو سکے تو دشمن کے سپہ سالار پر حملہ آور ہونا، کامیاب رہے تو بہتر اور اگر شہادت نصیب ہوئی تو یہ اس سے بھی بہتر ہے کہ آخرت کی فضیلت کے مستحق ہو گے۔

اگلے روز معرکۂ کارزار گرم ہوا تو ضعیف العمر خاتون نے اپنے ناتواں ہاتھ بارگاہِ الٰہی میں اٹھا دیے: الٰہی! میری متاعِ عزیز یہی تھی جو میں نے تیرے سپرد کر دی ہے۔ جنگ ختم ہوئی تو اس صابر اور حوصلہ مند خاتون نے باری باری اپنے چاروں بیٹوں کی شہادت کی خبر سنی تو پھر اپنے دستِ ناتواں بارگاہِ الٰہی میں پھیلا دیے۔ اس اللہ کا شکر کہ جس نے مجھے اپنے بیٹوں کی شہادت سے مشرف کیا۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ قیامت کے دن مجھے ان بچوں کے ساتھ سایۂ رحمت میں جگہ دے گا۔

جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت سے متعلق یہ تو چند واقعات ہیں جو تاریخِ اسلام میں سے پیش کیے ہیں۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے یہ پتا چلتا ہے جہاد ان کی روزمرہ زندگیوں میں اس قدر رچ بس گیا تھا کہ ان کے نزدیک جہاد کے بغیر اسلامی زندگی کا تصور نا تمام تھا۔

تاریخ کا کوئی دور بھی ایسے مومنین سے خالی نہیں رہا۔ جو صدقِ دل سے اللہ کی راہ میں جان قربان کر دینا عزیز تر سمجھتے رہے ہیں اور آج بھی الحمدللہ باطل کی قوتوں کے مقابل کھڑے ہونے کے لیے حوصلہ و ہمت، طاقت و شجاعت اگر کسی گروہِ قلیل کے سینے میں ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو یہ وہی مقدس، پاکیزہ سینے ہیں جو طلبِ شہادت سے معمور ہیں۔

جو اللہ کی نافرمانی میں جینے کے مقابلے میں اللہ کی اطاعت میں جان دینا محبوب رکھتے ہیں۔ بلاشبہ یہ سب اسی مکتبِ خاص کا فیضان ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بنیادی تعلیمات اور ترغیبات سے انسانِ ضعیف ایسا ہی قوی، نڈر، اٹل، بہادر، جری، طاقتور شجاع بن جایا کرتا ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ، ان کی ہیبت سے رائی

لیکن جب امت نے ہدایت کے سرچشموں اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی اس تربیت سے منہ موڑا تو متاعِ دنیا کی محبت میں گرفتار ہو کر "کراہیۃ الموت" میں مبتلا ہو گئی اور اس کے نتیجے میں آج دنیا بھر کی قومیں بھوکے بھیڑیوں کی مانند انہیں چبا کر کھا جانے پر اتنی دلیر ہو گئی ہیں کہ سب کو دعوتِ طعام پر بلا رہی ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ.

جائزہ عمل:

1۔ کیا آپ کو امت مسلمہ کی زبوں حالی کا علم اور احساس ہے؟
2۔ کیا اس ذلت و خواری کے اصل اسباب کو آپ نے جان لیا ہے؟
3۔ کیا آپ خود "وہن" کے علاج پر آمادہ ہیں؟
4۔ کیا آپ امت کی مسیحائی کا فریضہ انجام دینے کے لیے تیار ہیں؟

.....

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیرت کے اوراق میں اپنی تلاش

- ایک قابلِ رشک بیع وشراء کی کہانی
- اپنے حبیب ﷺ سے عہدِ وفا باندھنے والے

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آج کی کلاس میں ایک کہانی سنانے کو جی چاہتا ہے۔ ایک سچی کہانی، ایک انمول واقعہ جو عالمِ واقعہ میں پیش آیا۔ سیرت کی مستند کتابوں میں اس کا تذکرہ ہے۔

یہ عقبہ کی گھاٹی ہے یہاں کچھ لوگ ہیں جو سودا بیچ رہے ہیں۔ کس کے ہاتھ؟ سودا خریدنے والا کون ہے؟ وہ جو سب سے اونچی شان والا ہے۔ ہاں! وہی خریدار ہے۔ جس قیمت پر سودا چکایا گیا ہے۔ وہ بہت اعلیٰ ہے۔ سوداگر بھی بہت سیانے ہیں۔ مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس سودے میں بہت بڑا نفع کمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۔[التوبة:۱۱۱]

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جان اور ان کے اموال جنت کے عوض خرید لیے ہیں۔ ان مؤمنین سے جو اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں پھر اس راستے میں مارتے بھی ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں۔''

بیع وشراء کا یہ قول نبوت کے بارہویں سال حج کے موقع پر رات کی تاریکی میں ہوا۔ بالکل خفیہ طور پر قافلۂ تجارت کے ایک قائد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ واقعہ کی تفصیلات یوں بتاتے ہیں:

ہم سب لوگ حسبِ دستور اس رات اپنی قوم کے ہمراہ اپنی قیام گاہوں میں سو گئے۔ لیکن جب تہائی رات گزر گئی تو اپنے ڈیروں سے نکل کر ایک طے شدہ مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچے۔ ہم اس طرح چپکے چپکے دبک کر نکلتے تھے جیسے چڑیا گھونسلے سے سکڑ کر نکلتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جی ہاں! حق کی سچی راہوں میں ایسی دشوار گزار گھاٹیاں آتی ہیں جہاں اخفاء سے کام لینا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

وَ لْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ. [الکهف:۱۹۔۲۰]

''اور چاہیے کہ ذرا ہوشیاری سے کام کرے، ایسا نہ ہو کہ وہ کسی کو ہمارے یہاں ہونے سے خبردار کر بیٹھے۔ اگر کہیں ان لوگوں کا ہاتھ ہم پر پڑ گیا تو بس سنگسار ہی کر ڈالیں گے، یا پھر زبردستی ہمیں اپنی ملت میں واپس لے جائیں گے۔''

حج کا موقع تھا، قافلہ ۷۵ نفوس پر مشتمل تھا اور کیا میری بہنیں یہ جاننا چاہیں گی کہ اس قافلہ میں ۲ خواتین بھی شامل تھیں۔ ایک اُم عمارۃ اور ایک اُم منیع اسماء بنت عمر رضی اللہ عنہا۔

ہاں! تو یہ خوش نصیب قافلہ آج محمد ﷺ سے بیعت کر رہا ہے۔ بیعت کا واقعہ امام احمد بن حنبل نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان سنیے کہتے ہیں:

اے اللہ کے رسول! ہم آپ سے کس بات پر بیعت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم:

۱۔ چستی اور سستی ہر حال میں بات سنو گے اور مانو گے۔

۲۔ تنگی اور خوشحالی ہر حال میں مال خرچ کرو گے۔

۳۔ بھلائی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے۔

۴۔ اللہ کی راہ میں اٹھ کھڑے ہو گے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرو گے۔

۵۔ اور جب میں تمہارے پاس آ جاؤں تو میری مدد کرو گے، اور جس چیز سے اپنی جان اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہو اس سے میری بھی حفاظت کرو گے اور (اس سب کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بدلے) تمہارے لیے جنت ہے۔(ولکم الجنة)

قافلہ میں شریک عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں، فرماتے ہیں: یارسول اللہ! اس وقت معاہدہ ہو رہا ہے، آپ جو شرائط بھی اپنے رب سے متعلق یا اپنے متعلق رکھنا چاہیں وہ واضح کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ کے بارے میں تو یہ شرط رکھتا ہوں کہ آپ سب اس کی عبادت کریں گے اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور اپنے لیے یہ شرط ہے کہ آپ لوگ میری حفاظت اس طرح کریں گے جس طرح اپنی جانوں اور اپنے اموال و اولاد کی حفاظت کرتے ہیں۔ تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اگر یہ دونوں شرطیں پوری کر دیں تو ہمیں ملے گا کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت''۔ اس پر ان سب حضرات نے خوش ہو کر کہا: ہم اس سودے سے راضی ہیں نہ خود اسے فسخ کرنے کی درخواست کریں گے نہ اس کے فسخ کرنے کو پسند کریں گے۔

یہ سودا جنت پر چکایا گیا۔ سب کچھ لٹانے پر، کسی فتح و نصرت کا وعدہ نہیں کیا، نہ ہی تمکن فی الارض کا وعدہ ہے، نہ عزت، نہ قوت، نہ غلبہ، نہ اقتدار کا وعدہ ہوا۔ یہ سب چیزیں اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قدموں میں رکھیں مگر contract میں شامل نہیں تھیں اس لیے، کہیں کوئی تذکرہ نہیں۔ یہ چیزیں معاہدہ سے خارج تھیں۔ جنہیں زمانے کی کنجیاں اور قیادت کی زمام دینا تھی، اس گروہ کی اعلیٰ درجہ کی تربیت مقصود تھی۔ تمام مفادات، تمام خواہشات، تمام علائقِ دنیا سے کاٹ کر یہاں تک کہ ان خواہشات سے بھی اوپر لے جایا گیا جو اس دعوت کے غلبہ سے متعلق تھی، اس دعوت سے جس کے لیے وہ جان کا نذرانہ دے رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا نباہنے کے معنی اسلام کے ان اولین محافظوں کے سامنے واضح تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نتائج کو خوب اچھی طرح جان بوجھ کر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ہاتھ دے رہے تھے۔ عین اس وقت اس قافلے کے سب سے کم سن نوجوان اٹھتے ہیں۔

یہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہتے ہیں:

"ٹھہرو اے اہلِ یثرب! ہم لوگ جوانٌ کے پاس آئے ہیں تو یہ سمجھتے ہوئے آئے ہیں کہ یہ اللہ کے رسولٌ ہیں اور آج انہیں یہاں سے نکال کر لے جانا تمام عرب سے دشمنی مول لینا ہے اور اس کے نتیجے میں تمہاری اولاد قتل ہوگی اور تلواریں تم پر برسیں گی۔ لہٰذا اگر تم اس کو برداشت کرنے کی طاقت اپنے اندر پاتے ہو تو ان کا ہاتھ پکڑ لو اور اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور اگر تمہیں اپنی جانیں عزیز تر ہیں تو پھر آج ہی چھوڑ دو اور صاف صاف عذر کر دو کیوں کہ اس وقت عذر کر دینا اللہ کے نزدیک زیادہ قابل قبول ہوسکتا ہے۔"

وہ یہیں سے لوٹ جائیں جنہیں زندگی ہو پیاری۔

یہ سودا سستا نہیں ہے۔ جان و مال کا سودا ہے۔ قربانی مانگتا ہے۔ اسی بات کا شعوری احساس ایک اور ساتھی حضرت عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھی دلایا ہے۔ جس پر ۷۵ نفوسِ پاک نے مکمل یکسوئی کا اظہار کیا ہے۔ یہ کہہ کر فإنا ناخذه على مصيبة الأموال وقتل الاشراف۔ (ہم انہیں اپنے ساتھ لے کر اپنے اموال کو تباہی اور اپنے اشراف کو ہلاکت کے خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار ہیں)

جی ہاں! یہی وہ بیعت ہے جسے تاریخ میں بیعتِ عقبہ ثانیہ کہتے ہیں۔ اس جگہ چونکہ اس بیعت میں ظاہری صورت ایک لین دین کے معاملہ کی بن گئی تو اس پر آیت بیع وشراء اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى نازل ہوئی۔

آیت سن کر سب سے پہلے براء بن معرور، ابوالہیثم، اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہم نے فرط جذبات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور کہا: ہم اس معاملہ پر تیار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت، اپنی عورتوں اور بچوں کی طرح کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقابلے میں اگر دنیا کے کالے اور گورے سب جمع ہو جائیں تو ہم سب کا مقابلہ کریں گے۔

حضور ﷺ کے ان جانثاروں کی کہانی کیا بس حضور ﷺ کے دور میں ہی ختم ہو گئی۔

میرِ حجاز ﷺ کو قافلۂ سالار بنانے والے تاریخ کے مختلف ادوار سے ہوتے ہوئے قلب کی ایسی ہی سچائی، عزم کے ساتھ آج کہیں وفاداری نباہتے آپ کو نظر نہیں آتے؟ کیا آج اس کرۂ ارض پر محمد ﷺ کا قافلہ موجود نہیں ہے؟ کائنات کی اسٹیج پر اگر آج ابولہب، ابو جہل موجود ہیں تو چراغِ مصطفویؐ سے روشن سعد بن زرارہ، عبداللہ بن رواحہ، مقداد بن عمرو، براء بن معرور، سعد بن معاذ، ابوالہیثم رضی اللہ عنہم کہیں موجود نہیں ہیں؟ یہ کیسے ممکن ہے؟

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تاامروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

ہاں! قافلہ کی تلاش آپ کی ذمہ داری ہے۔ اس سے آپ بری نہیں ہو سکتے عنداللہ۔ پورے خلوص دل کے ساتھ یہ تلاش آپ کو ان خوش قسمت فرزندان سے ملا دے گی جو رسولؐ کے دستِ مبارک پر اپنا ہاتھ رکھ کر کہہ رہے ہیں۔ ''اے اللہ کے رسولؐ! ہم آپ کے دینِ اسلام کی حفاظت اپنی عورتوں اور بچوں کی طرح کریں گے اور دینِ محمدؐ کے مقابلہ پر ساری دنیا کے کالے اور گورے سب جمع ہو جائیں تو ہم سب کا مقابلہ کریں گے۔''

آپ کراچی جانا چاہتی ہوں، تو کراچی جانے والے مسافروں کو تلاش کرنے میں آپ کو بہت دن نہیں لگتے..... اچھا تو آپ بھی کراچی جا رہی ہیں۔ میں اسی تلاش میں تھی۔ یہ اتنی جلد آپ کامیاب کیسے ہو گئیں، اپنے ہم سفر کو تلاش کرنے میں، اس لیے کہ منزل پر پہنچنے کا عزم صادق ہے۔

میری عزیز بہنو! سیرت کے ان واقعات سے اس طرح نہ گزر یئے کہ یہ صرف قصے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لیے عش عش کر لیں۔ ان کے کمالِ ایمانی سے مرعوب ہو جائیں۔ حکم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے آپ کو اور حکم ہے مجھے۔ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ ۔"ویسے ہی ایمان لاؤ جیسے قرون اولیٰ کے یہ لوگ ایمان لائے تھے۔" لیکن ہم تو زبانِ حال سے بھی اور اب تو زبانِ قال سے بھی یہی کہہ رہے ہیں اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ آج ہم کس صف میں کھڑے ہیں؟ آج ہم خود فَاِنَّا ناخذه علی مصيبة الاموال وقتل الاشراف کے اعلان کو کیا سمجھتے ہیں دینِ محمد کے مقابل میں جب دنیا بھر کے کالے اور گورے جمع ہو جائیں تو کیا ہم ان کا مقابلہ کرنے والوں میں ہیں؟ یا ان کا مقابلہ کرنے والوں پر الزامات کی بوچھاڑ میں پیش پیش ہیں؟ ہم بھول جاتے ہیں اس حقیقت کو کہ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا [آل عمران: ۱۸۱] اللہ کے محبوب بندوں پر جو باتیں یہ لوگ کر رہے ہیں ہم اسے لکھتے جاتے ہیں۔ کون سا تبصرہ ہے جو حالاتِ حاضرہ پر ہم نے کیا اور ریکارڈ نہیں ہو گیا؟ اس روز کے لیے جب ہم اپنے نامۂ اعمال کو دیکھ کر کہیں گے۔ مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا (یہ کیسی کتاب ہے کہ ہماری کوئی چھوٹی بڑی حرکت ایسی نہیں رہی جو اس میں درج نہ ہو گئی ہو)۔[الكهف: ۴۹]

اور آیئے یہ بھی تو دیکھیں کہ جس رعیت کے ہم جوابدہ ہیں اس کا حال کیا ہے، دکھ یہ ہے کہ خیر اُمت۔ جو اس وقت 1 ارب 54 کروڑ کی تعداد میں موجود ہے۔ اس میں سے وہ بھی خاص منتخب گروہ جو شعوری طور پر خدمتِ دین اور تحفظِ دین کا نعرہ لے کر اٹھے ہیں، ان کی گودیں بھی امت کو سعد بن معاذ نہ دے سکیں۔ اسعد بن زرارہ مہیا نہ کر سکیں ۔

جب یہ حالت ہو تو پھر جشنِ مسرت کیا منائیں
آؤ ہم اک دوسرے کو اپنے داغِ دل دکھائیں

غلطی کہاں سے ہوئی؟ کس سے ہوئی؟ سیرت کے یہ واقعات ہم سے پوچھ رہے ہیں۔ کس کس واقعہ کا ذکر کروں۔ ہر ایک واقعہ امت مسلمہ کے نوجوانوں سے پوچھتا ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیع وشراء کی یہ کہانیاں ایک تسلسل کے ساتھ جب چل کر تمہارے پاس آ گئی ہیں، تو کیا تم اللہ تعالیٰ سے یہ سودا چکانے کو تیار ہو؟ 1 ارب 54 کروڑ مسلمانوں میں سے کتنے ہیں، جو اپنے مال اور اپنی جانوں کو اللہ کے ہاتھ فروخت کرنے کو تیار ہیں، وہ کون خوش نصیب ہیں جنہیں وہ سودا خریدنے والا خود مبارک باد دے رہا ہے؟ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ۔ ''پس چاہیے کہ تم باغ باغ ہو جاؤ اس بیع پر جو تم نے اللہ تعالیٰ سے کی ہے۔''

کوئی تو فِئَةٌ قَلِيْلَةٌ ہوگا، ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ [الواقعہ: ۱۳، ۱۴] کی خوشخبری کا مصداق وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ [المطففین: ۲۶] جی ہاں اسی میدانِ مسابقت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ہم سیرت یا حدیث کے واقعات کے الفاظ پڑھتے ہیں۔ پڑھاتے ہیں، بس یونہی گزر جاتے ہیں۔ نہ دل کو چھوتے ہیں، نہ دل سے ہم پوچھتے ہیں۔ بتاؤ تم کیا کرو گے؟ تمہارا ارادہ کیا ہے؟ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان باتوں کا ہمیں علم بھی ہو۔ خاص طور پر ہماری نوجوان نسل کو علم ہو اور علم پر عمل کرنا بھی سکھایا جائے۔ علم کا نتیجہ تو اللہ کا خوف ہوتا ہے جو سچے عالم کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ [الفاطر: ۲۸] اگر حدیث پڑھ کر واقعہ سن کر دل میں اللہ کا خوف پیدا نہ ہو تو یہی کہا جائے گا کہ تم نے علم حاصل نہیں کیا۔ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ کاش کہ وہ جانتے۔

اگر حدیث یا سیرت کے واقعات پڑھ کر ہم جوں کے توں، محمد ﷺ کے قدموں کے ساتھ قدم نہ ملائیں نہ آپ ﷺ کی پکار پر سیدنا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی طرح لبیک کہیں، تو کہا جائے گا کہ تمہارا یہ علم، تمہاری یہ کلاس بے ثمر رہی۔ آپ تو وہ لوگ ہیں غلبۂ اسلام جن کا مشن ہے۔ آپ کو بلاواسطہ اللہ کی کتاب رسول ﷺ کے نقشِ قدم اور صحابہ کرام کی زندگیوں کا بنظر غائر مطالعہ کرنا ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: تم میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے جو کسی کی اقتدا کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کی اقتداء کرے کیونکہ وہ اس امت میں سب سے زیادہ نیک دل، سب سے زیادہ گہرے علم والے، سب سے کم تکلف کرنے والے، سب سے زیادہ سیدھے طریقے والے تھے۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی صحبت کے لیے اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے چنا تھا۔ لہٰذا تم ان کے فضائل و درجات کا اعتراف کرو اور ان کے نقشِ قدم پر چلو کیونکہ وہ سیدھے راستے پر تھے۔

اگر آپ سچا کھرا خالص ایمان چاہتی ہیں تو صحابہ وصحابیات کے طریقِ کار اور طرزِ عمل سے انحراف کی گنجائش اب ختم کرنا ہے۔ صحابہ وصحابیات کے مبارک عہد کو پھر سے تازہ کریں۔ ان کی زندگیوں کا گہری نظر سے مطالعہ کریں۔ کس لیے؟ صرف اس لیے کہ ان جیسا عمل پیش کرنا ہے۔

کچھ اور دیکھنے کو جی چاہے تو آیئے چند لمحوں کے لیے حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کو بھی دیکھتے چلیں: اسلام کی ابھرتی ہوئی طاقت کو کچلنے کی خاطر جب بدر کے میدان میں ایک ہزار مردانِ جنگی لاؤ لشکر اور پوری شان وشوکت کے ساتھ لڑنے کے لیے چل پڑے تو حضور ﷺ نے مہاجرین وانصار کو جمع کیا اور ان سے عندیہ لیا، اس پر جو جواب مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے دیا وہ اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ تازہ رہا ہے۔ اسے ہر دور میں اسلام کے فرزندوں نے تازہ بھی کیا ہے۔ جواب تھا:

''یارسول اللہ! آپ کا رب آپ کو جو حکم دے رہا ہے اسی طرف چلیے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں جس طرف بھی آپ جائیں۔ ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ کہنے والے نہیں کہ جاؤ تم اور تمہارا رب دونوں لڑیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ نہیں! ہم کہتے ہیں کہ چلیے آپ اور آپ کا اللہ دونوں لڑیں اور ہم بھی آپ کے ساتھ جانیں لڑائیں گے جب تک ہم میں سے ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آنکھ بھی گردش کر رہی ہے۔'' مقداد بن عمرو کی آواز کی گونج اسی کو سنائی دیتی ہے جس کے سینے میں کم و بیش مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ جیسا ایمان موجود ہے۔

یا پھر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ انصاری کی تقریر کا لفظ لفظ جو میدانِ جہاد کا ترانہ ہے، اس کی گونج آج چودہ سو سال گزرنے پر بھی سنائی دے رہی ہے۔ مگر کسے؟ جس کی حرارتِ ایمانی آج بھی ٹھنڈی نہیں ہوئی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہیں:

''ہم آپؐ پر ایمان لائے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر چکے ہیں کہ آپؐ جو کچھ لائے ہیں وہ حق ہے اور آپؐ سے سمع و اطاعت کا پختہ عہد باندھ چکے ہیں۔ پس اے اللہ کے رسولؐ! جو کچھ آپؐ نے ارادہ فرمایا ہے اسے کر گزریئے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں لے کر سمندر پر جا پہنچیں اور اس میں اتر جائیں تو ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کود دیں گے اور ہم میں سے ایک بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم کو یہ ہرگز ناگوار نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کل ہمیں لے کر دشمنوں سے جا بھڑیں۔ ہم جنگ میں ثابت قدم رہیں گے۔ مقابلہ میں سچی جان نثاری دکھائیں گے اور بعید نہیں کہ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے وہ کچھ دلوا دے جسے دیکھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ بس اللہ کی برکت کے بھروسے پر آپ ہمیں لے چلیں۔''

آیئے! ہم اپنے اپنے گھروں میں تلاش کریں، ہمارے گھروں میں پرورش پانے والوں میں کوئی ہے جو مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کی طرح حضورؐ کی پکار پہ آگے بڑھ کر اس طرح سے لبیک کہے کہ جب تک ہم میں سے کسی کی آنکھ گردش کر رہی ہے۔ اے اللہ کے رسولؐ! ہم آپ کے دین کی خاطر اپنی جانیں لڑا دیں گے۔ دکھ یہ ہے کہ ہمارے گھروں میں جو نسل پل کر جوان ہو رہی ہے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار سنائی ہی کب دے رہی ہے؟ حضورؐ سے ہم نے اس کا کوئی رشتہ استوار ہی کب کیا ہے؟ (جب کہ حال یہ ہے کہ رشتہ بنانے اور رشتہ کاٹنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے فن میں تو ماہر عورت ہی ہوا کرتی ہے) کہ وہ سب سے بڑھ کر حضور ﷺ کی بات کو سننے کے قابل سمجھے۔ جواب اور مثبت جواب۔ پکار پر لبیک کہنا تو بڑی دور کی بات ہے۔

اس پر بھی غور کیجئے کہ وہ نفوسِ قدسیہؓ جو حضورؐ کے زمانے کے تھے۔ جب پیغامِ حق دور سے سنتے رہے، مخالف رہے اور جب ایک بار قریب آئے تو دل کی دنیا بدل گئی اور قافلۂ محمد ﷺ کے ہمرکاب بنے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنی نسلوں کو پیغامِ محمدؐ کے قریب لائیں۔ کلامِ نبوی ﷺ کی صحبت میں انہیں بٹھائیں۔ پھر وہ دن دور نہیں ہوگا جب دینِ محمد ﷺ کے پاسبانوں میں وہ بھی پیش پیش ہوں گے۔ ان شاء اللہ!

آج جب کہ اُمتِ مسلمہ برف کی سلوں کی مانند منجمد ہے۔ الا ماشاء اللہ وہ جو اللہ کے رسولؐ سے سچی محبت رکھتے ہیں انہیں تو حضورؐ کی ندا سنائی دے رہی ہے اور قافلہ محمد ﷺ کی جرس اور ان کے قدموں کی چاپ انہیں بے چین کیے دے رہی ہے۔ ''دیکھنا قافلہ چھوٹ نہ جائے۔''

جائزہ عمل:

1۔ کیا آپ کو مطالعہ سیرت کا وہ طریقہ سمجھ میں آ گیا جس سے آپ کے اندر بھی اضطراب پیدا ہو؟

2۔ سیرت کے آئینہ میں اپنے خدوخال دیکھنے اور اپنی درستگی کا سفر شروع ہو گیا ہے؟

3۔ کیا آپ نے اپنے بچوں کو سیرتِ پاک اور سیرتِ صحابہ سے جوڑ لیا ہے؟

****

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ایک نعت کہوں

نعیم صدیقی

ہے مضطرب سی تمنّا کہ ایک نعت کہوں !
میں اپنے زخموں کے گلشن سے تازہ پھول چنوں
پھر اُن پہ شبنمِ اشکِ سحر گہی چھڑکوں
پھر اُن سے شعر کی لڑیاں پرو کے نذر کروں
میں ایک نعت کہوں، سوچتا ہوں کیسے کہوں!

کھڑا ہوں صدیوں کی دُوری پہ خستہ و حیراں!
یہ میرا ٹوٹا ہُوا دل ، یہ دیدۂ گریاں
یہ منفعل سے ارادے ، یہ مضمحل ایماں
یہ اپنی نسبتِ عالی ، یہ قسمتِ واژوں
میں ایک نعت کہوں، سوچتا ہوں کیسے کہوں!

یہ تیرے عشق کے دعوے ، یہ جذبۂ بیمار
یہ اپنی گری گفتار ، پستی کردار
رواں زبانوں پہ اشعار ، کھو گئی تلوار
حسین لفظوں کے انبار، اُڑ گیا مضموں!
میں ایک نعت کہوں، سوچتا ہوں کیسے کہوں!

نہ سامنے کوئی منزل ، نہ راستا معلوم
نہ رہزنوں کی خبر ہے ، نہ رہنما معلوم
یہ کیا مقام ہے ، اپنا نہیں پتا معلوم
یہ کیا زمین ہے ، آخر یہ کون سا گردوں
میں ایک نعت کہوں، سوچتا ہوں کیسے کہوں!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہن کے تاج بھی، غیروں کے ہم غلام رہے
فلک پہ اُڑ کے بھی شاہیں اسیرِ دام رہے
بنے تھے ساقی مگر پھر شکستہ جام رہے
دِل و نگاہ پہ طاری فرنگیوں کا فسُوں
میں ایک نعت کہوں، سوچتا ہُوں کیسے کہوں!

ترے مقام کی عظمت بھُلا کے بیٹھے ہیں
ترے پیام کی شمعیں بُجھا کے بیٹھے ہیں
ترے نظام کا خاکہ اُڑا کے بیٹھے ہیں
ضمیر شرم سے پُرداغ، قلب ہے محزوں
میں ایک نعت کہوں، سوچتا ہُوں کیسے کہوں!

عقیدتیں ترے ساتھ، اور کافری بھی پسند
قبول نکتۂ توحید، بُت گری بھی پسند
ترے عدو کی گلی میں گداگری بھی پسند
نہ کار ساز خرد ہے، نہ حشر خیز جنوں
میں ایک نعت کہوں، سوچتا ہُوں کیسے کہوں!

یہاں کہاں سے مجھے رفعتِ خیال مِلے ؟
کہاں سے شعر کو اخلاص کا جمال مِلے؟
کہاں سے "قال" کو گُم گشتہ "رنگِ حال" ملے؟
حضورؐ! ایک ہی مِصرع یہ ہو سکا موزوں
'میں ایک نعت کہوں، سوچتا ہُوں کیسے کہوں!'

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دینِ محبت

ابن عزیز

سنا تھا ہم نے لوگوں سے
محبت چیز ہے ایسی
چھپائے چھپ نہیں سکتی
یہ آنکھوں میں چمکتی ہے
یہ چہروں پہ دمکتی ہے
یہ لہجوں میں جھلکتی ہے
دلوں تک کو گھلاتی ہے
لہو ایندھن بناتی ہے
اگر سچ ہے تو پھر آخر ہمیں
اس ذات سے کیسی محبت ہے؟
کہ آنکھوں سے چھلکتی ہے
نہ چہروں پر جھلکتی ہے
نہ لہجوں میں سُلگتی ہے
دلوں کو آزماتی ہے
نہ راتوں کو رلاتی ہے
کلیجے منہ کو لاتی ہے
نہ فاقوں سے ستاتی ہے
نہ تن کو سوختہ کرتی
نہ کانٹوں پر چلاتی ہے
تعجب اس محبت پر؟
کہ بس دعویٰ سجھاتی ہے!!
نہ کعبے کی گلی میں
تن پہ انگارے بجھاتی ہے
نہ لاتحزن کی غارِ ثور میں امید لاتی ہے
حرا تک لے بھی جائے تو
قُدس سے نظریں چراتی ہے
محبت کے ہم اپنے
خام دعوے پر ہوئے نادم
تو پلکوں کے کناروں سے
جھڑی سی لگ گئی اور پھر
کہیں سے بجلیاں کوندیں
صدا آئی
ذرا سی آنکھ کی بندش
کہ دم بھر منتظر رہنا
وہاں خود جان جاؤ گے
محبت کی حقیقت کو!!!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہدایت کا نور، رہنمائی کا چراغ ﷺ

اگر دولت مند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو۔

اگر غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو۔

اگر بادشاہ ہو تو سلطانِ عرب کا حال پڑھو۔

اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو۔

اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر نگاہ ڈالو۔

اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکۂ احد سے عبرت حاصل کرو۔

اگر تم استاد اور معلم ہو تو صفہ کی درسگاہ کے معلم کو دیکھو۔

اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ۔

اگر واعظ اور ناصح ہو تو مسجدِ مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو۔

اگر تنہائی و بیکسی کے عالم میں حق کی منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و مددگار نبیؐ کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے۔

اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو۔

اگر اپنے کاروبار اور دنیوی جدوجہد کا نظم و نسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار اور نظم و نسق کو دیکھو۔

اگر یتیم ہو تو عبداللہ آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لاڈلے بچے کو دیکھو۔

اگر تم جوان ہو تو مکہ کے ایک چرواہے کی سیرت پڑھو۔

اگر سفری کاروباری ہو تو بصریٰ کے کاروانِ سالار کی مثالیں ڈھونڈو۔

اگر عدالت کے قاضی اور پنچایتوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نورِ آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو جو حجرِ اسود کو کعبہ کے ایک گوشہ میں کھڑا کر رہا ہے۔

مدینہ کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو جس کی نظرِ انصاف میں شاہ و گدا اور امیر و غریب برابر تھے۔

اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہ رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقدس شوہر کی حیاتِ پاک کا مطالعہ کرو۔

اگر اولاد والے ہو تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باپ ﷺ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے نانا کا حال پوچھو۔

غرض تم جو کوئی بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو۔

تمہاری زندگی کے لیے نمونۂ سیرت کی درستی اور اصلاح کے لیے سامان تمہارے ظلمت خانہ کے لیے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد ﷺ کی جامعیتِ کبریٰ کے خزانہ سے ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے۔

اس لیے ہر طبقۂ انسانی کے ہر غالب اور نورِ ایمانی کے ہر متلاشی کے لیے صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہدایت کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے۔

خطباتِ مدراس از سید سلیمان ندوی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "